



دلچسپ اور نئی فیکٹریز کا مجموعہ

مہینہ جاسوسی ڈائجسٹ

فروری 2018

میراج پبلیکیشنز



[illegible][illegible]

[illegible][illegible][illegible][illegible]

ایک بار اس وقت کے ایک دانشور کا کہنا تھا کہ اس زمانہ کا خوبصورت انسان وہ تھا جسے صرف دو باتیں یاد تھیں۔ ایک نئی ٹیلی فون پر
 ہنگ ہنگ چلنے والے گھڑی کی بجائے کسی گھنٹی کی آواز سے اُٹھنے کا اور دوسری یہ کہ اس کو اپنے گھر کے کچھ بڑے آدمی کی زندگی میں کسی بھی
 ہنگ ہنگ چلنے والے گھڑی کی بجائے کسی گھنٹی کی آواز سے اُٹھنے کا اور دوسری یہ کہ اس کو اپنے گھر کے کچھ بڑے آدمی کی زندگی میں کسی بھی
 ہنگ ہنگ چلنے والے گھڑی کی بجائے کسی گھنٹی کی آواز سے اُٹھنے کا اور دوسری یہ کہ اس کو اپنے گھر کے کچھ بڑے آدمی کی زندگی میں کسی بھی

۱۰۰
 ۱۰۱
 ۱۰۲
 ۱۰۳
 ۱۰۴
 ۱۰۵
 ۱۰۶
 ۱۰۷
 ۱۰۸
 ۱۰۹
 ۱۱۰
 ۱۱۱
 ۱۱۲
 ۱۱۳
 ۱۱۴
 ۱۱۵
 ۱۱۶
 ۱۱۷
 ۱۱۸
 ۱۱۹
 ۱۲۰
 ۱۲۱
 ۱۲۲
 ۱۲۳
 ۱۲۴
 ۱۲۵
 ۱۲۶
 ۱۲۷
 ۱۲۸
 ۱۲۹
 ۱۳۰
 ۱۳۱
 ۱۳۲
 ۱۳۳
 ۱۳۴
 ۱۳۵
 ۱۳۶
 ۱۳۷
 ۱۳۸
 ۱۳۹
 ۱۴۰
 ۱۴۱
 ۱۴۲
 ۱۴۳
 ۱۴۴
 ۱۴۵
 ۱۴۶
 ۱۴۷
 ۱۴۸
 ۱۴۹
 ۱۵۰
 ۱۵۱
 ۱۵۲
 ۱۵۳
 ۱۵۴
 ۱۵۵
 ۱۵۶
 ۱۵۷
 ۱۵۸
 ۱۵۹
 ۱۶۰
 ۱۶۱
 ۱۶۲
 ۱۶۳
 ۱۶۴
 ۱۶۵
 ۱۶۶
 ۱۶۷
 ۱۶۸
 ۱۶۹
 ۱۷۰
 ۱۷۱
 ۱۷۲
 ۱۷۳
 ۱۷۴
 ۱۷۵
 ۱۷۶
 ۱۷۷
 ۱۷۸
 ۱۷۹
 ۱۸۰
 ۱۸۱
 ۱۸۲
 ۱۸۳
 ۱۸۴
 ۱۸۵
 ۱۸۶
 ۱۸۷
 ۱۸۸
 ۱۸۹
 ۱۹۰
 ۱۹۱
 ۱۹۲
 ۱۹۳
 ۱۹۴
 ۱۹۵
 ۱۹۶
 ۱۹۷
 ۱۹۸
 ۱۹۹
 ۲۰۰
 ۲۰۱
 ۲۰۲
 ۲۰۳
 ۲۰۴
 ۲۰۵
 ۲۰۶
 ۲۰۷
 ۲۰۸
 ۲۰۹
 ۲۱۰
 ۲۱۱
 ۲۱۲
 ۲۱۳
 ۲۱۴
 ۲۱۵
 ۲۱۶
 ۲۱۷
 ۲۱۸
 ۲۱۹
 ۲۲۰
 ۲۲۱
 ۲۲۲
 ۲۲۳
 ۲۲۴
 ۲۲۵
 ۲۲۶
 ۲۲۷
 ۲۲۸
 ۲۲۹
 ۲۳۰
 ۲۳۱
 ۲۳۲
 ۲۳۳
 ۲۳۴
 ۲۳۵
 ۲۳۶
 ۲۳۷
 ۲۳۸
 ۲۳۹
 ۲۴۰
 ۲۴۱
 ۲۴۲
 ۲۴۳
 ۲۴۴
 ۲۴۵
 ۲۴۶
 ۲۴۷
 ۲۴۸
 ۲۴۹
 ۲۵۰
 ۲۵۱
 ۲۵۲
 ۲۵۳
 ۲۵۴
 ۲۵۵
 ۲۵۶
 ۲۵۷
 ۲۵۸
 ۲۵۹
 ۲۶۰
 ۲۶۱
 ۲۶۲
 ۲۶۳
 ۲۶۴
 ۲۶۵
 ۲۶۶
 ۲۶۷
 ۲۶۸
 ۲۶۹
 ۲۷۰
 ۲۷۱
 ۲۷۲
 ۲۷۳
 ۲۷۴
 ۲۷۵
 ۲۷۶
 ۲۷۷
 ۲۷۸
 ۲۷۹
 ۲۸۰
 ۲۸۱
 ۲۸۲
 ۲۸۳
 ۲۸۴
 ۲۸۵
 ۲۸۶
 ۲۸۷
 ۲۸۸
 ۲۸۹
 ۲۹۰
 ۲۹۱
 ۲۹۲
 ۲۹۳
 ۲۹۴
 ۲۹۵
 ۲۹۶
 ۲۹۷
 ۲۹۸
 ۲۹۹
 ۳۰۰
 ۳۰۱
 ۳۰۲
 ۳۰۳
 ۳۰۴
 ۳۰۵
 ۳۰۶
 ۳۰۷
 ۳۰۸
 ۳۰۹
 ۳۱۰
 ۳۱۱
 ۳۱۲
 ۳۱۳
 ۳۱۴
 ۳۱۵
 ۳۱۶
 ۳۱۷
 ۳۱۸
 ۳۱۹
 ۳۲۰
 ۳۲۱
 ۳۲۲
 ۳۲۳
 ۳۲۴
 ۳۲۵
 ۳۲۶
 ۳۲۷
 ۳۲۸
 ۳۲۹
 ۳۳۰
 ۳۳۱
 ۳۳۲
 ۳۳۳
 ۳۳۴
 ۳۳۵
 ۳۳۶
 ۳۳۷
 ۳۳۸
 ۳۳۹
 ۳۴۰
 ۳۴۱
 ۳۴۲
 ۳۴۳
 ۳۴۴
 ۳۴۵
 ۳۴۶
 ۳۴۷
 ۳۴۸
 ۳۴۹
 ۳۵۰
 ۳۵۱
 ۳۵۲
 ۳۵۳
 ۳۵۴
 ۳۵۵
 ۳۵۶
 ۳۵۷
 ۳۵۸
 ۳۵۹
 ۳۶۰
 ۳۶۱
 ۳۶۲
 ۳۶۳
 ۳۶۴
 ۳۶۵
 ۳۶۶
 ۳۶۷
 ۳۶۸
 ۳۶۹
 ۳۷۰
 ۳۷۱
 ۳۷۲
 ۳۷۳
 ۳۷۴
 ۳۷۵
 ۳۷۶
 ۳۷۷
 ۳۷۸
 ۳۷۹
 ۳۸۰
 ۳۸۱
 ۳۸۲
 ۳۸۳
 ۳۸۴
 ۳۸۵
 ۳۸۶
 ۳۸۷
 ۳۸۸
 ۳۸۹
 ۳۹۰
 ۳۹۱
 ۳۹۲
 ۳۹۳
 ۳۹۴
 ۳۹۵
 ۳۹۶
 ۳۹۷
 ۳۹۸
 ۳۹۹
 ۴۰۰
 ۴۰۱
 ۴۰۲
 ۴۰۳
 ۴۰۴
 ۴۰۵
 ۴۰۶
 ۴۰۷
 ۴۰۸
 ۴۰۹
 ۴۱۰
 ۴۱۱
 ۴۱۲
 ۴۱۳
 ۴۱۴
 ۴۱۵
 ۴۱۶
 ۴۱۷
 ۴۱۸
 ۴۱۹
 ۴۲۰
 ۴۲۱
 ۴۲۲
 ۴۲۳
 ۴۲۴
 ۴۲۵
 ۴۲۶
 ۴۲۷
 ۴۲۸
 ۴۲۹
 ۴۳۰
 ۴۳۱
 ۴۳۲
 ۴۳۳
 ۴۳۴
 ۴۳۵
 ۴۳۶
 ۴۳۷
 ۴۳۸
 ۴۳۹
 ۴۴۰
 ۴۴۱
 ۴۴۲
 ۴۴۳
 ۴۴۴
 ۴۴۵
 ۴۴۶
 ۴۴۷
 ۴۴۸
 ۴۴۹
 ۴۵۰
 ۴۵۱
 ۴۵۲
 ۴۵۳
 ۴۵۴
 ۴۵۵
 ۴۵۶
 ۴۵۷
 ۴۵۸
 ۴۵۹
 ۴۶۰
 ۴۶۱
 ۴۶۲
 ۴۶۳
 ۴۶۴
 ۴۶۵
 ۴۶۶
 ۴۶۷
 ۴۶۸
 ۴۶۹
 ۴۷۰
 ۴۷۱
 ۴

[illegible]

[illegible][illegible]

اسوسی ڈائجسٹ ﴿ 12 ﴾ فروری 2018ء

[illegible][illegible][illegible]

ان ہر کس کے اسلئے گرا ہی جن کے نبوت ہے شامل اثبات نہ ہو سکے۔
اور میں ابھر خان، دام آڈا کرانی، شیخ عزیز جی، دہلاوی، شکر علی زماںوالی، ابرار عباس، حسین عباس، سکیلی عباس، کمار یاس، حفصہ ط

قفس شکن

رویا آغاز

پہلے کی طرح چہشت و چالاک اور عمارت کی ہنگامہ سازیاں

ہمارے سماجی نظام کی فرسودہ قوانین خوش حالی کی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ ہیں۔۔۔ ایسی رکاوٹیں انسان سے چونے کا حق چھین لیتی ہیں۔۔۔ خاندان کی مشکلات۔۔۔ صوبوں نے انہیں اس قدر بے بس کر دیا تھا کہ وہ خوش حالی و تجات کی تلاش میں نکل پڑے۔۔۔ مگر انہیں نہیں معلوم تھا کہ جیسے وہ اپنی منزل سمجھ رہے ہیں وہ اصل میں سنہری دلدل ہے۔۔۔ ایک ایسی ہی دلدل کی فسون خیز داستان جس میں بے شمار لوگ اپنی مرضی کے خلاف پھنس چکے تھے۔۔۔ کوئی ان کی دست گیری۔۔۔ کرے کی ہمت نہیں رکھتا تھا۔۔۔ حکم سے سرتابی کی سزا صرف اور صرف موت تھی۔۔۔ وہ منتظر تھے کہ کوئی انھیں اور پیش قدمی کرے۔۔۔ روشن مستقبل کی چاہ میں تاریکیوں کا شکار ہو جانے والے معصوم اور سادہ لوگوں کی بے بسی ولا چاری۔۔۔

چلے چلے چاکلی ایک تاریخ اختیار کر لے والی داستان۔۔۔

اس مختصر کپ میں ملک بھگ پندرہ افراد موجود تھے۔

ہران پر لہاس کی آن کے چور کو حاطے ہوئے ہو گا لیکن اب تو چند تھوڑے سی لٹکے دکائی دیتے تھے جو بکلی کی چہش پر بھی ترس کر نہ سکتے۔ بے ترتیبی اور مہماز چمکاؤ کی صورت اختیار کر چکی تھی۔ آسمان میں آن کت جگہوں کی داستان سرتابی کی جھلکی اس ایسی مڑھن کے موسم میں ہوتی تھی کہ ان کے لئے۔ اپنے دن میں جس راکا غریبوں سے استقبال کیا جاتا تھا، یہاں اس کی شدت تھاؤں و چور اور کم رنگی کے باعث برہمی کے اندر کر کے بیٹے آؤ پڑی لی تھی۔

وہ تھم کے دروازے آسان کی طرف دیکھتے تو سر غمر کر رہے تھے۔

”کیا دیکھ میں کوئی جاتا ہوگا کہ ہم یہاں کس حالت میں موجود ہیں؟“ ایک کے سے آواز ابھری۔

”کون جانے اور کیے جانے پہلا؟ وہ تو آج بھی خوابوں کے بوجھ تلے ہی رہے ہوں گے۔“ دوسری آواز نے کہا۔

”ہاں! یہ خواب بھی تو ہم ہی انہیں خاکے آئے ہیں۔“

”اس رات ہم میں تو ماور سال کا حساب ہی بھول گیا ہے۔ جانے دوست میں سانس لے رہے ہوں گے؟“

ی قابل اعتراض کڑی سے منسلک کرنے کا سلسلہ بھی جاری
 تھا۔ معاش کے سلسلے میں یونان کے دار الحکومت میں آمد
 سے مکمل نادان وصول کر رہی تھی۔

☆☆☆
 خیمے میں اب محض تیرہ افراد ہی باقی رہ گئے تھے۔

ان میں اکثریت کا فلسفہ ایسے ملائوں سے تھا جہاں
ہماری قومی زبان پر بھی مکمل دسترس کے حامل نہیں ہوتے
وہ یہاں ہفت رنگ خوابوں کی تعبیر ملانے کے لیے غیر قانونی طور پر
مدد پا کر کے آئے تھے۔

محبت، مہمان، جنوں اور عزم سے اہل خانہ کی تقدیر میں
 سب پیدا کر دینے کا تصور تو یہاں قدم دھرتے ہی اپنی
 مرتکب کیا تھا۔ اب تو یہ عالم تھا کہ دو صبح سے شام بے مقصد
 'اعراض' کے تصور، اپنی تقدیر کا کوئی حتمی فیصلہ جاننے کے

مستحاش رہتے جس کی پاداش میں انہیں سزا ملی تھی۔

ان کی موجودگی اور حقیقت ثابت ہو گئی ہے کے برابر ہے۔ ان حالات و ذریعے میں مقید ان مہربانیوں میں بھی جو اپنے سامنے انہوں نے کو زندگی کی بازی ہارتے ہوئے دیکھ کر خوف کے عالم

دودا فراد کی موت کے بعد وہاں خاموشی کا راج تھا۔ بکلی
ری دھوپ اب شام کے سرمئی سایوں میں ڈھل رہی تھی

ایک خلاف معمول واقعے نے اس دڑبے میں ایک بار
پہنچ پیدا کر دی۔
گہری نئی پتلون، قیاس میں بیوی سرکاری افسران کی
بھی بھی خوشگوار ثابت نہیں ہوتی تھی۔ گہرے سیاہ بال،

فنی جسم، مرد و سپاٹ نظر میں ان کے اعصاب پر ہمیشہ ایک پیدا کرتی تھیں۔ ان افسران کے ساتھ ایک ہم وطن کی دکانی وہاں موجود سبھی افراد کے لیے بہت حیران کن تھی۔

کے شہر سے تھک کر وہی چھٹی دو ایک کم عمر لڑکا جس کے ہاتھ پیرا لے ہال پیشانی پر

یہ فیروز ری 2018ء

سرب کر دیا۔ وہ اس کمپ کی انتظامیہ میں پچھلے درجے کے مین تھے۔ متوسط قد و قامت، مضبوط کلاسی اور چہرہ پر مسکائے انڈی اور مائیک یہاں موجود سبھی افراد کے لیے حد پانپنڈیدہ تھے۔ اس وقت بھی انہوں نے بہزاد اور

حق کی لائیں بے پروائی سے صحتیں تو سیم خاموش نہ رہ

”اپنی زبان بند رکھو! اگر ہمت دہنہ سلامت ہے تو
 زبان میں کھٹکھٹ کر دے“ اینڈی پلٹ کر فرمایا۔

”میں سے ٹیوڈاؤٹ ڈسٹرب دیما“ مصطفیٰ نے اپنی آنکھیں میٹھ کر کہتے ہوئے جواب دیا۔
اس کی ٹوٹی پھوٹی انگریزی سن کر اینڈی اور مائیک کے اسے تہمتے ضرب کرنا محال ہو گیا۔

”یہ زندگی کی قید سے آزادی پا چکے ہیں اس لیے
رب ہونے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔“ مائیک نے سر
توڑے کہا۔

بھی ان کی کمزوری سے آگاہ تھے اس لیے فستردوزی
نے سے چوکتے ہی نہ تھے۔ وہ نسلی تعصب کا شکار تھے

”ہماری سرزمین پر تم جیسے جنگجوؤں اور مجرمانہ ذہنیت
عالمِ افراہ کی جگہ پر یزیدین بھی نہیں..... تم تیسری دنیا کے

ت ہو اور سہارا اٹھاتا یہی ہے کہ ان کے پیٹ کا
 من بنو۔" اینڈی کا زہریلا لہجہ ان کی رگوں میں لہو جمود کر
 دلت اور برداشت کے اس سفر کا آغاز تو اسی دقت ہو

میں نے انہوں کو یہ بتایا کہ جس قدر تو ہیں آج جو بدداشت کی
سے بڑھ کر کوئی ذلت نہ ہوگی لیکن یہ ان کی خام خیالی
پر مبنی تھی۔ صاف کہ ترش میں تیرا لگاؤ ہی نہیں تھا۔

سراہی اس فوجد مج میں دولت کا بیج جام نوش کرنے
بعد ہٹنے کی وصولی کا دستمان ابھی باقی تھا۔ ہڈیوں میں
جراثی ہنڈک میں انہیں دانستہ طور پر رکھی گئیں تھام میں

ہوئے پانی نما چائے تمہاری جاتی۔

تنت زاکس ہوئی جب زمین نے ایک جانب دھکی ہوئی
لی جانب ہاتھ بڑھایا۔
”اوسے خانہ خراب! یہ کیا کر رہے ہو؟“ سلیم نے اپنا
بڑک کر دیا۔

”بھوک اپنے کھیلے بچوں سے میرا معدہ کوچ رہی
اب مزید برداشت ممکن نہیں۔“ زن نے ساٹ انداز

”یہ حرام جانور ہے۔ اس کا تو نام لینے سے ہی زبان جالی ہے اور تم اسے کھانا چاہتے ہو؟“ عدنان نے غم سے کہا۔

”میں صرف اتنا جاننا ہوں کہ موت کے گھنٹے میں حلال و
 تعذر ختم ہو جاتا ہے۔ میری زندگی سے کئی اور زندہ گیاں
 ملک ہیں۔ اگر میری اس قربانی سے میرا خاندان

ت کے لئے تیار ہوں۔" اس نے نظریں چڑھاتے ہوئے جواب دیا۔

اس طویل رات کی بیخوابی بہت دور کی اورج سے مل
فرار کی تعداد میں کمی واقع ہو جاتی تھی۔ گزشتہ ایک ماہ
معمول جاری تھا۔ انیس ایسا محسوس ہوا تھا کہ یہ برقیانی
کی تقریباً ثابت ہوگا اور ایک نہ ایک دن دو بھی اپنے

☆ ☆ ☆
 بیزار کی مٹی میں جو اضافہ کر دیا گیا، رات کے جانے

رائن کی آنکھ لگ گئی اور وہ جان ہی نہ پائے کہ فرشتہ
کے دو ساتھیوں کو اپنے ہمراہ ایک ایسے سفر پر لے گیا
جہاں وہ کسی ممکن نہیں ہوتی۔

سبحہ نہیں آتا کہ ان کی خوش نصیبی پر رشک کریں یا

یہ فلسفہ ہمارا ذاتی انتخاب تھا اس لیے اہم کرنے کا کیا
ہے انتخاب کا سامنا دلیری سے کرو۔" عدنان نے

میں انھیں انداز میں کہا۔
 چند لمحوں بعد وہاں دو افراد کی آمد نے انہیں مزید
 ۲۹ جولائی ۲۰۱۸ء

”دہاں بھی مرا اپنے عروج پر ہوگا لیکن اتنا علم ہے کہ
مخالف میں لیئے اپنے مدح سپنوں میں ممکن منتظر ہوں گے
ت کہ کس کے لمحے میں ہماری جانب سے رقم و تحائف
ہوں گے۔“

قریبی جنگل سے ایک دھاڑنے اُن کی منگٹوں میں قحط
یا اور خیر میں کچھ لمحات کے لیے سکوت طاری ہو گیا۔

جنگل موت کے تصور کی طرح دھتکا تھا۔

تو ہوتے ہی اس خوف پر اپنی بھاگی خواہش غالب
اگر کسی کو کہی چو پایہ پاورندہ اس طرف رخ کر لیتا تو
یقینی موت سے کوئی بھی نہیں بچا سکتا تھا لیکن وہ
تو کہ جسکے ہاتھوں میں یہ سب تھا۔

جنگی دندنہ سے تو اپنی جہت سے مغلوب ہو کر

سبانی تشدد، کھانے پینے کے مسائل اور موسم کی سختی نظر نہیں مزاح خوراک کے ضمن میں مفلکات اور

اور وہاں ایک درد بھری تان نے چمکانے سے سکوت کو

سیم خان کی آواز اور کرب ہمیشہ عیاں سب کی
 کے لیے چمکا ہوا سیہ ثابت ہوتی تھی۔ وہ اکثر اپنا
 گاتے گرد و پیش سے بیگانہ ہو جاتا تھا۔

بت میرا اور ہار تھا اور ہوا میں میری سہیل
میرے محافظ تھے اور چہند پرند میری سلطنت
اس نے اختیار و خوش قسمتی سے واقف تھا

مست مجھ سے روٹھ گئی، میرا نکل مجھ سے چھوٹ گیا
 دھم میں پروردہ میں شہزادہ
 اپنی سلطنت کا راستہ بھول گیا

تو اسے محرومی کا درد مشترک تھا۔ یہ صد مائی کیفیت

گھولنے سے سنی خیر نظروں سے دہاں موجود افراد کو دیکھتے ہوئے کہا۔
 ”تھمارے شاہی گل میں رہائش کے لیے اسے ایک اور مہمان چلا آیا ہے۔ کیا تم اسے دیکھ چکے ہو؟“
 ”اے چھوڑو! کھانا کن پتھروں سے سر بخود رہے ہو؟ ان میں اتنی سخت کہاں کہ ہماری کیا بات جواب دے سکیں۔ جانے لے اپنے تھکاؤ زدہ دھاتوں کی لٹائش کرتے ہوئے کہا۔
 ”کچھ تو ٹھیک ہو یا تو ملت کی رہنمائی تو نے یہاں پہلے آئی تھی۔ ان کے اپنے دھن میں تو اتنی اہمیت تھی کہ نہ کہ انہیں رہائی دانی میں ہی ملائی کرے۔“ گھولنے نے ایک اور لچکاؤ اور ہرج راج پر اور دست قاطب ہو کر بولا۔
 ”تھمارے غلوک اٹھالک ملک نے ایک اور نوجوان ارسال کیا ہے۔ اپنی شرافت میں اسے بھی شامل کر لیتا۔“
 ”جانتے ہی تھا کہ اس کا کڑا کھرا میرا بھائی ہے۔ اسے ملے گا۔“
 ”جانتے ہی تھا کہ اس کا کڑا کھرا میرا بھائی ہے۔ اسے ملے گا۔“
 ”جانتے ہی تھا کہ اس کا کڑا کھرا میرا بھائی ہے۔ اسے ملے گا۔“

”اے کیا ہو چکے ہیں؟ تم ٹھیک ہو؟“ گھولنے نے توشیح سے پوچھا۔
 ”میں ٹھیک ہوں۔“ اس نے دہاں تک بھیجی چھٹی لگی رکھاتے ہوئے مخصوص شاہد کیا۔
 ”جانے لے۔“ گھولنے نے نظروں سے اُتے دیکھا اور نہ بڑے اعزاز میں بولا۔ ”گردن میں درد کا تو قص ہوتا ہے۔ اس میں بے پروا چرت اس سے برداشت نہیں ہو رہی۔“
 ”تاہم درد کو کیا جواب دے بغیر ہوئے ہوئے کہا جاتا رہا۔“
 ”جانے لے ایک تو کتب کے بعد اسے اشارہ کیا۔ غصے سے چکرز کے گالے پہنچ کر اسے درد کا آغاز ہوتا تھا۔ وہ اسے گھٹیا ہوا ایک درخت کے پاس لے گیا اور سنی خیر سے کہا۔
 ”تھمارا بھائی نے یہاں سے میرا دل ہوا ہے۔ تھمارا ہی غصے میں نہیں ہے۔“
 ”پھر کچھ ہے؟“ وہ اس کی نظروں میں سرخوردہ حسیطت بھائی کے ساتھ۔
 ”میں نہیں یہاں سے رہائی دلوا سکا ہوں۔ میری آخر پر فوراً کر۔“ وہ جان کی ٹھوکر لٹکانا کرتا ہوا ایک درخت کی آڑ میں چلا گیا۔
 ”میں کچھ نہیں بھائی کے پاس میں کراہوں نے جان کو بھلا دیا۔“
 ”اے لے دو کچھ میرا ہوا اس کے پاس پہنچا تو وہی جی اس پر ایک قیامت ٹوٹ پڑی۔ مقابل سے اسے ایک ٹھکے سے وہاں سرخوردہ حسیطت میں شہید دیا اور ایک زوردار ٹھوکر اس کی پٹیلوں میں سریر کرتے ہوئے اپنی لڑکھوائی بھر بیڑی میں گویا ہوا۔“

”میری قیامت، دھن اور شرافت کی بات آکھو۔“
 ”تھمارا کھانا کھا۔“ جان اس کی نظروں میں سرخوردہ کچھ ساری چکرز کی بھول میں کھا رہا تھا ہوا اسے دیکھ کر کہیں لے آیا۔
 ”اس کی حالت زار دیکھ کر گھولنے ششدر رہ گیا اور کہتا ہے بھلا۔“
 ”جان نے خوراک نظروں سے اُتے اپنے بھرم کی طرف دیکھا جس کے چہرے پر اب بھی قہار اور درد آمیز تاثرات ظاہر تھے۔
 ”جان صاحب نے شاید آج میرا شرم ہی چڑھا رکھی ہے اس لیے کھانا کھا رہا ہے۔“
 ”اس کی آواز اور ادوار کا دیکھ کر جان کو اپنی بڑی جین صاف کرنا پڑا۔“

”میں لایس اس لیے ہرگز نہیں چھوڑوں گا۔ اسے مجھے سے ملانی ہوتی ہو۔“ وہ اس کے چہرے سے ہرمت اہٹ دھری دیکھ کر خیر سے کاہو ہوا تھا۔
 ”میں سنا ہی نہیں، آؤ گا۔“ وہ ہنست بھٹک بھٹک کر نیچے سے کھینچ کر اپنے پرلے والی لڑکھوائی سے اسے تھپتھپاتی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ جان کے گھولنے اور ٹھوکر لڑکی دہاں سے اب دیکھ کر اپنے لگا تھا۔

”اس نے خود مجھے لایا گیا تھا کہ ابہت مکافض ہے۔“ وہ دنگر افروا کی آنکھوں میں سرخوردہ کچھ لپٹا کر پیش پیش کیا۔
 ”میں نہیں ہے بھلا؟ میں تو پہلے ہی جی میں اس کی درگت جانتے دیکھ کر مشکوک ہو گیا تھا کہ آج بھر بے احتیاطی کی ہے۔“ گھولنے نے لڑا۔
 ”جھوٹ بول رہا ہے۔ اس نے مجھے مکافض تھا۔“
 ”کون کون جان ان پائیز کی کیا چال کر رہا ہے سامنے دراز نہیں۔“ گھولنے نے لڑا۔
 ”اسے وہاں سے لے گیا۔“
 ”ان اردوں کے غصے سے نکلے ہی اس کا تاثرات بھی زائل ہو گئے اور وہ نہایت اطمینان سے اپنے غصے کے ایک کونے میں سرخوردہ ہو گیا۔ اس کا اور دور اطمینان دیکھ کر دنگر افروا حسیطت اور غلطی کی کئی کئی گونے سے دور چلا ہو گئے۔
 ”میں اس کی نظروں سے اپنے سلوک کی توقع اس کے تصور سے بالاتر تھی۔ ایک باقی بچھو کی آواز پر ان کی پٹیلوں تو سلوک کی سن اس کی پٹیلوں سے بے خبر اس کی نظروں ایک اور چہرے پر مرکوز ہو گئے۔
 ”اس نے اپنی آمد کے ساتھ میں ایک بہرہ دے کی موجودگی تاؤ لڑی گئی اور اب اپنے ذہن میں آنے والے خیال کو عملی جامہ پہنانے کے لیے تیار ہو گیا۔ اس نے خیال کو کردہ بہت جلد اس بہرہ دے کو اپنے غول سے باہر نکلے پر بھجور کر دے۔“

☆ ☆ ☆
 ”کیا نام ہے سنی خیر تھمارا؟“ اس شام بادل آرائی تھنے کے بعد حسیطت اس کے پاس چلا آیا۔
 ”ادام۔“
 ”ادام کا رویے ابھی کر لیتے ہو؟“
 ”ادام کا رویہ ہوتا ہے کیا؟“ اس نے معصومیت سے پوچھا۔
 ”ابھر تاپے لگم میرے ساتھ ساتھ چلتا۔“ وہ دھن سے بولا۔
 ”ادام نے زور دے نظروں سے اس کا جاگڑا لیا۔ وہ جس کے قریب سے بھی تھا۔ اس کی درگت قدرے سلاو کی۔ یہاں بھی وہ ٹھنڈے ہوئے کھانے کی گولیاں تو تھیں۔
 ”ادام کی بڑی بڑی آنکھوں نے گولہ کر کے دیکھ کر دنگر افروا حسیطت اور غلطی میں سرخوردہ کچھ لپٹا کر پیش پیش کیا۔
 ”اس نے خود مجھے لایا گیا تھا کہ ابہت مکافض ہے۔“ وہ دنگر افروا کی آنکھوں میں سرخوردہ کچھ لپٹا کر پیش پیش کیا۔

☆ ☆ ☆
 ”کیا نام ہے سنی خیر تھمارا؟“ اس شام بادل آرائی تھنے کے بعد حسیطت اس کے پاس چلا آیا۔
 ”ادام۔“
 ”ادام کا رویے ابھی کر لیتے ہو؟“
 ”ادام کا رویہ ہوتا ہے کیا؟“ اس نے معصومیت سے پوچھا۔
 ”ابھر تاپے لگم میرے ساتھ ساتھ چلتا۔“ وہ دھن سے بولا۔
 ”ادام نے زور دے نظروں سے اس کا جاگڑا لیا۔ وہ جس کے قریب سے بھی تھا۔ اس کی درگت قدرے سلاو کی۔ یہاں بھی وہ ٹھنڈے ہوئے کھانے کی گولیاں تو تھیں۔
 ”ادام کی بڑی بڑی آنکھوں نے گولہ کر کے دیکھ کر دنگر افروا حسیطت اور غلطی میں سرخوردہ کچھ لپٹا کر پیش پیش کیا۔
 ”اس نے خود مجھے لایا گیا تھا کہ ابہت مکافض ہے۔“ وہ دنگر افروا کی آنکھوں میں سرخوردہ کچھ لپٹا کر پیش پیش کیا۔

”کیا نام ہے سنی خیر تھمارا؟“ اس شام بادل آرائی تھنے کے بعد حسیطت اس کے پاس چلا آیا۔
 ”ادام۔“
 ”ادام کا رویے ابھی کر لیتے ہو؟“
 ”ادام کا رویہ ہوتا ہے کیا؟“ اس نے معصومیت سے پوچھا۔
 ”ابھر تاپے لگم میرے ساتھ ساتھ چلتا۔“ وہ دھن سے بولا۔
 ”ادام نے زور دے نظروں سے اس کا جاگڑا لیا۔ وہ جس کے قریب سے بھی تھا۔ اس کی درگت قدرے سلاو کی۔ یہاں بھی وہ ٹھنڈے ہوئے کھانے کی گولیاں تو تھیں۔
 ”ادام کی بڑی بڑی آنکھوں نے گولہ کر کے دیکھ کر دنگر افروا حسیطت اور غلطی میں سرخوردہ کچھ لپٹا کر پیش پیش کیا۔
 ”اس نے خود مجھے لایا گیا تھا کہ ابہت مکافض ہے۔“ وہ دنگر افروا کی آنکھوں میں سرخوردہ کچھ لپٹا کر پیش پیش کیا۔

☆ ☆ ☆
 ”کیا نام ہے سنی خیر تھمارا؟“ اس شام بادل آرائی تھنے کے بعد حسیطت اس کے پاس چلا آیا۔
 ”ادام۔“
 ”ادام کا رویے ابھی کر لیتے ہو؟“
 ”ادام کا رویہ ہوتا ہے کیا؟“ اس نے معصومیت سے پوچھا۔
 ”ابھر تاپے لگم میرے ساتھ ساتھ چلتا۔“ وہ دھن سے بولا۔
 ”ادام نے زور دے نظروں سے اس کا جاگڑا لیا۔ وہ جس کے قریب سے بھی تھا۔ اس کی درگت قدرے سلاو کی۔ یہاں بھی وہ ٹھنڈے ہوئے کھانے کی گولیاں تو تھیں۔
 ”ادام کی بڑی بڑی آنکھوں نے گولہ کر کے دیکھ کر دنگر افروا حسیطت اور غلطی میں سرخوردہ کچھ لپٹا کر پیش پیش کیا۔
 ”اس نے خود مجھے لایا گیا تھا کہ ابہت مکافض ہے۔“ وہ دنگر افروا کی آنکھوں میں سرخوردہ کچھ لپٹا کر پیش پیش کیا۔

☆ ☆ ☆
 ”کیا نام ہے سنی خیر تھمارا؟“ اس شام بادل آرائی تھنے کے بعد حسیطت اس کے پاس چلا آیا۔
 ”ادام۔“
 ”ادام کا رویے ابھی کر لیتے ہو؟“
 ”ادام کا رویہ ہوتا ہے کیا؟“ اس نے معصومیت سے پوچھا۔
 ”ابھر تاپے لگم میرے ساتھ ساتھ چلتا۔“ وہ دھن سے بولا۔
 ”ادام نے زور دے نظروں سے اس کا جاگڑا لیا۔ وہ جس کے قریب سے بھی تھا۔ اس کی درگت قدرے سلاو کی۔ یہاں بھی وہ ٹھنڈے ہوئے کھانے کی گولیاں تو تھیں۔
 ”ادام کی بڑی بڑی آنکھوں نے گولہ کر کے دیکھ کر دنگر افروا حسیطت اور غلطی میں سرخوردہ کچھ لپٹا کر پیش پیش کیا۔
 ”اس نے خود مجھے لایا گیا تھا کہ ابہت مکافض ہے۔“ وہ دنگر افروا کی آنکھوں میں سرخوردہ کچھ لپٹا کر پیش پیش کیا۔

میرے گھٹن کے پودے ہیں جو مستقبل میں شجر بن جائیں گے اور تعلیم یافتہ ہونے کی صورت میں ہی بہترین پھل فراہم کریں گے۔ میں ان پودوں کو زمانے کی کڑی دھوپ میں جھلنے کے لیے نہیں جھوڑ سکتا۔

”ابی جان شک کہتے ہیں بچپن میں اپنے خوابوں کی تعبیر تو حاصل نہ کر سکا لیکن اپنے بھائیوں کو یہی خواب پرے کرنا دیکھنا چاہتا ہوں۔ اچھی زندگی اور حالات میں تہذیبی تعلیم کے بغیر ناممکن ہے۔“ ساجد کے ہونٹوں پر زخمی مسکراہٹ تھی۔

”جیسے آپ مناسب سمجھیں!“ وہ غصے سے کہہ گیا۔

☆☆☆

ماضی قریب کے ان عجیب واقعات کی بازگشت ذہن میں لیے وہ ساجد کے کمرے میں پہنچ گیا۔

گزشتہ چار سال میں اس کی جسمانی حالت میں کسی قسم کا کوئی تغیر نہیں آیا تھا۔ ابتدا میں اس نے اپنا تعلیمی سلسلہ جاری رکھنے کی کوشش بھی کی تھی لیکن دائمی معذوری اور گھریز کی بے پناہ معذرت کے باعث وہ کامیاب نہ ہو پایا جس کا حل بھی اس نے تلاش کر لیا تھا۔

نصابی کتابوں سے قطع نظر اس نے مادہ کے توسط سے علاقے میں موجود واحد لائبریری سے مختلف کتب منگوا کر مطالعہ کا آغاز کر دیا۔ اس کا ذہن اب یکسو ہو چکا تھا۔ اس کا شوق دیکھتے ہوئے دونوں بھائی بھی اسی نقش قدم پر چلنے لگے۔ مطالعہ کتب نے ایک جانب جہاں ان کی زبان دانی اور عام بول چال میں واضح فرق پیدا کیا وہیں ایک بے حد مربوط اور گہرا احساسِ محبت بھی پروان چڑھنے لگا۔

”کیا ہوا دانی ایسے منہ کیوں لٹکا رکھا ہے؟“ ساجد نے پریشانی سے پوچھا۔

”کچھ نہیں لالہ! بس پوچھی۔“

”یہ بات غلط ہے! کیا تمہیں یاد نہیں کہ ہم نے معاہدہ کیا تھا کہ کوئی معاملہ ایک دوسرے سے پوشیدہ نہیں رکھیں گے۔“ ماجد بھی وہیں موجود تھا۔

”یاد ہے لالہ!“

”تو بتاؤ پھر شاپا!“

”لالہ! یہ دسویں کیا ہوتی ہے؟ ابی جان کس چیز کی ادائیگی کرتے ہیں؟ ہمارے گھر میں ہاتھی سب کی طرح خوش حالی کیوں نہیں؟ ابی جان کی پریشانیوں کی آخر کیا وجہ ہے؟“ اس نے ایک ہی سانس میں کئی سوال کیے۔

ساجد کے چہرے پر کئی رنگ لہرا گئے۔

”یہ بات تو میں نے بھی کئی بار کہی ہے لیکن حقیقت سے

ٹرک ڈرائیور نے پلٹنے کی زحمت نہ کی اور ساجد نیم بے ہوش کی حالت میں وہیں پڑا رہا۔ چند گھنٹوں بعد کچھ راغبیروں نے اپنی مدد آپ کے تحت اسے مقامی اسپتال میں پہنچا دیا۔ خون زیادہ بہہ جانے کے باعث اس کی رنگت زرد ہو چکی تھی۔ ڈاکٹرز نے دستیاب کیمیا کے تحت اسے حتی الامکان طبی امداد فراہم کی لیکن شکر یہ اپنا وار بھر پر اعزاز میں رکھ چکی تھی۔

ساجد کی نہ صرف یہ بڑھ کی بڑھ کر ہی طرح معزوبہ ہوئی تھی بلکہ دونوں ناگوں کی پڑائی بھی چل گئی تھی۔ اسپتال انتظامیہ نے گھریز سے شہر کے کسی بڑے سرجن یا ڈاکٹر پینڈک سے رجوع کرنے کا مشورہ دیا لیکن غربت اور معاشی پسماندگی کسی بھی ممکن علاج کی قائل ہی نہ تھی۔

گھریز نے اورنگ خان سے رجوع کیا اور ساجد کے علاج کے لیے خاطر خواہ رقم کے انتظام کی کئی بار درخواست کی لیکن یہ وہ وقت تھا جب اورنگ کے مزاج کی فروغیت سوا نیزے پر بھی بلند افکار اور دولت کے کوڑے کھانے کے بعد گھریز کے پاس محض اتنی رقم موجود تھی کہ اسے جگر گوشے کے لیے ایک ذلیل چیز کا بندہ دست کر سکے۔ سادہ بچت اس کی پہلی ادویات اور علاج پر پہلے ہی صرف ہو چکی تھی۔

تین ماہ بعد جب تمام جماعت کے سالانہ نتائج کا اعلان ہوا تو صحت مند وجود کا حامل ساجد خان لاغر اور معذور روپ لیے ساڑھے تیرہ سال کی عمر میں ذلیل چیز پر منتقل ہو چکا تھا۔ اس کی حالت زار دیکھ کر گھریز کا دل چاہتا کہ کسی ہی طرح اپنے وجود کی ساری قوت بچنے کو عطا کر دے۔ اپنی ناکامی اور بچنے کی دائمی معذوری کی اذیت سہتا اس کے لیے ہرگز آسان نہ تھا۔ رومل کے طور پر اس نے ساجد کا سامنا ترک کر کے خود کو روز و شب محنت کی بھیٹی میں جھونک دیا۔

اس حادثے نے گھر کا سارا نظام بڑی طرح ٹپٹ کر دیا اور بچوں کی پڑھائی کا سلسلہ بھی وقتی طور پر رک گیا۔ گھائی بھی اس موقع پر بہت پریشانی کا شکار تھی۔ اسے اپنا اندر بچنی کا وجود بھائی کے لیے ایک اضافی بوجھ محسوس ہوتا تھا۔ وہ اپنی معذوری سمجھ بوجھ کے مطابق اسے صرف ایک ہی مشورہ دے سکی۔

”لالہ! ماجد اور دادو کو بھی اپنے ساتھ کام پر لے جائیں۔ کیا یہ بہتر نہیں؟“ گھریز نے سختی سے کہا۔

”لیکن کیوں لالہ! آمدنی میں اضافہ بہت سے مسائل حل کر دے گا۔“

”میں ان بچوں کی تعلیم ہر صورت میں جاری رکھوں گا۔“

دک ڈارمیور نے ہلنے کی دقت نہ کی اور ساجد سے ہوئی کہ حالت میں وہیں رہا۔ چند گھنٹوں بعد مگر کیوں نے اپنی دہانے سے سخت اسے اسی اسپتال میں پھانچا یا۔ خون زیادہ بہا جانے کے باعث اس کی رگت زرد ہو چکی تھی۔ ڈاکٹر نے دستا جب کلامات کے تحت اسے اسٹیج لانا مکان بھی ادا فرما کر لیکھن پور پناہ اور میر پور تھانہ میں کر چکی تھی۔ ساجد کی سریر، ریزہ کی ہڈی کی طرح مضروب ہوئی تھی۔ کسی بدن کو ہانوں کی ہڈیاں بھی ٹھکی گئی تھیں۔ اسپتال انتظامیہ نے گھر سے شہر کے بڑے سربراہان یا گھڑ چنگ سے رجوع کرنے کا مشورہ دیا لیکن غربت اور معاشی پسماندگی کی کمی کھینکے علاقہ کی کھلی تھی۔

گھر پر نہ آنے اور نگہ خاں سے رجوع کیا اور ساجد کے علاقہ کے لیے خاطر اندازہ کہ اسے انتظامیہ کی کارورخواست کی یہ وقت قارب اورنگ کے حوالہ کی فریختی سوا نہیں ہے کی بلکہ انکار اور رات کے گئے کہانے کے بعد گھر پر نہ آئے تھے۔ وہی نرم سوچوں کو اسے جگر کوٹنے کے لیے ایک اونٹنی جتیز کا بندہ رست کر سکے۔ اسے جتیز اس کی پہلی اور اطلاع پر پہلے ہی صرف ہو چکی تھی۔

تین ماہ بعد جب کم محبت کے سالانہ نتائج کا اعلان ہوا تو محنت مند جو کما حاصل ساجد کا لاش اور مضبوط روپ لے سزا دے تھے۔ سال کی عمر میں ڈبل جتیز پر کھل ہو چکا تھا۔ اس کی حالت ذرا کھیر کر بڑا کال چاہتا کر کسی طرح اسے وجود کی ساری قوت بچے کو حفظ کر دے۔ اپنی کاروائی اپنے کی دانی مصلحت کی ان ذہن سہاساں کے لیے ہرگز آسان نہ تھا۔ ڈپٹی کل کے طور پر اس نے ساجد کا سامنا کر کے خود کو روز و شب سخت کی سختی میں جھک کر دیا۔

اس حادثے نے گھر کا نظام ادارہ بڑی طرح تکت کر دیا اور پڑھنے کی پرانی کارسلطنت کو بھی دور پر رکھ گیا تھا۔ کسی اس وقت پر بہت پریشانی کا شکار تھی۔ اسے پناہ دینی کا جوہر بھائی کے لیے ایک اچھا بھلا ہو چکا ہوتا تھا۔ وہ اپنی ضرورت سمجھو ہو جسے مطالعہ اسے صرف ایک ہی مشورہ دے سکی۔

”کیا یہ لالہ اور داجو کوئی ایسے ساتھ کا ہے بے جا نہیں۔ لالہ اور داجو کوئی ایسے ساتھ کا ہے۔“

”میں کیوں لالہ آمدنی میں اضافہ دے رہا ہوں۔“

”میں ان جہاں کی تعلیم پر ضرورت میں جاری رکھوں گا۔“

یہ میرے گھٹن کے پوسے ہیں جو مستقبل میں مجھ پر جانیں گے اور صدمہ کے پانے ہونے کی صورت میں ہی بہترین چل کر فراموش کر دیں گے۔ میں ان پروں کو ڈانے کی کڑی صوب میں جھلنے کے لیے بھروسہ کرنا۔

”ابلی جان فیکہ کیجی تھی پچھوا میں اپنے غلوں کی تعمیر تو حاصل کر سکا لیکن اپنے بھائیوں کی خواب میرے کرتار کھینچا چاہتا ہوں۔ ابھی زندگی اور حالات میں تہذیبی تعلیم کے پلیرے باغ میں۔“ ساجد کے ہوتوں پر ڈپٹی کل سراجہ تھی۔ ”پچھو آپ مناسب نہیں۔“ وہ دھڑ بھٹی کرکدا۔

”ماضی قریب کے ان گزشتہ اوقات کی ذکرت ذہن میں لیے دو ساجد کے کرے میں کھینچ گیا۔ گزشتہ چار سال میں اس کی جسمانی حالت میں کسی قسم کا کوئی تغیر نہیں آیا تھا۔ ابتدائی میں اسے اپنا تعلیمی سلسلہ جاری رکھنے کی کوشش کی تھی لیکن اس کی مصلحت اور گھر پر نہ آنے کے پناہ و رست کے باعث وہ کامیاب نہ ہو پایا جس کا کل بھی اس نے خالی کر لیا تھا۔

”ضامی کیوں اسے قلع نظر اس نے ساجد کے طور سے علاقہ میں موجود دارالامری سے بے خوف کتب گنوا کر مطالعہ کا آغاز کر دیا۔ اس کا ذہن ایک سو ہو چکا تھا۔ اس کا شوق دیکھتے ہوئے دونوں بھائی بھی اسے قدم پر چلتے گئے۔ مطالعہ کوئی ایک سال میں دیکھ چکا تھا۔ جہاں اس کی زبان دانی اور عام بول چال میں اس کی ادب کا کھلنا ایک بے حد مرکب طور گھبرا اور اس محبت میں پروان چڑھنے لگا۔

”کیا ہوا ابھی ان ایسے تین کیوں لنگر کھا ہے؟“ ساجد نے پریشانی سے پوچھا۔

”تین بھائیوں میں سے ایک بھائی ابھی نہیں۔“

”لالہ کی وصی کیا ہوئی ہے؟ ابلی جان کس چیز کی ادائیگی کر رہے ہیں؟“

”ساجد کے گھر سے میری کس بات کی ضرورت ہے؟“

”واقف ہی نہیں ہو سکتا۔“ ماجد نے بھی بے لعلوں میں کہا۔

”ابلی جان تم لوگوں کو غریب کرنا چاہتے۔ ابلی۔“

”میں ان کے ساتھ ہوں۔“ ساجد نے جواب دیا۔

”ابلی جان تم لوگوں کو غریب کرنا چاہتے۔ ابلی۔“

”میں ان کے ساتھ ہوں۔“ ساجد نے جواب دیا۔

”ابلی جان تم لوگوں کو غریب کرنا چاہتے۔ ابلی۔“

”میں ان کے ساتھ ہوں۔“ ساجد نے جواب دیا۔

”ابلی جان تم لوگوں کو غریب کرنا چاہتے۔ ابلی۔“

”میں ان کے ساتھ ہوں۔“ ساجد نے جواب دیا۔

”ابلی جان تم لوگوں کو غریب کرنا چاہتے۔ ابلی۔“

”میں ان کے ساتھ ہوں۔“ ساجد نے جواب دیا۔

”ابلی جان تم لوگوں کو غریب کرنا چاہتے۔ ابلی۔“

”میں ان کے ساتھ ہوں۔“ ساجد نے جواب دیا۔

”ابلی جان تم لوگوں کو غریب کرنا چاہتے۔ ابلی۔“

”میں ان کے ساتھ ہوں۔“ ساجد نے جواب دیا۔

”ابلی جان تم لوگوں کو غریب کرنا چاہتے۔ ابلی۔“

”میں ان کے ساتھ ہوں۔“ ساجد نے جواب دیا۔

”ابلی جان تم لوگوں کو غریب کرنا چاہتے۔ ابلی۔“

”میں ان کے ساتھ ہوں۔“ ساجد نے جواب دیا۔

”ابلی جان تم لوگوں کو غریب کرنا چاہتے۔ ابلی۔“

ہے۔
 "سوت کا فرش جب جان کالے کے لیے آتا ہے تو
 دت دیکھتا ہے نہ صورت حال اس لیے جوگی کر کے جلدی
 کر دے۔"
 "مجھے اس معاملے کی نزاکت کا پورا احساس ہے۔ ہم
 پلیز اٹھمے یہ میری بات کرواؤ۔"
 "جوگی بات ہوئی، اور میرے سامنے ہی ہوگی۔"
 "بالکل تمہارے سامنے ہی سب کچھ ہوگا۔" انہوں
 نے زور دیا کہ۔

"بیلو اٹھ کر کیا میری آواز سن رہے ہیں؟"
 "نہیں سر! وہ سوچا ہوا۔"
 "کیا بالاس بچہ جو پیسے عا ہے جیسا کہ ان کا بیان ہا
 ہے؟" وہ دھماکا نماز میں بولے۔
 "نہیں سر! یہاں صورت حال کافی نازک ہے۔"
 "کیا ہمیں انہیں سے جگ روچیں ہے یا یہ غیر ملکی
 افراد ہیں؟"

"یہ مقامی افراد ہیں سر! انکی مقامی لباس اور انداز
 الطوار کے حامل ہیں۔" وہ قدرے توقف سے بولا۔
 "کیا کسی خاص خوراک یا توین کی کیا ایک ہے؟"
 "نورمال لیان ان کے داغ کے چادر کوٹوں میں
 اٹھام پایا ہوا ہے۔ مجھے ان کا پانی داغ باغلی ہی غاریغ
 کھاتی دیتا ہے۔" اٹھمے نے کچھ سانس بھرے ہوئے کہا تو
 پھل کی کاوتس کا کارن کوٹ پہنا۔

"اس کے سر سے یہ اختیار دیکھ کر برا ہوئی۔
 "ایک زبان زمینال کر بات کرو۔ وہ رشتہ گردی سے
 کھینچ لوگا۔"
 "نہنا مزاج خطرات کا انجیسا کر قسم کا کوئی رسک
 لینے کی ضرورت نہیں۔"

"نہیں سر! ڈونٹ پووری!" اس نے اپنے ہونٹوں پر
 زبان بھرے ہوئے ٹون کا پھینک ڈالا تو منوں کا۔
 "اسے قدرے اطمینان ہو چلا کہ وہ اپنا بیٹام
 پہنچانے میں کامیاب ہو چکا ہے۔"
 "میں صرف چار گھنٹے انتظار کروں گا۔ یہ بعد
 یہاں لاشیں کھڑی کی شریغ ہو جائے گا۔ چرائی کو سرزد
 کی جانب سے اپنے لیے خفیہ سمجھ لیا۔" اس نے سب سے
 ہوئے ٹون آف کروا۔

"مطالبات کے دالوں کی دشت اور پھیل کر
 دالوں کی انکار ہوئی ہے وہیں موجود افراد کو اس بات
 کے بعد کسی ڈانچسٹ 29 فروری 2018ء

چروں پر مردوں چھائی اور سفید پورٹ ہونٹ مسلسل لڑ رہا
 تھا کھٹش میں مصروف تھے۔
 "نہنا سرکاری نمبر کالوار کسی بڑے سے ہماری بات
 کرواؤ۔" سرمنے نے اٹھ کر کھٹش طلب کیا۔
 اٹھم کی آنکھوں اور ہچرے پر بھی سورج اور شہر کی
 پر چھائیاں پڑنے لگی تھیں۔ اس نے اپنا آئینل سوپل ٹون
 طلب کیا اور پینٹاں سلتے ہوئے رابطہ قائم ہونے کا انتظار
 کر رہا تھا۔

دوسری جانب کال ملنے ہی اس نے سرخو کے
 اشارے پر ٹون آف کر دیا۔
 "میری بات غور سے سنو! آج تمہارے دو اہم
 بندوں کے ساتھ وکیل کے بیچے اور ان کے والدین ہمارے
 قبضے میں ہیں۔ ہمیں ہلاکت لینا۔ وکیل کے گارڈ، چوکیدار
 و دیگرہ سب پر قبضے ہیں۔ ان کو ٹون کوٹنی چاہئے نہیں آگے۔
 اگر کوئی بھاری دھماکا کی کوشش کی تو وہ مارا جائے گی۔"
 "تمہارے مطالبات کیا ہیں؟" دوسری جانب سے
 پوچھ کر انداز میں پوچھا گیا۔

"ہم میں کروڑ روپے اور اپنے دو بندوں کی رہائی
 چاہتے ہیں۔" اس نے اطمینان سے کہا۔
 "نہیں کروڑ۔" کیا تمہارا داغ ٹھیک ہے؟"
 "میرے ساتھ دو سے باڑی مت کرو۔" میں ہار ہار
 ایک ہی بات کہہ رہا ہوں۔ ہمیں ہلاکت لینا۔" اس کا
 سٹاک لینے میں کر دیا، اسی انداز کے بدن سٹاک۔
 "میں جانتا ہوں کہ تمہاری پینٹن اس وقت بہت
 اسٹراک ہے لیکن بہت سے معاملات اس وقت میرے ہاتھ
 میں نہیں ہیں۔"

"ہمارے ہاتھ میں اس وقت دوسرے ڈاکٹر لوگوں کی
 زندگی ہے۔" اٹھم کی ایک حرکت سے یہ سب اپنی سوت کو
 کھٹکے کھٹکے سے۔
 "کیوں دو بندوں کی رہائی چاہتے ہو تم؟"
 "جنہیں وہ پٹے پٹے سڑے سڑے موت سٹائی گئی ہے۔"
 اس کا مطالعہ کر دوسری جانب ایک بار پھر خاموشی چھا گئی۔
 "وہاں سو سے ہیں میں ہیں۔" مہلوم مقام پر منتقل
 ہو چکے ہیں۔

"وہ دھماکا کسی کوٹنے میں بھی ہوں۔ مجھے ٹون کی
 دہائی کی قربت ہے چاہے۔"
 "مجھے خود اذیت دے کر دے۔ یہ صورت حال اتنی
 قیادت کے سامنے رکھنے کے بعد کسی کوٹنی کیا جا سکتا

دن بات چیت کرنے کے لیے تیار ہے۔" مٹن احمد مسلسل
 بات سنبھالنے کی کوشش میں تھے۔
 "میں مطالعہ انتظار سے بہت اوپر کی بات ہے اب
 تمہارے بڑوں سے بات ہوگی۔"
 "اوہ اوپ کیا ہواں اسل دھما۔۔۔ تاکہ کتے
 مطالعات سونا چاہتے ہو ان مصروف لوگوں کی امیری کے
 پرے میں؟" اٹھم نے کہا۔
 "ہمارے مطالعات ان لوگوں کے بدلے نہیں، اہم
 دلوں سے۔ یہ تو گھبرائیں کی تید ہمارے گردا گرد ہے۔" وہ
 مٹی خیر انداز میں ہنسا۔
 مٹن کی پیشانی اٹھ کر آواز ہو گئی۔

مٹن میں اسکل قیادت کی تاجی اور قیلم کے لیے
 اپنے مٹن دالوں کے لیے کوئی بات تو نہ تھی لیکن اس طرح
 اسکی سوچوری اور خود امداد سے انہیں صورت حال کی سختی
 کا مکمل احساس دلانے لگے۔ وہ یقیناً عمر بھر ذہن کے حامل
 تھے اور کسی بھی انداز کی صورت میں یہاں قیامت سے پاکر
 سکتے تھے۔
 ہر کسی کا احتیاط کے باوجود وہ قب لگے میں کامیاب
 ہو گئے تھے۔ کرش دات آج پر ضروری تبدیلیوں اور انیکٹر
 سسٹم میں ترمیم کرانے کے لیے چند مقامی افراد کو طلب کیا
 کیا تھا جس کی آڑ میں یہ مکمل کھینے کے لیے انہیں مطالعہ
 سہولیات سے کرانے لگیں۔

پہلے میں شدہ پر اسکی کا نام تھا۔ غرضیوں اور امیریوں
 کی قدرت، ان کا دوست میں اس کی دل کی۔ خطیہ برادر
 بھی افراد۔ کے پاس موجود اشیاء انکی کرکے تھے۔ یہ
 دوسرے سے اور پچھلے لینے سے منتقل رکھنے والے افراد تھے جن
 کے پاس سے اس وقت شام شدہ موپل ٹون اور چند کڑی ٹونوں
 کے ساتھ پھینک دیئے گئے۔
 "ٹھیک ہے اہم امیری میں رہنے کے لیے تیار ہیں
 لیکن ان سب کے مٹوں کو رہا کرو۔" مٹن نے دونوں
 انداز میں کہا۔
 "میں کیا کرنا ہے اور کیا نہیں۔۔۔۔۔ اس کے لیے
 تمہارے حکم ضرورت میں۔ یہاں سے کوئی بھی کسی باہر
 نہیں جائے گا۔ اگر کسی نے مجھے کی کوشش کی تو دنیا پر
 فتنے مارو خود کرو۔" سرمنے نے ایک بار پھر خود امداد میں
 کہا۔
 صورت حال مکمل طور پر راج ہو گئی تھی۔ ہر فرد
 کے دل میں صحتوں کے ہمارے گونے پھٹ رہے تھے۔

"کیسی گندمی؟" مٹن احمد نے اٹھ کر کھٹش دینے کا
 اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔ وہ اس معاملے کو کھٹشے دل و
 دماغ سے لگا رہا تھا تھا۔
 "میں اپنے لوگوں کو بے جا کھٹک رہا ہوں۔۔۔۔۔
 گندمی نہیں تو اور کیا ہے؟"
 "دیکھو تمام غلط سمجھ رہے ہو۔ یہ تو خاص ایک رواجی
 ہے۔"
 "اس کی طرف سے پکڑ دیا جاؤ گے۔ نتیجہ تو ایک
 ہی ہوتا ہے۔" وہ بدھ دھری سے بولا۔
 "میں گھبراہٹ میں بات پر کچھ گفتافت سے تو تم مجھ سے
 برا وادست بات کر لیجے۔ میں نے اپنے دروازے پر ہر ایک
 کے لیے کھٹکے رکھے ہیں۔"
 "تم مجھ کوگ صرف ایک ہی زبان سمجھتے ہیں۔۔۔
 جیسا کہ کی زبان۔" اس نے اپنی رائی سمجھتا ہوں سے سب
 سے کہا۔
 "مجھے کھٹکے پر کم لوگ میرے حلق کی شدہ پھٹاؤ
 کا پورا۔" وہ اٹھ گئے۔
 "میں انکی غلطی نہیں ہے۔۔۔۔۔ بہت بہتر ہے
 تم لوگوں پر نظر رکھے ہوئے تھے۔" اس نے اطمینان سے
 داس کے ساتھ موجود چوکیدار اپنی طرف کھٹکے ہوئے کہا۔
 "اتھما تو پھر کیا نتیجہ لہا جی جاسوسی کا؟" اٹھم
 نے پوچھا۔

"نہیں یہاں ہے جانی پھٹا رہا ہو۔۔۔۔۔ کافر کوگوں کی
 زبان کھٹکے ہوئے نہیں۔"
 "اگر بڑی زبان کھٹا دت کا خفا ہے۔ تزی
 کرنے کے لیے دیادیا کی سیکے میں کیا راج ہے؟" مٹن احمد
 اس کی طرف سے جواب دیا۔
 "کافر ہر حال میں کافر ہے۔ لوگ کھٹکے بہانے کھٹ
 لینے سے خرام سنے مطالعہ میں نہیں بدل جاتی۔"
 "غیر بڑی کیا ہے اس ذریعہ تعلیم میں؟ کیا جیسا ہی
 لسل کو پھر دیتا کے ساتھ قدم ڈاکٹر کھٹکے ہیں؟"
 "تم کوگ ملای کھٹکے ہوئے نہیں۔ یہ زبان سیکہ کر مطالعہ
 قیلم کے ساتھ حاصل نہیں ہوتا۔" اس کی بات دھری دیکھتے
 ہوئے اٹھ رہے۔ "میں جانتا ہوں۔ خفیہ کے پھٹے بیچے گئی ہیں۔
 "تمہارا یہ سوخت درست نہیں، لیکن پھر بھی اگر ایک
 لہر کے لیے اسے درست تسلیم کر لیا جائے تو اس میں اس ہے
 کتاہ بھی اور والدین کا کامیاب۔۔۔۔۔ انہیں رہا کرو۔
 اسکل انتظار ہے تمہارے مطالعات اور گفتافت کے لیے وہ ٹون

جاسوسی ڈانچسٹ 28 فروری 2018ء

جاسوسی ڈانچسٹ 28 فروری 2018ء

جاسوسی ڈانچسٹ 28 فروری 2018ء

جاسوسی ڈانچسٹ 28 فروری 2018ء

جاسوسی ڈانچسٹ 28 فروری 2018ء

جاسوسی ڈانچسٹ 28 فروری 2018ء

تھا۔

اس کی دھمکی بھی محض گینڈر بھیکی نہ تھی۔ اس نے اپنا اعتبار اس کی اہمیت چاک کر کے ظاہر کر دیا۔ واجد کے لیے اب وہاں کسی بھی روز گار سے منسلک رہنا ناممکن تھا۔

☆☆☆

سر دی کی لہریں کسی پر جمی کے مانند واجد کی ہڈیوں میں گودا جھاری تھیں۔

بامنی کے مرفزاروں میں جھپکنے ایک طویل رات کا اختتام ہو گیا۔ اپنا ڈن چھوڑ کر یہاں آمد کے بعد اس کے شب و روز کا یہی معمول بن چکا تھا۔ دہر اپنا وجود شفقت کی بجھی میں جھونکنے کے بعد رات ہوتے ہی بامنی کے نقش آنکھوں میں اجاگر ہونے لگتے۔ حسین ترین لمحات کی خوبصورتی محسوس کرتے بھانک پادیں کسی وقت اس کے لاشعور سے نکل کر شعور کے آفت پر گٹاؤں کی طرح چھانے کے بعد دل کے موسم میں جس اور گھٹن پیدا کرتیں، اسے علم ہی نہ ہوتا۔

صبح کا احوال اب کائنات کی ہر شے کو تار کیوں سے نہات دلائے گا۔ وہ قرب و دُور سے والے بے نیازی اختیار کیے خیمے کے فرش پر آنکھیں باز دے ڈھانچے لیٹا تھا۔ اس کی حسیات بہر حال چوکنا تھیں۔ اپنے پاس کسی کی موجودگی اور خود پر مرکوز نظریں بھی محسوس ہو رہی تھیں لیکن وہ کسٹندی سے لیٹا رہا۔

”کافی دلچسپ کردار بہت اچھا“ اسے عدنان کی آواز سنائی دی۔

”میوزیم میں رکھو اور پھر!“ اس نے نیم بیزاری سے جواب دیا۔ رات چلنے کے باعث آواز میں یو جمل پن اور لہجے میں کھڑکھڑاہٹ پیدا ہو گئی تھی۔

گزشتہ روز واجد خود اس سے بات چیت کرنے کا خواہشمند تھا لیکن اب اپنے دل و دماغ پر چھائی افسردگی کے باعث خاموشی میں پناہ ڈھونڈ رہا تھا۔

”ایک تم ہی نہیں..... ہم سبھی یہاں میوزیم میں رکھے جانے کے قائل ہیں۔“ عدنان نے اس کی کیفیت کو گہری فکروں سے جانچا۔

”رات تم کسی اضطراب میں مبتلا لگ رہے تھے؟“ مصطفیٰ بھی وہیں چلا آیا۔

”ہواؤں میں تیر نہ چلاؤ۔“ واجد نے سر جھٹکا۔

”یہ فیک کہہ رہا ہے..... میں نے بھی تمہاری بے چینی محسوس کی تھی۔“ عدنان نے بھی اسے گھبراہٹ۔

”نکل رات تم نیند میں کسی کو پکارتے ہوئے نکل رہے

سرحدی محافظوں کے سامنے اپنے جنگ زدہ مکی حالات بیان کرنے کے بعد وہ رجسٹریشن حاصل کرنے میں کامیاب ٹھہرے۔ یہاں قانون کے مطابق چند مخصوص ممالک کے افراد کے لیے اتارنی سہولیات میں بہت نرمی تھی۔ بعض ممالک سے نقل مکانی کرنے والے افراد اپنے بیوی بچوں کو بھی ساتھ ہی لے آتے لیکن واجد کے ہم وطنوں کے لیے وہاں نرمی تھی نہ ہی کوئی رعایت۔

واجد نے سوئی کے کپنے پر سن وحن عمل کیا اور چند ہی لمحوں میں انہیں عارضی بنیادوں پر ایک اسٹور میں سامان ڈھونے کی نوکری مل گئی۔ وہ بہت خوش تھا۔ کام سخت اور ادائیگی معمولی تھی لیکن وہ ایک محفوظ مستقبل کے لیے پُر امید ہوتے ہوئے تقدیر کا دار ایک بار پھر فراموش کر گیا۔

واجد اپنی ذمے داریاں بہت ایمانداری سے نبھانے میں مصروف تھا۔ اسے گرد و پیش کے مناظر سے بھی کوئی سروکار نہیں تھا۔ وہ اپنی ذات میں غم رہتا لیکن اس بے نیازی کے باوجود بارش کی اس ٹھنسی کی حرکات پوشیدہ نہ رہ سکیں۔

باہر سامان کی ہیرا پھیری میں لوث ہونے کی کوشش میں گمن نظر آتا تھا۔ اس نے مقامی افراد سے راہ و رسم بہت تیزی سے بڑھائی تھی۔ اپنی نوٹی پھولی انگریزی سے وہ انہیں مدعا سمجھانے میں کامیاب رہتا۔ اس سے میل جول رکھنے والے افراد کی صورت بھی قابل اعتبار نہ تھے۔

”یہ تم کی چکروں میں پڑے رہتے ہو آج کل؟“ واجد نے اس سے علاقائی زبان میں پوچھا۔

”تم اپنے کام سے کام نہ کرو۔“ باہر بھڑک گیا۔

”تمہاری ایک غلط حرکت یہاں کئی افراد کا روزگار ختم کر دے گی۔“

”مجھے زیادہ سبق پڑھانے کی ضرورت نہیں..... انسان۔“ اس نے واجد کی قومیت کو ایک نامناسب لفظ میں بیان کیا۔

اس گالی کو سننے کے بعد واجد کے لیے بھی برداشت ناممکن تھی۔ اس نے ایک زوردار گھونسا باہر کے منہ پر رسید کر دیا۔

”تمہاری حسب الوطنی کی ایسی کی تھی..... اس وقت یہ محبت کہاں چھپی تھی جب چند پیسوں کی خاطر اپنی شامت چھپائے جھوٹ در جھوٹ بولتے چلے گئے۔ تمہیں یہ حرکت بہت مہنگی پڑے گی..... تمہاری اصل جگہ یہاں صاف ستھرا معاش نہیں بلکہ جنگل اور شہری حدود سے باہر موجود وہ خیمے ہیں جہاں تمہارے ہم وطنوں کو رکھا جاتا ہے۔“ باہر آپے سے باہر

”مجھے یہاں کسی ایسے شخص کی تلاش ہے جو فرار میں ہماری مدد کر سکے۔“ وادہ نے اپنے چہرے کا ہرگز نہ ہلکا کر لیا۔

”کیسی مدد؟“ اس نے دھکیلی سے پوچھا۔
”ہیرڈی معاملات میں ہزاروں بات چیت، اور زبان دہانی کی وضاحت۔“

”تو پھر کلا کوئی ایسا شخص؟“
”ہاں! اس میرے سامنے موجود ہے۔“
اس بار پھر گھٹنے کی ایک حد تک اٹھائی۔

☆ ☆ ☆
سیاہ ہڈا کا رڈ کبک نما ہی ہے نوکر پر درواں کی۔
گڑا کی میں چاروں طرف موجود تھے لیکن میں نے کوئی نہ دیکھا تھا۔

”مساب بھی نہیں آ رہا کہ اس کا نام کونسا ہے۔“
”نکل آئے ہیں۔“ مصطفیٰ نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔
”مجھے اس بات پر یقین کرتا تھا کہ وہ کبھی بے ہوش ہو کر آئے۔“
”اسے دیکھو! اس بات کا ایک کچھ تو یاد ہے۔“
”اسے دیکھو! اس بات کا ایک کچھ تو یاد ہے۔“
”اسے دیکھو! اس بات کا ایک کچھ تو یاد ہے۔“

”اسے دیکھو! اس بات کا ایک کچھ تو یاد ہے۔“
”اسے دیکھو! اس بات کا ایک کچھ تو یاد ہے۔“
”اسے دیکھو! اس بات کا ایک کچھ تو یاد ہے۔“
”اسے دیکھو! اس بات کا ایک کچھ تو یاد ہے۔“

☆ ☆ ☆
”اسے دیکھو! اس بات کا ایک کچھ تو یاد ہے۔“
”اسے دیکھو! اس بات کا ایک کچھ تو یاد ہے۔“

☆ ☆ ☆
”اسے دیکھو! اس بات کا ایک کچھ تو یاد ہے۔“
”اسے دیکھو! اس بات کا ایک کچھ تو یاد ہے۔“

☆ ☆ ☆
”اسے دیکھو! اس بات کا ایک کچھ تو یاد ہے۔“
”اسے دیکھو! اس بات کا ایک کچھ تو یاد ہے۔“

☆ ☆ ☆
”اسے دیکھو! اس بات کا ایک کچھ تو یاد ہے۔“
”اسے دیکھو! اس بات کا ایک کچھ تو یاد ہے۔“

کاسو ایک کیوں کر رہا ہے۔ میں یہ بھی نہیں جانتا کہ مجھے انسانوں کی بہت بڑی رقم ہے۔ ہرگز نہیں۔ میری دنیا تو میرا بھائی تھا۔ میں اس کی نظر سے دیکھتا رہتا تھا۔ وہ دھشت کے اندر ہو گیا اور مجھے اس کا رواج میں نہ تھا چھوڑ دیا۔ اس کے ہاتھ کی ایسے ہی تھے اور وہ مجھے بتاتا تھا کہ اس کی انہوں کے حال کا افراد مورد باؤا کر ہوئے ہیں۔ تم کون ہو؟ میں نہیں جانتا۔ میری طرح جیتا تھا اب بھی ایک ماں ہی ہو گا۔ اسے اسے کر کے میں بھی کوئی دیکھتا نہیں۔ صرف دیکھی ہے تو اس بات میں کہ مجھے دو فیصد مال اور باقی بھر بندے کا مال تھا۔ کیوں اور وہ بھی اس کا جواب بھی نہیں اس وقت سے کہ جب میرے ساتھ یہاں سے نکل چلو گے۔ میں پہلے ہی اندازہ تھا کہ تم کیا آئے ہو، جیسے کہے ہو۔“

”یہ تمہارا دور نہیں ہے۔“
”اگے کی ایک مسئلہ نہیں چارے! فرار تو ہوتا ہی تھا۔“
”جیسے میرے ساتھ ہی کی۔“
”اسے دیکھو! اس بات کا ایک کچھ تو یاد ہے۔“
”اسے دیکھو! اس بات کا ایک کچھ تو یاد ہے۔“

☆ ☆ ☆
”اسے دیکھو! اس بات کا ایک کچھ تو یاد ہے۔“
”اسے دیکھو! اس بات کا ایک کچھ تو یاد ہے۔“

☆ ☆ ☆
”اسے دیکھو! اس بات کا ایک کچھ تو یاد ہے۔“
”اسے دیکھو! اس بات کا ایک کچھ تو یاد ہے۔“

☆ ☆ ☆
”اسے دیکھو! اس بات کا ایک کچھ تو یاد ہے۔“
”اسے دیکھو! اس بات کا ایک کچھ تو یاد ہے۔“

☆ ☆ ☆
”اسے دیکھو! اس بات کا ایک کچھ تو یاد ہے۔“
”اسے دیکھو! اس بات کا ایک کچھ تو یاد ہے۔“

☆ ☆ ☆
”اسے دیکھو! اس بات کا ایک کچھ تو یاد ہے۔“
”اسے دیکھو! اس بات کا ایک کچھ تو یاد ہے۔“

☆ ☆ ☆
”اسے دیکھو! اس بات کا ایک کچھ تو یاد ہے۔“
”اسے دیکھو! اس بات کا ایک کچھ تو یاد ہے۔“

☆ ☆ ☆
”اسے دیکھو! اس بات کا ایک کچھ تو یاد ہے۔“
”اسے دیکھو! اس بات کا ایک کچھ تو یاد ہے۔“

☆ ☆ ☆
”اسے دیکھو! اس بات کا ایک کچھ تو یاد ہے۔“
”اسے دیکھو! اس بات کا ایک کچھ تو یاد ہے۔“

☆ ☆ ☆
”اسے دیکھو! اس بات کا ایک کچھ تو یاد ہے۔“
”اسے دیکھو! اس بات کا ایک کچھ تو یاد ہے۔“

☆ ☆ ☆
”اسے دیکھو! اس بات کا ایک کچھ تو یاد ہے۔“
”اسے دیکھو! اس بات کا ایک کچھ تو یاد ہے۔“

☆ ☆ ☆
”اسے دیکھو! اس بات کا ایک کچھ تو یاد ہے۔“
”اسے دیکھو! اس بات کا ایک کچھ تو یاد ہے۔“

☆ ☆ ☆
”اسے دیکھو! اس بات کا ایک کچھ تو یاد ہے۔“
”اسے دیکھو! اس بات کا ایک کچھ تو یاد ہے۔“

☆ ☆ ☆
”اسے دیکھو! اس بات کا ایک کچھ تو یاد ہے۔“
”اسے دیکھو! اس بات کا ایک کچھ تو یاد ہے۔“

☆ ☆ ☆
”اسے دیکھو! اس بات کا ایک کچھ تو یاد ہے۔“
”اسے دیکھو! اس بات کا ایک کچھ تو یاد ہے۔“

☆ ☆ ☆
”اسے دیکھو! اس بات کا ایک کچھ تو یاد ہے۔“
”اسے دیکھو! اس بات کا ایک کچھ تو یاد ہے۔“

☆ ☆ ☆
”اسے دیکھو! اس بات کا ایک کچھ تو یاد ہے۔“
”اسے دیکھو! اس بات کا ایک کچھ تو یاد ہے۔“

☆ ☆ ☆
”اسے دیکھو! اس بات کا ایک کچھ تو یاد ہے۔“
”اسے دیکھو! اس بات کا ایک کچھ تو یاد ہے۔“

☆ ☆ ☆
”اسے دیکھو! اس بات کا ایک کچھ تو یاد ہے۔“
”اسے دیکھو! اس بات کا ایک کچھ تو یاد ہے۔“

☆ ☆ ☆
”اسے دیکھو! اس بات کا ایک کچھ تو یاد ہے۔“
”اسے دیکھو! اس بات کا ایک کچھ تو یاد ہے۔“

☆ ☆ ☆
”اسے دیکھو! اس بات کا ایک کچھ تو یاد ہے۔“
”اسے دیکھو! اس بات کا ایک کچھ تو یاد ہے۔“

☆ ☆ ☆
”اسے دیکھو! اس بات کا ایک کچھ تو یاد ہے۔“
”اسے دیکھو! اس بات کا ایک کچھ تو یاد ہے۔“

☆ ☆ ☆
”اسے دیکھو! اس بات کا ایک کچھ تو یاد ہے۔“
”اسے دیکھو! اس بات کا ایک کچھ تو یاد ہے۔“

☆ ☆ ☆
”اسے دیکھو! اس بات کا ایک کچھ تو یاد ہے۔“
”اسے دیکھو! اس بات کا ایک کچھ تو یاد ہے۔“

☆ ☆ ☆
”اسے دیکھو! اس بات کا ایک کچھ تو یاد ہے۔“
”اسے دیکھو! اس بات کا ایک کچھ تو یاد ہے۔“

☆ ☆ ☆
”اسے دیکھو! اس بات کا ایک کچھ تو یاد ہے۔“
”اسے دیکھو! اس بات کا ایک کچھ تو یاد ہے۔“

☆ ☆ ☆
”اسے دیکھو! اس بات کا ایک کچھ تو یاد ہے۔“
”اسے دیکھو! اس بات کا ایک کچھ تو یاد ہے۔“

☆ ☆ ☆
”اسے دیکھو! اس بات کا ایک کچھ تو یاد ہے۔“
”اسے دیکھو! اس بات کا ایک کچھ تو یاد ہے۔“

☆ ☆ ☆
”اسے دیکھو! اس بات کا ایک کچھ تو یاد ہے۔“
”اسے دیکھو! اس بات کا ایک کچھ تو یاد ہے۔“

☆ ☆ ☆
”اسے دیکھو! اس بات کا ایک کچھ تو یاد ہے۔“
”اسے دیکھو! اس بات کا ایک کچھ تو یاد ہے۔“

نظر میں کرے میں موجود ایک تصویر پر گزری تھی اور دونوں
 پہلو پر دو پہلو کے اوقات میں لگے ہوئے تھا۔
 ☆ ☆ ☆
 جبکہ جب کہ فخر سے اپنے چاہتا جائے لینے کے بعد وہ
 بہت باہر میں اور دل گرفتہ تھا۔
 قسمت سے اسے ایک عجیب گلاب میں پھنسا ہوا تھا۔
 وقت نہ ہوا تھا اور قدر پر تشریف لے گئی تھی سنبھالنے بھی
 تھی۔ سوئے گا تو بھولنے سے تھی بونے کا تھا۔ ایک پہلو کے
 لیے اسے فخر میں بھی بھولنے کا لیکن پھر یہ حال آکر اس
 کے سرور اور وہ دور تھا۔ یہ لہر باڑیاں تو ان کے لیے کاروبار
 تھیں۔ واحد کی جگہ کم تھی، دہائی ہی سے اسے اسے معیت
 میں پھنسا ہوا تھا۔
 اسے ابھی کی گئی ایک بات شدت سے یاد آ رہی
 تھی۔ وہ لڑا لڑا کرتا تھا کہ کئی گھنٹوں میں اسے انسان کو بے
 قوف نہیں بنا سکتا۔ دھواکتا تو ہم خود اپنے آپ کو دیتے ہیں۔
 غور میں ہی اس کا ایک پہلو اپنے بندوں کی۔
 رہنا زندگی میں اپنے جیسے واحد کو دل کی سے زور سے
 ملتی تھی۔ ان کے گھول میں وہاں سہا سہا تھا۔
 "کہاں گھر تھے گھر لارہا تھے اس دنیا میں جیسے کا وحک
 تو کھانے گھر ہوتے۔ ایک ہندو تھی نہ ہی میں نے کبھی اس
 دیدہ بہتے کی طرح جھک رہا ہوں۔ منزل کے کسی نشان
 گم ہوا۔ میرے قدموں پر اور دور سے، بعدوں، ڈنٹے
 اور میں کی چوڑی چوڑی چلی۔ وہ دوسرے میں بھی دیتی اور جیسے کا
 میں تھی تھی تھی۔ اس کے جی میں اسے اپنے پاس سہا سہا
 قاضی کی اذیت سے کہیں جی رہی تھی۔
 تصور میں اپنے چاروں کے چہرے سے دیکھا وہ سختی
 دیکھ رہا تھا۔ دوسرے وہاں بیٹھا۔ بھلا یہ بعد اس کی سماعت
 میں آتی تھی کی آواز سے صور پھلکا۔
 "چلو ہو جاؤ وادہ۔ مسٹر پاسن سے تمہاری بیٹی کے
 لیے اپنا زور دینا چاہیے۔
 "میں تیار ہوں۔" چنان چاہے وہ فکریں دو۔
 وہ واحد کی کب لہجہ میں ادا کی گئی تھی۔ وہاں پر تھی بلبلوں میں
 گیا۔
 "وہی انکم رہا سوری، لیکن میں چاہو کہی تمہارے
 لیے کچھ نہ کر سکا۔" قانون سے ہمارے چاہے ہوا ہوا رہے
 ہیں۔ تمہارے ملک اور ہم دونوں کے لیے تو آئیں۔"
 "میں گرو دیار۔" میرے کان تک گئی تھی یہ دلیل
 سننے ہوئے۔ مہارے تصور اور ہم ہمارے ہی حکایت میں

کر، خصوصی سہا سہا کے لیے استعمال کیا جاتا
 ہے۔" برائے سے لکھی دھواکتا میں غائب کیا۔
 "مجھے تو یہی سوا ہوا مل سکھ ہوتا ہے۔" مدھان
 نے شہتہ میں اٹھ کر میں اسے جاب سے جاب دیا۔
 معنی اس کے سنے سے لکھنے والے الفاظ کو کرشندر
 تھا۔
 "مسٹر! زور دینا ہی تو رہی ہیں۔"
 "بھئی! اور تو مجھے علم ہے کہ شرتا کے گھر میں یہ
 سونے کی کدیت ہوتا ہے میں تو صرف یہ کہہ رہا ہوں کہ
 اگر میں یہاں جانے کے لیے اتنا باج زور نہ کر پھیلا گیا
 تو تو مجھے محسوس ہونے کا شاید ہمارے استعمال کے لیے
 اس گھر کا سہا سہا ہونا ہے کے ساتھ کہہ آواز بلند کرنا
 رہا جو کہ گہرا ہو۔ بھول رہا سہا سہا ایک ہے۔" مدھان
 نے اسے سہا سہا دیا۔
 برائے سات انداز میں کھڑا اور ایک توقف سے
 بولا۔ "میں آپ لوگوں کی اتنی جلد آتی تو جی نہیں تھی۔
 انکم اور کم انکم میں وہاں رہنے کی ہدایت تھی۔ خوش قسمتی
 ہے کہ ہم روز میں ہی مل سکے۔ آپ جہاں تو ہوا کر
 فرمیں ہو گیا۔ میں نے جگہ جگہ کو اڑاتے آ کر دیکھے دینا
 ہوں۔"
 "ہم۔۔۔! آئیے برا نہیں دیے۔" مدھان نے نیم
 رضامندی سے کہا۔
 "مجھے محسوس ہے کہ یہاں ضرورت نہیں۔ تم دونوں چلے
 جاؤ۔ رہنا سہا سہا کی گھر میں موجود ہوگا۔" وادہ نے کہا۔
 برائے آئیں پر آس پاس کردوں سے محنت ہاتھ میں
 طرف سے لے گیا۔ "تو کہہ سہا سہا میں گم پانی کی موجودگی
 سے وہ ہے اختیار کسما کرہ گئے۔ لیکن کی تہوں میں چھپا کر
 پانی کی ایک ایک بند کے لیے نکل رہا تھا۔
 برائے آئیں وہ چھوڑ کر وادہ کے پاس چلا آیا۔
 "آپ کی گھر کی ہادی تو کھاتے سے بڑھ کر سماعت
 ہوئی۔" اس نے کھلے سے سراہا۔
 "ہاں! مجھے خود بھی اندازہ نہیں تھا کہ یہ کام اس قدر
 آسان ہوگا۔"
 "آپ کمانے میں کیا پہنچا پندرہ گریں گے؟"
 "بھئی! لے کر مارا اور دونوں سے سخت عذاب میں جلا
 رہا ہوں۔" وادہ حال سے لہجے میں بولا۔
 برائے لیکن انداز میں سہا سہا نہ رخصت ہو گیا۔ وادہ کی
 فرمائشوں پر آئیں۔

والا دروازہ کو کھولنا چاہتا لیکن ڈرائیور ایک کس کی طرف
 بڑھا۔
 "بلیز مہارے میری ڈرائیو ہے۔" اس نے تھکی انداز
 میں کہتے ہوئے دروازہ کھول دیا۔
 مدھان اور معنی اس کے ہڈوں پر بہت حیران تھے۔
 معنی کے چہرے سے ایک ایک لہجہ میں تھی کہ کھٹکے۔
 "کٹا ہے، ہائی لوسٹ کی رت آگئی ہے۔" وہ
 غراباگ سے انداز میں بڑبڑایا۔
 ڈرائیور اب ایک بڑا کڑا کھم کے گیت پر کھڑا تھا۔
 اٹھائی گئی تھی۔ اسے کھانے کے بعد کھانے سے تمہارا وادہ بھری۔
 "جی، میں ایلیم ہوں!"
 "کیا سہا سہا آگئے؟"
 "جی، میں سہا سہا موجود ہیں۔"
 سیاہ رنگ کا دروازہ کھلا اور اسے کھلا اور ایلیم آئیں
 لیے اندر چلا آیا۔ داخلی دروازے کے سامنے ایک چوڑی تھا
 چپاں دو گزوں میں موجود تھی۔ چوڑی کے بعد دو گزوں میں
 گھسی لاق، رات کے اس آخری پہر میں شکر اور کی کا
 تاثر مزید گہرا محسوس ہو رہا تھا۔ ان کے کا لہجہ لہجہ کی وجہ
 سے ہم کپا کر رہ گیا۔
 "تمہاری ڈرائیو اب آپ کے پاس ہے،" کا لہجہ کے داخلی
 دروازے سے کھڑے ایک شخص نے کہا۔
 وہ پھر یہی جہاز اور طرزی اقامت کا حامل محس
 تھا۔ چہرہ چہرہ اور طرزی کھردرے سے لیکن لب و لہجے میں
 نرمی اور ہنسی تھی۔
 "بہت بھر ہے برائے!" ایلیم نے قدموں لوٹ گیا۔
 اب وہ تینوں برائے کی ہادی میں ایک کھانا کھا رہا تھا۔
 میں داخل ہو گئے۔ رات کے اس پہر میں گھر کی آواز میں تیار بھی
 ہوئی تھی۔ ہم گھر میں داخل ہو کر غراباگ کے ہادی میں۔ اس
 تمام دور غراباگ کا حال میں ایک ایک گھر کے گھر کے
 سادگی اور غصہ دار۔ معنی میں شکر ہوری کی ہادی پر
 اپنے گھر میں اس کی اٹھائی گئی تھی۔ اور اس کی ہادی میں نظر
 آئی ہے لیکن یہاں سادگی اور وہ کہہ سہا سہا میں غلاب تھا۔ لیکن
 وہ دولت مند ہونے میں تو بری ہر شے میں تھی۔ ہم حراج کی
 غریبوں کی یہی جگہ دینا کھڑے ہوا تھا۔
 لاڈلے عبور کرنے کے بعد دیکھی جانب بڑھ گیا
 چڑھتے ہی ایک طرف میں ہادی کی ایک شخص۔ وادہ کی
 انتہائی کو بے چارہ تھی ایک کس سے میں نے چاہا تھا۔

کی زندگی کھانے پینے اور آسائشات تک محدود ہو کر رہے
میں وہاں چھانے کے ٹھکانے، سفیر، چینی کافی دلی، دیوی سی آر اور
نئی ٹی ویوں کی سسٹمز موجود تھیں۔

فرق ایک صرف کاروباری شخص تھا جسے بھرتی
محلات علاقے کے لوگوں کی شکایات اور گھر بیل ملازمین کو
رعب دہانے میں رہنے کی کوشش کے علاوہ اگر ضرورت تھی
تو وہ مختلف ٹھکانوں کے انحصار پر صرف ہوجاتی۔

اس کی پردہ میں والدہ کا کل کل بہت کم تھا۔
رخسانہ کی حیثیت دے دیے گئی مگر میں رکھے تجربے سے زیادہ نہیں
تھی۔ کم تنگ اور غیر ختم یافتہ ہوا اس کی انسانی خواہشیں میں
اس نے گھر کی عمریں بائیں بچوں کو ہی انداز اور سماجی شعائر
سے آگاہ کر لی ہیں۔ وہ مصطفیٰ کو آداب، شہنشاہی سے آگاہ کر
دی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب وہ اسے اپنی اطلاع کی
طرف مائل کرنے پر متوجہ ہوئی تو وہ ہوشیاری سے وہ
دھماکا اور دیر میں اس کی مثال آپ تھا۔

اس کی نظر میں ماں کی دینی عزت اور اہمیت اس
روز ختم ہوئی جب فرقی نے اسے مدیگر مرزا پر دھوکہ دیا۔
"میری بہت کہیے میرے بچے کو ہاتھ لگانے
کی" وہ دہلا۔

"اس میں خفا دعوات پیدا ہونے لگی ہیں۔" رخسانہ
منہ مانی۔
"خفا یا سچ کا فیصلہ کرنے والی تو کون ہوتی ہے؟
میرے پاؤں کی جڑی ہے تو اور ہمیشہ یہی تحریر الیحدی رہے۔
کی۔"

رخسانہ اولاد کے سامنے اپنی یہ تبدیل برداشت نہ
کر پائی اور برحقا دل بالائے طاقت رکھدی۔
"آج یہ میری ذمہ داری ہے۔" اس کی بچی
غاضب تھیں نے لڑائی کی ایک داستان۔
بارہ بچے کا یہ سلسلہ سے نکلی وہ بچیں نہیں آقا تھا۔ بھائی
میں ان کو قتل کرنے کی نیت میں اس کی بیوی اس سیک ویا کرتا
تھا لیکن اس مرد و سالہ صاحب کے بڑے ہاتھ لگتا تھا۔
"اچھا! تو کون کی لالت صاحب کی بچی ہے جیرا ہر عمر
دہانے۔"

"ماں ہوں میں اس کی۔" میں نے پیدا کیا ہے
اسے۔ "گلشن کی ہیں اس کے لیے۔"
"کوئی بچی پرورش نہیں کرتی ہے۔" قمر نے گالی
دلی۔ "کوئی بچہ سا حسن کیا ہے مجھ پر؟"
مصطفیٰ آپ کی شہ پر مزے ہو گیا۔ "بھئی بھئی نہیں

"بھئی مجھ پر کیا تھا۔"
"کیوں؟ کل کیا ہوا تھا؟" اس کے ماتھے کے غل
گہرے ہوئے۔

"مجھے سپارے کا سبق یاد نہیں ہوا تھا۔۔۔۔۔ اس
لیے۔"

فرقی کی اس حسات پر مزید آگ بگولا ہو گیا۔
"دلی تو چاہتا ہے کہ تیرا گھاکھوت دوں۔" اس نے
اپنے مضبوط ہاتھوں سے رخسانہ کی گردن یوں پکڑ لی۔
"میں نے کچھ بھگے نہیں کیا۔۔۔۔۔ ماں ہوں میں اس کی۔
مزہ دینا شروع ہے۔۔۔۔۔ اتنا بڑا ہو گیا ہے یہ بچہ نورانی قعدہ
تک نہیں نہیں کر سکا۔ اسکول کی تعلیم تو بھی بہت دور کی بات
ہے۔" اس کی مولوی کو دور دور سے زیادہ لگنے لگے نہیں دیکھ کر
اس کی زندگی خراب کرنے پر کیوں تھے وہ؟ "رخسانہ بے وقوف
ہوئی۔"

"فرقی کی اولاد ہے۔۔۔۔۔ جس کے ساتھ جو مرضی
سلوک کرے تم ان کو اسے دے نہیں ہوگی۔"
"اپنی حالت پر بددعا کر ہی جے۔۔۔۔۔ اولاد کو دنیا اور
آخرت کیوں خراب کر دے؟"

"اس علاقے پر غمگینی کرنے کے لیے پیدا ہوا ہے
اور صبر کرنا بھی کسی کے محتاج نہیں ہوتے۔"
اس کے ہاتھ اور گونے بلور بیج چلی تھے۔

"میرا دست مہملہ اقرے! انیری اوقات اور اصلیت
مجھ سے بڑے کرو گئی نہیں جانت۔" بڑا یا صبر کر۔ ذات
دی کو ڈھکی سے شہنشاہی نوں بیجے۔ "رخسانہ کے خوف
اعزاز نے اسے باطل ہی بے جا قہر کو یاد اور دہلا سوچے کیجے
اسے ابلہ بان کرنا تھا۔"

وہ دہلا طلب خردوں سے بچنے کی طرف دیکھتی اور کرب
سے بچتی رہی لیکن وہ آپ کے اس روپ کو دیکھ کر اس قدم
خدا تھا کہ ان کی بے رحمی دکھائی دے رہی تھی نہ ہی اس کی پکار
سالی دے رہی تھی۔

بڑا غمگین رخسانہ نے فرقی کی حالت میں بے ہوش ہو گئی۔
☆☆☆☆

رات گہری ہو چکی تھی۔
مصطفیٰ قمر سے کمرے میں دلی آ کر ہر ایک کی ضرورت کھینے
میں جس فکر تھک کر جانے سے بڑھائی کھائی کے محلات میں
چھوٹ لی جانے کے منصوبے نے اسے قعدہ سے بے یقین کر دیا
تھا۔ وہ دوا دے پر آہستہ ہوئی اور ملازم کی چمک کے اس کا
حران چہرہ ہو گیا۔

"کیا بات ہے؟ کیوں آئی ہو؟"
"جھوٹے اکا۔ آپ کو کتنے ساجد نے بلایا ہے۔"
"کیوں؟" وہ جب گیا۔
"وہ بہت بڑی حالت میں ہیں۔ مجھے نہیں لگتا کہ کچھ
تک زدہ رہے یا گھر کی۔ آپ اس سے ایک مرتبہ ملیں۔"

رخسانہ نے ہاتھی کی۔
فرقی روز کے لیے خبر کیا ہوا تھا اس لیے یہ عزت
اس نے ملے میں مصطفیٰ کو کوئی معاہدہ محسوس نہ ہوا۔ اس نے
چہرے سے کتاب کتاب کیا اور ہر ایک کو غرت سے لایا۔

"فیکس ہے میں پانچ منٹ تک آؤں۔"
ملازمہ سر جھانکے اسے ملازمہ نوٹ کی۔
وہ بے دلی سے ماں کے کمرے میں جا پہنچی۔ کمرے
کے دروازے میں اس کے ایک بچہ پر رخسانہ بیٹھی تھی۔ وہ جبروں
وہ آج آسائشات کے باوجود وہاں بھی پرانے وقتوں کی چیزیں
سنبھالنے کی کوشش کی۔

اس نے مصطفیٰ کی سرخ رخسانہ کی ضرورتیں اولاد بھی
تھی۔ چمک کھانا میں جانب ایک کٹلی پر کھانے میں ملدی تھی
وہ وہ پڑا تھا۔ گلاس کے ساتھ سرخ دانی چڑھایا سو جو
تھیں۔ اس کے چہرے پر غمگین تھا۔ شائل اور گرم تھے۔
اس نے گردن کا رخ ہلکا سا موڑا اور دیکھ کر مکرے
مصطفیٰ کی طرف دیکھا جو تھکے ہزار دکھائی دے رہا تھا۔

رخسانہ اسے اشارے سے اپنے قریب آنے کے لیے
کہا۔
"تیرا کیا کماں ہے؟"
"بھونہ۔۔۔۔۔"

"بھونہ؟" اس نے کہا۔ "کیوں رخسانہ اس کی آواز میں نہیں
رہی تھی۔ وہ اپنی ہی نے ہی پوچھی جا رہی تھی۔ اس کے
آواز کے لیے میں اس سے جڑا شکاف تھے۔ وہ کسی الف
لیلا سے کہیں تھے۔
"تیس تو ہیں کسی مصطفیٰ کی ضرورت ہیں۔"

فرقی کا غمان ان ہی گری کے پیشے سے وابستہ تھا۔
وہ اپنے والدین کی پانچویں اولاد تھا۔ اس کے آباؤ
اجداد وقتوں سے بگائے لیکن رخسانہ اس کی آواز میں نہیں
پڑی کے رہا تھے جہاں زندگی کی بنیادی سہولیات کا قصور ہی
نہیں تھا۔

ہوش سنبھالنے ہی اس نے اپنے اور گرد و جوار میں
دیکھی تھیں۔ "حیرت اور غفلت۔" اس کی ماں پر ہل
کیلنڈر کی طرح ایک پانچویں دینی اور اس کے بچے کے پیدا
ہونے ہی کیلئے کی پروردگار پریت سے بگائے نہ ہوتی۔

فرقہ اور ان کی پانچویں نہایت۔ سات سال کی عمر میں
اس نے گھر چھوڑ دیا۔ جب سکول سے جراثیم کا آغاز ہوا۔ اس
کے دوست میں اس کے چلیے سے تھے جن کے لیے جہیز بھی
سب کچھ تھا۔ میرے دوسرے اس کا گھر کھلا گیا۔ بادہ مال
کی غمگین تھیں۔ چھوٹی چھوٹی پانچویں میں باہر ہو گئی۔ اس کی زبان د
بیان بھی لفظ نہ ہو چکی تھی۔ وقت بہت اچھا تھا۔ رات آگئی

جاسوسی ڈائجسٹ 53 فروری 2018ء

دیوبند کے مولانا سید اصغر حسین نے بڑی حساس

”میں جس غلطی میں رہتا ہوں، اس میں مارے
نہ کہے ہیں۔ اگر میں اپنا مکان پختہ کراتا ہوں تو خیر یوں
اپنی ناداری کا احساس اور شدید ہو جائے گا اور میں یہ
نہ چاہتا۔“

مرسلہ: پرویز اقبال، کراچی

جنس تھا کہ چوتھی چلا جا رہا تھا۔ رشتہ کی موت
چھ ماہ بعد وہ اپنے بہن کی جڑی طور کا سیلاب ہو گیا۔
دو گنا ایک فٹننگ بھری شام تھی۔ ساج سے آستان
لہرے بادل چھانے ہوئے تھے۔ سبہم کے بعد بارش
آجنا کیل کیل کر گیلیاں شروع کر رہا تھا۔ جیو کی کاحاٹے
ایک شاندار گاڑی داخل ہوئی۔ مصطفیٰ ایک وقت اپنے
سرے کی تفریح دہم کر کے بارش کا رقص دیکھنے میں مگن تھا۔
کی حیات اب گاڑی کی طرف طرف متوجہ ہو چکی تھیں۔

ایک خصوصی ملازم نے غوری طور پر پچھتری تانی اور
داد کو محول کر کہاں کے سر پر تانے اسے اندر لے آیا۔ اسے
بل کی جانب سے پہلے ہی پر دیا تل چکی تھیں۔ وہ ایک
میں اور طرح داد عورت تھی۔ اس کا لباس چینی اور
ازتلا نہ تھا۔ شخاف (دو دھار تختہ میں گھاسیاں ملی تھیں۔
2048-19-19

☆☆☆
 و خسانہ بات کرتے اب شدید ہانپنے لگی تھی۔
 اس کے ہونٹ سفید ہو چکے تھے۔ مصلیٰ اس انکشاف
 پر دم بخود تھا۔

اس کی کہیں بناؤ رہی تھی جس معلق کو اس کے
سرنے کا دکھ تھا ہی اسیوں دو ایک کمرے میں جہا
دو کا تھا۔ شاہد نے کمرے کی طرف کھڑا رہا اور اس
ترتی کی شدت کو کراہی میں ڈھلے گئے۔ اسے والدین اور
پرائے پر جو غم تھا ہی آئی۔

قرنے والی کے بعد کمرے سے انداز میں چلی کی
تھیں کمرے کی اور ایک بار پھر معلوم ہوا کہ کمرے کی طرف ہی ہو
لی۔ یہ ایک کمرے کا تھا جسے وہ سب پر کمرے کو بنا سکیں اسے
کمرے کی طرف کھڑا رہا۔ اسے آج اس کے نقاب میں ہے اور
ہر وقت کمرے کی طرف جاتا ہے۔

اور پھر بہت جلد اسے ایک موقع میسر آ گیا۔

و خسانہ کے بعد نثر میں اپنے کچھ معاملات میں بے پروا ہو گیا تھا۔

جاسوسی ڈائجسٹ

”اسے اے لکھنؤ داروے کیوں ہو؟ یہاں تو کہنہار
 زندگی کی کوئی ضمانت نہیں۔ حالات بہت خراب ہو چکے ہیں۔
 کبھی کبھی وقت کی وفات شروع ہو جائے گی۔ میرے ساتھ
 ہو گئے تو کم از کم محفوظ رہے گی۔“
 ”کیسی قس وفات؟“ قمر نے غور سے پوچھا۔

[illegible]

”اجرنے دو سلسلیں اپنی کیا کرے؟ جس نے جو بیا
ہے کاٹ لے گا۔ اپنی کیا کرے؟“ قرآن نے بیزاری سے کہا تو

سیدہ رحیم بنیادی طور پر انتہائی ہوس پرست، کم ظرف
و رجز ماند ذہنیت کا حامل شخص تھا۔ وہ جو اس کے بیٹے پر تھا۔

5 فروری 2018ء

وہ دونوں اپنی چھوٹی موٹی کاساہیوں کے نیسے میں ضرورت سے زیادہ خود غور ہو چکے تھے اس لیے ایک رات سب سے کمر جا پھینچے۔ گیٹ پر کمر والی کے لیے صرف ایک چمکیا راجو جو تھوڑا جانی بندو تھا اسے انھیں میں صرف تھا۔ ”دیکھ لے جن! اکھن مردانہ دیا“ قرے سرگوشی کیا۔

”اے کچھ نہیں ہوتا یا اس ایک واردات سے اتنا کم
 لیس مے کہ سالوں تک کچھ بھی کرنے کی نوبت نہیں آئے گی۔“
 جمن نے دلا سا دیا۔
 وہ دہنور دھچکا دوار خانہ کر صحرانہ کو، صحرانہ کو، صحرانہ کو۔

[illegible]

ہوں۔" اس کے اعتراف پر ان کی طبیعت نرم ہو گئی۔

صلب لمرے میں لے کیا جہاں ایسی لی مخرج علی لڑکے پہلے سے موجود تھے۔ دروازہ مقفل کر دینے کے بعد وہ خاموش سے چلا گیا۔

جاسوسی ڈائجسٹ

کہا جانا ہے کہ کھانا گرم کھانے کے بجائے ٹھنڈا کر کے کھایا جائے... تو زیادہ مزہ دیتا ہے... اسی طرح انتقام بھی ایسا جذبہ ہے جو کبھی سود نہیں ہوتا... اس کی ایک بو بھی ٹھنڈی نہیں ہوتی... بعض افراد ایسی فطرت کے پیدا ہوتے ہیں جن کے قول و فعل سے کبھی کسی کو سکون... راحت اور فرحت نہیں ملتی... ان کا ہر عمل اور ہر لفظ محض اذیت ہی دیتا ہے... ایک بار سے ہی ان کے منہ سے توغلی اور بدبوی شخصیت... اس کی موت کے خواہش مندوں میں روز بروز اضافہ ہوتا رہتا ہے...

انتقام..... اس شایہ امیر کے لئے آخر سے کیا کما کر.....

پرانہ حساب

تحریر: رحمتی



میجر باجی شری کلب کے سویٹنگ روم میں انٹس دان کے نزدیک بیٹھا باجی پر ہاتھ رکھا مگر کچھ نہیں دیا وہاں دھمکیاں دے کر ہاتھ پھیرا۔ ”تم میری دھمکیاں دے رہے ہو جس سے میں ملنا جا رہا تھا۔ آئیے یہ کچھ بہت زیادہ معذرت خواہ ہو گئے“

”نہیں، بہت زیادہ تو نہیں۔ البتہ معذرت فرماتی

”بھئی، کوئی بات نہیں۔ اب تو آپ بالکل جگہ آگئے ہیں۔“ پریفسر نے کہا۔
”مجھ کو ہر پہنچا تو ایک نیب کی سرشاری کی کیفیت تھی۔ سب کچھ ٹھیک ہونے والا تھا۔ شام کے وقت اس کی پھولی کا لون آگیا۔ وہ کیا درجہ میں رہتی تھی۔“ بیٹا اس پر سوں آکر ہوں۔“ پھولی نے بتایا۔
”جب چاہے آجائیں پھولی۔ اس میں پچھنے والا کیا بات ہے؟“
”جیسے میرے لیے ایک جھنڈی لاری ہوں۔“ پھولی نے بتایا۔ ”اب وہ کیا ہے یہ میں تیرے پاس آکر بتاؤں گی۔“
”اوسے پھولی، آپ کا آہنی بیرے لیے جھنڈے۔“ پریفسر کی اس ہنسی پر شامی پر نازل ہوئی شرم ہو گئی تھی۔ اس کی پھولی بہت دلوں کے پیدا ہو گئی تھی۔ اس کے خاتما میں اس صرف وہی تو رہ گئی تھی۔ منگو کو کئی ان سے بہت محبت تھی۔

شام کے وقت اسے پیغام لیا کہ پھولی آج بھی لیکن ان سے کچھ سے پہلے اسے پریفسر سے ملنا تھا۔ وہ دفتر سے سیدھا پریفسر کے کمرے کے پاس پہنچ گیا۔ اسے دس ہزار روپے دینے پڑ گئے۔
پریفسر اس کے انتکاری میں تھا۔
”دھمکیوں کو کچھ کر سکا دیا۔“ آج بھی چاہیے۔“ اس نے کہا۔
”میں نے دودھ میں آپ کے لیے جاک کر گڑا دی ہیں۔“
”دو کیوں؟“
”میری عادت ہے۔ میں اپنے کائنات کے ساتھ کبھی بے ایمانی نہیں کرتا۔ پریفسر اس کے ساتھ کام کرتا ہوں۔“
”اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ نے میرا کوئی نام تلاش کر لیا ہے؟“
”ایسا دیکھا۔“ پریفسر مسکرا دیا۔ ”دل خوش ہو جائے گا آپ کا۔ بڑی کثرت کے بعد یہ نام سامنے آیا ہے۔“
”بتاؤ کیا نام ہے؟“
”انتظار۔ انتظار لڑن۔ انتظار بارب نام ہو جائے گا آپ کا۔“

”لیکن انتظار تو ایک عام نام ہے پریفسر صاحب۔“ منگو نے کہا۔
”ٹھیک ہے عام نام ہے لیکن ستاروں کے حساب سے بالکل درست ہے۔ میں نے اس نام کو کئی سال سے ملے ہوئے ہے۔ اس کے علاوہ دوسرا نام نہیں ہے۔“
پریفسر نے کہا۔
”اب تو آپ بالکل جگہ آگئے ہیں۔“ پریفسر نے کہا۔
”مجھ کو ہر پہنچا تو ایک نیب کی سرشاری کی کیفیت تھی۔ سب کچھ ٹھیک ہونے والا تھا۔ شام کے وقت اس کی پھولی کا لون آگیا۔ وہ کیا درجہ میں رہتی تھی۔“ بیٹا اس پر سوں آکر ہوں۔“ پھولی نے بتایا۔
”جب چاہے آجائیں پھولی۔ اس میں پچھنے والا کیا بات ہے؟“
”جیسے میرے لیے ایک جھنڈی لاری ہوں۔“ پھولی نے بتایا۔ ”اب وہ کیا ہے یہ میں تیرے پاس آکر بتاؤں گی۔“
”اوسے پھولی، آپ کا آہنی بیرے لیے جھنڈے۔“ پریفسر کی اس ہنسی پر شامی پر نازل ہوئی شرم ہو گئی تھی۔ اس کی پھولی بہت دلوں کے پیدا ہو گئی تھی۔ اس کے خاتما میں اس صرف وہی تو رہ گئی تھی۔ منگو کو کئی ان سے بہت محبت تھی۔

شام کے وقت اسے پیغام لیا کہ پھولی آج بھی لیکن ان سے کچھ سے پہلے اسے پریفسر سے ملنا تھا۔ وہ دفتر سے سیدھا پریفسر کے کمرے کے پاس پہنچ گیا۔ اسے دس ہزار روپے دینے پڑ گئے۔
پریفسر اس کے انتکاری میں تھا۔
”دھمکیوں کو کچھ کر سکا دیا۔“ آج بھی چاہیے۔“ اس نے کہا۔
”میں نے دودھ میں آپ کے لیے جاک کر گڑا دی ہیں۔“
”دو کیوں؟“
”میری عادت ہے۔ میں اپنے کائنات کے ساتھ کبھی بے ایمانی نہیں کرتا۔ پریفسر اس کے ساتھ کام کرتا ہوں۔“
”اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ نے میرا کوئی نام تلاش کر لیا ہے؟“
”ایسا دیکھا۔“ پریفسر مسکرا دیا۔ ”دل خوش ہو جائے گا آپ کا۔ بڑی کثرت کے بعد یہ نام سامنے آیا ہے۔“
”بتاؤ کیا نام ہے؟“
”انتظار۔ انتظار لڑن۔ انتظار بارب نام ہو جائے گا آپ کا۔“

موتح ہے وہ میرے اکل کا غم استعمال کر رہی تھی۔ میں نے دروازے کو دھکا دیا اور اندر داخل ہو گیا۔ ایڈن کے چہرے پر ہرجت کے آثار تھے۔ اس کے برابر میں ایک مرد کھڑا ہوا تھا۔ اس نے مجھے پوچھا کہ میں کیا کرنے آیا ہوں۔ وہ میرے بہت قریب آیا تھا۔ میں نے اس کی انگلی میں ہیرے جڑی ہوئی انگلی دیکھی جس پر پی ہے کہ صرف کندھے تھے۔ یوں لگتا جیسے وہ مجھے مارنے والا ہے لیکن اس نے مجھے گھر سے کمرے کے باہر نکال دیا۔

"اس نے کچن میں جھنجھڑا دیا۔"

"اس نے پی بات بڑے وقت سے کہی۔" شام کو میجر پائٹ نے اپنی بیٹی انجیلا کو کہیں جھر کے مجھ وں غریب تجربے کے بارے میں بتا دے تھے۔ کہا۔ "مالا لنگہ وہ پہلے تانکا تھا کہ اس نے کہا۔ اچھا کوئین دیکھا لیکن اس کا کہنا تھا کہ اسے غلطی اندازہ ہے کہ اس کا بچا بڑے کیلے گیا ہو۔ اس نے اس کی جڑی کی تصویر دیکھی اور وہ اس کے ادالت میں موجود بھی لکھنے میں مجھے بھی دکھائی۔"

"میر زیادہ ہو جائے تو فوف پہلے سے تلفظ لگتے لگتے ہیں۔" خاص طور پر مخصوص حالات میں۔ "میں غیر رواجی اور خطرات سے بھری ہوئی زندگی گزار رہا تھا۔ لیکن ہے کہ وہ پشیم یا ٹینگ مہرز سے بچنے کے لیے ہوا کرتا رہا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ عادی شرابی یا بچت زیادہ پتار ہو۔ لیکن صورت یہ بھی آدھی کی غلطی کی خاطر ہی بدل چکی ہے۔"

"انجیلا کوئین تھا کہ وہ بھی اس کا بچا تھا۔"

"اس نے ان کی انجیلا مین رگی اور بچت بن کر بول رہا تھا۔ اس کی تاک بھڑی اور کان بال بال تلفظ تھے۔"

"میر کیا سمجھ رہا ہے؟" انجیلا نے پوچھا۔

"ایڈن کا ہوائے فریڈ تھا اور دونوں نے اس کی گھر سے کوئل کر دیا پھر اس جگہ سے فریڈ نے بچا کی جگہ لے لی اور خود بچن جھر گیا۔"

"اباں وہ اکیلا مخلوط ہر سوچ رہا ہے۔" پائٹ نے کہا۔ "مالا لنگہ کی دوسرے کی شخصیت اختیار کرنے کے لیے بہت بھگتا رہتا ہے۔" شام کی گفتات بڑا، دو تازہ جات پہنچل دیکھا اور مصویری کی تھوڑی دیر بعد جو کہ اس زمانے میں بہت مشکل ہے کہ ان میں تھا۔ دوسری بات یہ کہ وہ شخص جس میں کرنا کچھ حاصل کر رہا تھا۔ جھر کنا خیال ہے کہ اس کے بچا کی لاش کان کے میں باڑ یا پھر تھراستان میں دفن کر دی گئی۔"

"موتح ہے وہ میرے اکل کا غم استعمال کر رہی تھی۔ میں نے دروازے کو دھکا دیا اور اندر داخل ہو گیا۔ ایڈن کے چہرے پر ہرجت کے آثار تھے۔ اس کے برابر میں ایک مرد کھڑا ہوا تھا۔ اس نے مجھے پوچھا کہ میں کیا کرنے آیا ہوں۔ وہ میرے بہت قریب آیا تھا۔ میں نے اس کی انگلی میں ہیرے جڑی ہوئی انگلی دیکھی جس پر پی ہے کہ صرف کندھے تھے۔ یوں لگتا جیسے وہ مجھے مارنے والا ہے لیکن اس نے مجھے گھر سے کمرے کے باہر نکال دیا۔"

"اس نے کچن میں جھنجھڑا دیا۔"

"اس نے پی بات بڑے وقت سے کہی۔" شام کو میجر پائٹ نے اپنی بیٹی انجیلا کو کہیں جھر کے مجھ وں غریب تجربے کے بارے میں بتا دے تھے۔ کہا۔ "مالا لنگہ وہ پہلے تانکا تھا کہ اس نے کہا۔ اچھا کوئین دیکھا لیکن اس کا کہنا تھا کہ اسے غلطی اندازہ ہے کہ اس کا بچا بڑے کیلے گیا ہو۔ اس نے اس کی جڑی کی تصویر دیکھی اور وہ اس کے ادالت میں موجود بھی لکھنے میں مجھے بھی دکھائی۔"

"میر زیادہ ہو جائے تو فوف پہلے سے تلفظ لگتے لگتے ہیں۔" خاص طور پر مخصوص حالات میں۔ "میں غیر رواجی اور خطرات سے بھری ہوئی زندگی گزار رہا تھا۔ لیکن ہے کہ وہ پشیم یا ٹینگ مہرز سے بچنے کے لیے ہوا کرتا رہا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ عادی شرابی یا بچت زیادہ پتار ہو۔ لیکن صورت یہ بھی آدھی کی غلطی کی خاطر ہی بدل چکی ہے۔"

"انجیلا کوئین تھا کہ وہ بھی اس کا بچا تھا۔"

"اس نے ان کی انجیلا مین رگی اور بچت بن کر بول رہا تھا۔ اس کی تاک بھڑی اور کان بال بال تلفظ تھے۔"

"میر کیا سمجھ رہا ہے؟" انجیلا نے پوچھا۔

"ایڈن کا ہوائے فریڈ تھا اور دونوں نے اس کی گھر سے کوئل کر دیا پھر اس جگہ سے فریڈ نے بچا کی جگہ لے لی اور خود بچن جھر گیا۔"

"اباں وہ اکیلا مخلوط ہر سوچ رہا ہے۔" پائٹ نے کہا۔ "مالا لنگہ کی دوسرے کی شخصیت اختیار کرنے کے لیے بہت بھگتا رہتا ہے۔" شام کی گفتات بڑا، دو تازہ جات پہنچل دیکھا اور مصویری کی تھوڑی دیر بعد جو کہ اس زمانے میں بہت مشکل ہے کہ ان میں تھا۔ دوسری بات یہ کہ وہ شخص جس میں کرنا کچھ حاصل کر رہا تھا۔ جھر کنا خیال ہے کہ اس کے بچا کی لاش کان کے میں باڑ یا پھر تھراستان میں دفن کر دی گئی۔"

"موتح ہے وہ میرے اکل کا غم استعمال کر رہی تھی۔ میں نے دروازے کو دھکا دیا اور اندر داخل ہو گیا۔ ایڈن کے چہرے پر ہرجت کے آثار تھے۔ اس کے برابر میں ایک مرد کھڑا ہوا تھا۔ اس نے مجھے پوچھا کہ میں کیا کرنے آیا ہوں۔ وہ میرے بہت قریب آیا تھا۔ میں نے اس کی انگلی میں ہیرے جڑی ہوئی انگلی دیکھی جس پر پی ہے کہ صرف کندھے تھے۔ یوں لگتا جیسے وہ مجھے مارنے والا ہے لیکن اس نے مجھے گھر سے کمرے کے باہر نکال دیا۔"

"اس نے کچن میں جھنجھڑا دیا۔"

"اس نے پی بات بڑے وقت سے کہی۔" شام کو میجر پائٹ نے اپنی بیٹی انجیلا کو کہیں جھر کے مجھ وں غریب تجربے کے بارے میں بتا دے تھے۔ کہا۔ "مالا لنگہ وہ پہلے تانکا تھا کہ اس نے کہا۔ اچھا کوئین دیکھا لیکن اس کا کہنا تھا کہ اسے غلطی اندازہ ہے کہ اس کا بچا بڑے کیلے گیا ہو۔ اس نے اس کی جڑی کی تصویر دیکھی اور وہ اس کے ادالت میں موجود بھی لکھنے میں مجھے بھی دکھائی۔"

"میر زیادہ ہو جائے تو فوف پہلے سے تلفظ لگتے لگتے ہیں۔" خاص طور پر مخصوص حالات میں۔ "میں غیر رواجی اور خطرات سے بھری ہوئی زندگی گزار رہا تھا۔ لیکن ہے کہ وہ پشیم یا ٹینگ مہرز سے بچنے کے لیے ہوا کرتا رہا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ عادی شرابی یا بچت زیادہ پتار ہو۔ لیکن صورت یہ بھی آدھی کی غلطی کی خاطر ہی بدل چکی ہے۔"

"انجیلا کوئین تھا کہ وہ بھی اس کا بچا تھا۔"

"اس نے ان کی انجیلا مین رگی اور بچت بن کر بول رہا تھا۔ اس کی تاک بھڑی اور کان بال بال تلفظ تھے۔"

"میر کیا سمجھ رہا ہے؟" انجیلا نے پوچھا۔

"ایڈن کا ہوائے فریڈ تھا اور دونوں نے اس کی گھر سے کوئل کر دیا پھر اس جگہ سے فریڈ نے بچا کی جگہ لے لی اور خود بچن جھر گیا۔"

پودا حساب تھا؟

"اسے کہیں کہیں ہوتا ہے۔ پر انا پشیمیاں سے بھر ہوا اکان ہے۔"

وہ عورت رکستے ہوئے بولی۔ "اے ہاں، میں ایک قدیم طرز کی عمارت کے سامنے سے گزری تھی۔ اسے بھی مقلعہ جہاں کی ٹیلی نے منہ چاپ رکھا ہے۔ دیکھتے میں وہ کوئی ترکہ پناہا گا تھا۔"

"دیکھ مکان ہوگا۔" اس کا جملہ پورا ہونے سے پہلے ایک کڑی تڑپ کر اس کی جانب لگا اور اسے کیلئے دانت اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولی۔

"نورا دانی آؤ، روڈ لٹو۔" وہ عورت چلائی اور وہ کے لیے لپکی۔ "مجھے افسوس ہے۔ اس نے معذرت کرتے ہوئے کہا۔ "انجیلا نے غور کیا۔ اس نے جو سمجھ گیا ہوا تھا۔ اس سے راجدینی، اور ارج اور دلتا کی ٹی ملی مہک آ رہی تھی۔

ایک بے حد کاغذ لاکا سا نیلے پر سواران کے پاس سے گزرا۔ وہ بھی اسی طرف سے آ رہا تھا جہاں وہ لوگ جا رہے تھے۔ انجیلا اس کی چہرے کی زردی اور سرخ ہونٹ دیکھ کر چپک گئی۔ اس سے بھی زیادہ حیران بات یہ تھی کہ اس نے گرم موسم میں بھی ادلی بہت پہن رکھا تھا۔ اس نے انجیلا بدلیز سے دیکھا اور ان کے آگے سے گزرتا چلا گیا۔

اس عورت نے ہنسنے سے اس لڑکے کو دیکھا اور پائٹ سے بولی۔ "تم زیادہ دینی تو نہیں ہوئے؟"

"ہاں نہیں۔" پائٹ نے کہا۔ "شکر ہے کہ خون نہیں نکلا۔"

اس کی بات پوری ہوئی تھی کہ انہوں نے ایک زرد تار لٹا دی۔

انجیلا کوئین نے بھونکا شرع کر دیا۔ وہ عورت بولی۔ "پشیمیاں آؤ، دیکھو؟ کہیں کوئی تو نہیں چلی؟"

"اباں ہوا تو آؤ اور پی ہے۔" پائٹ نے کہا۔

"تم نہیں سمجھتے کہ پادار اسی مکان سے آئی ہے؟"

"پشیمیاں ہاں ہاں کر رہا تھا چاہے۔" ایک تھوڑا سا بہتر ہے کہ اسے لوٹ کر لیں۔

"پادار؟" کہہ رہا ہوا۔ "انجیلا نے کہا۔

"مجھے جانا ہے۔" وہ عورت بولی۔ "ایک جگہ پہنچنا ہے۔"

"بلیر، ہمارے ساتھ چلو۔" انجیلا نے کہا۔ "میں تمہاری مدد چاہے شاید کبھی ان کی ضرورت پیش آجائے۔"

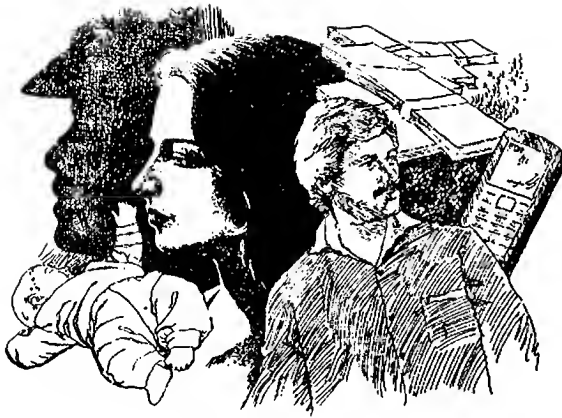
ایک لمبے دو تین سبھی نمودار ہو گئے۔ پائٹ کی زنجیریں ایک درمیان کی حرکت۔ "میرنے تھا میری نہیں۔"

اس نے بڑی کھانجی دیکھی کہ ایک اور دوسرے میں پھنسی گئی۔ اس کے پشیمیاں لڑا کرتے ہوئے کہا۔

"بہت پیارا موسم ہے۔"

ایک فوٹو پر بلا اور اس کے سامنے ہوئے ہوا۔ "میں ایک مکان فوٹو دے رہی جو تم کو، اس کے سامنے پیکنا جاتا ہے۔" کہیں معلوم ہے کہ وہ کہا ہے؟

"پشیمیاں، میں اس علاقے میں آئی ہوں۔" اس عورت نے جواب دیا۔



ناگزیدہ

عمران شریف

کچھ لوگ ننھی کچی ہیں... اور پھر یہ بتا نہیں چلا کہ وہ کب شراعتگیری پر آکر اٹھیں گے... ایسے ہیں ایک گھرانے کی ناستان... وہ ننھی کے خوکھے... اور ان کو ایسے ننھ پرور لوگ مل رہی تھے... اور ان کی زندگی پر یہاں ہوں گے... لمحوں میں باطن بدل لینیے والوں کی احسان فراموشی...

مظاہر دوست نظر آنے والے مومن پرستوں کا اقدام جرم.....

مشاق احمد نے سواہل پر ڈاکٹر مرزا کا سہرا لیا اور صوفے پر بیٹھے وہ ننھی کی طرف دیکھنے لگے۔ وہ چائے کی چٹکیاں لیٹے لیٹے مصروف تھا۔ سواہل پر قتل جہاد کی... لیکن ڈاکٹر مرزا کا رشتہ نہیں کر رہی تھیں۔ رات کے گیارہ بجے دالے تھے۔ وہ اتنی جلدی سوئے گی عادی نہیں تھیں۔ انھیں کال رسیور کرنی چاہیے گی۔ وہ ننھی

جاسوسی ڈائجسٹ ﴿79﴾ فروری 2018ء

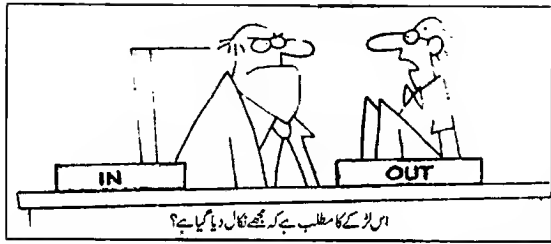
ہے کہ انکل کا سلوک اس کے ساتھ اچھا نہیں تھا۔ وہ حاملہ تھی لیکن انکل کی بدسلوکی کی وجہ سے اس کا منل خراب ہو گیا۔ ملاقات کے بعد وہ نظر نہیں آئی۔ البتہ ایک دفعہ پیری ماں و نیکب میں ملی تھی اور اس نے کہا تھا کہ وہ بیٹھ کو بھی حائف نہیں کرے گی۔

”تم نے اس کا نام دولی بتایا تھا؟“
”نہیں، مجھے ٹھیک سے یاد نہیں۔“
”نہیں۔ اس کا نام جبریل ہے۔“
”اوہ! میں مانتے ہیں کی ٹی۔ اس کے ساتھ میں کتنے کی تھیں۔“
”پانچ نے اپنی بات جاری رکھی۔ دوسرا قاتل جبریل ہوا تو وہ ہمارے ساتھ ہی کھڑی ہوئی گی۔ اس نے اعتراف کیا کہ وہ اس مکان کے آگے سے گزری تھی جبکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ پہلے ہی اس مکان میں جا چکی گی۔“
”یہ نہیں کیسے معلوم ہوا؟“

”اس کے سینٹ کی خوشبو۔“
”اچھا، میں نے سوچا کہ اس میں سے دارو لیں، اور جگہ کی ٹی چلی جھک آوری گی جو ایک باسکٹ کی خوشبو سے بھئی تھی۔ جب تم تینوں نے ایڈن سے اپنا تعارف کر دیا تو وہ بے ساختہ بولی۔ مجھے وہ بکٹ کی خوشبو دوبارہ محسوس ہو رہی ہے۔“
اس نے دوبارہ کا لفظ استعمال کیا۔ اس سے میں نے یہ نتیجہ نکالا کہ جب وہ شوہر سے لڑنے کو راجد ہاں میں آئی تو اس وقت بھی اس نے اس پچر کے سینٹ کی خوشبو سون کی تھی۔ سینٹ کی باقی ماندت ہے کہ کچھ بند کر اس کی جھک دوبارہ دیکھ رہی ہے۔

پانچ نے ایک لمحے کے لیے توقف کیا پھر اپنی بات جاری رکھنے کوئے بولا۔ ”ایڈن کا پروگرام دیکھنے کے بعد میں پچر کے دل میں دلی اور نریت کی چنگاری بھڑک اٹھی اور اس نے اپنے سابق شوہر سے بدلہ لینے کا فیصلہ کر لیا۔ اس کے پاس دو کنز تھیں۔ اس نے انھیں بیک میں رکھا۔ ہاتھوں پر دستانے چڑھا دیے اور توں کوئے کر پائی گھٹ کے لیے دوادہ ہوئی۔ دیکھ لگتا ہے کہ یہ ہتھیار اس کے ہم پر نہیں تھے اور اس نے غیر قانونی طور پر تھیں سے حاصل کیے ہوں گے۔“

”لیکن وہ دو ہتھیار لے کر کیوں آئی؟“
”ایک سے اس نے اپنے سابق شوہر کو قتل کر دیا اور دوسرا لاش کے پاس چھوڑ دیا تاکہ ایڈن سوان پر لگ کر انعام نہ آئے اور ایسا ہی ہوا۔ ایڈن نے اس سے بولی قاتل کی جگہ پر لانا قاتل پر نہیں کے لیے ایک حکم معائنہ ہوا ہے۔“



داعی ملک ہو گیا تھا تو پھر یوں ہندوئی ہو کر ان کا منڈی چاڑھ کی طرف جان چھوڑی کہ دوسرے میں نہیں آتا تھا۔ اس کے علاوہ جرموں کا منڈی چاڑھ کا انتخاب ہوئی تھی۔ بدسرینہ خان کی شخصیت ایک دلدہا بھر محکوم ہوئی تھی۔ تیمور کے انگوٹھی میں تربیت یافتہ کردہ کے لوٹ ہونے کا امکان تھا اور بدسرینہ خان ان کا معمولی مردہ ہو سکتا تھا۔ ان کی سوچ کا فلسفہ درساں میں ہی رہ گیا اور موبائل پر بیٹھام موصول ہوا۔ انہوں نے گاڑی کو سڑک کے کنارے روک دیا اور جھپٹ پر لگی ہوئی لائٹ کو آن کر کے بیٹھام پر پڑنے لگے لکھا تھا۔

”تمہاری گاڑی کا تعلق کیا جا رہا ہے۔ اگلے روز پروا دینی ہے کہ پاس ایک کچھ باغیوں میں قیام کر کے ہو جاوے۔ ہم وصول کرنے کے بعد جی تمہارے حوالے کر دیا جائے گا۔“

بیٹھام پر پڑنے کے بعد احمد صاحب نے بیک سر پر نگاہ دوڑائی۔ سڑک سٹان پر دی گئی۔ انہوں نے گاڑی اسٹارٹ کی اور دھوئی ہوئی سڑک کو پھوڑ کر کے پہاڑی ہلکی طرف بڑھتے گئے۔ سونہر غروب ہو گیا تھا اور اب کھما کھما ہوا غباری ہونے لگا تھا۔ موسم سڑی ہوئی ہل دھکیا دینے لگا۔ انہوں نے ہل کے قریب گاڑی روک دی اور دم سے بھرا ہوا بیگ میں قیام قیام کر کے اتر آئے۔ اسی وقت ان کے موبائل کی گھنٹی بجی۔ مسٹرین پر نگاہ دوڑانے پر انہیں جھینک کر دکھائی دیا۔ یہ بیانی کے عام شہر انہوں نے کال دینی تھی۔ قریب قریب احمد صاحب کی طرف اشارہ کرتی تھی۔ وہ اشاری دینی دینی۔ ”مستحق میری شفقت خراب ہو رہی ہے۔ آٹھوں کے آگے احمد صاحب آ جاتا چلا جا رہا ہے۔ جلدی شکلی کی طرف

سے بیٹھام موصول ہوا۔ تیمور زدہ ہے۔ اس کی باز پائی کے لیے ہمارے لکھے بیٹھام کا انتظار کرو۔ ہمیں کوئی کھلے کرنے کی صورت میں بیٹھام کی جان کو خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔“ احمد صاحب نے تھوڑا سا رپڑ کرنے کی کوشش کی۔ لیکن بیٹھام پیچھے کے نو رابندر بند بند کر دیا گیا تھا۔ تاہم بیٹھام کے لئے ہے احمد صاحب کو غرضی نہیں ہوئی۔ تیمور زدہ تھا اور بدسرینہ خان کا بیان جھوٹ پر مبنی تھا۔ اسٹیکر شیراز کے تشدد سے بچنے کے لیے اس نے جھوٹا بیان دیا تھا۔ وہ اگلے بیٹھام کا محنت کے ساتھ انتظار کرنے لگے۔ چار بجے کے قریب انہیں دوسرا بیٹھام موصول ہوا لکھا تھا۔

”جیسا لاکھ کی رقم بڑے بیگ میں بند کر کے منڈی چاڑھ کے آگے مزید ہدایات کے لیے وہاں کھڑا کر انتظار کرو۔“

جیسا لاکھ بہت بڑی رقم تھی اور تیمور کے ذمہ ہونے کی کوئی رقم نہیں تھی۔ ابھی تک راجہ جی کو کسی کام میں ملنے کے لیے وہ اندھا جاگتا کھینچنے کے لیے آواز دے رہے تھے۔ تیمور کے ہینڈ کی گولیوں دینے سے بعد انہوں نے ایک نینر کو گولیوں کا اور اسے بڑے فوٹو پر مشتمل جیسا لاکھ کی رقم کو بیگ میں کھل کر دینے کی ہدایت دی۔ پھر چھپ چھپ کے بعد چھپ کی طرف روانہ ہو گئے۔ منڈی چاڑھ کا شہر سے فاصلہ کمزور بارہ پانچ گنا تھا۔ ان کے باجے بچنے والے تھے۔ انہیں رات ہونے سے قبل سے فاصلہ نظر نہ تھا۔ اس لیے انہیں رات کو روڈ کے بعد انہوں نے گھلت کے عام میں سڑکا آواز کیا اور سوچنے لگے۔

”ہو سکتا ہے کہ بیٹھام جھوٹ پر مبنی ہو۔ وہ تیمور کے خون آلود کپڑوں کو پھینک کر انہیں میں دیکھ چکے تھے۔ اگر وہ

احمد صاحب حواس باختہ انداز میں اسٹیکر شیراز کی باتیں سن رہے تھے۔ بیٹھام کی ہلاکت کی اطلاع ان کی توقع کے برخلاف تھی۔ اس لیے کہ روڈوں باغیوں سے قیام کر چکے تھے۔“

اسٹیکر شیراز دست ہرے لیے میں ہولا۔ ”اچھا صاحب حوصلہ کیجئے۔ اگر آپ بہت بار کے تجویز کو کون سن سکتا ہے گا۔ بیٹھام کی لاش ان کی نہیں ہے کہ اسے آپ کے سامنے لا دیا جائے۔ جسم پر موجود پیرے اور گھٹے میں ہائی او پٹی آپ کے سامنے پیش کیے دیتا ہوں۔ آپ انہیں پتہ چان کر سکتے ہیں۔ بیٹھام کے بیان پر تنقید اور رد کر سکتے ہیں۔“

اس نے سیر کے بیچے بڑے ہونے ڈبے میں سے تیمور کے خون آلود کپڑے اور زنجیر سے بند کی ہوئی چوٹی اور گھٹے میں بیٹھام کو پھانسی لگانے کے سامنے کو دیا۔ احمد صاحب اس خون کی کچی طرح بیٹھام سے تجویز کے اندر بیٹھام کے نام سے لکھا ہوا آٹنی آٹنی کا مجموعہ بن رہا۔ چوٹی اور پیرے بلاشر تیمور کے تھے۔ خون آلود کپڑوں کو دیکھ کر احمد صاحب کی دوا کر گئے ہونے لگی۔ وہ دوسرے ہونے لکھ میں ہولے۔ ”تیمور کی موت کے متعلق جھینک نہیں معلوم ہوتا ہے۔“ وہ دلی کی سرینہ پر اس دم سے کھینک نہیں پائے گی۔

اسٹیکر شیراز نے انہیں دلاسا دیا۔ ”سب کچھ آپ کے حسب اختیار ہو گا۔ بدسرینہ خان سے ایک لاکھ کی رقم مل کر ملی ہے۔ جاتے۔ وقت ساتھ لیتے جائیے گا۔ کچھ کافی کارور احمد صاحب کے لیے آپ کو ایک دو دھم پر قیام دے آنے کی زحمت کر لیں۔ آپ کو ہوشیار کر کے کوشش کرنا کہ کسی کی قاتل کو پھانسی پھانسی کرنے کے بعد بدسرینہ خان کو حالات میں بھیجا دوں۔“

احمد صاحب نے حال حال قیام کے ساتھ قیام سے باہر آ گئے۔ شکلی میں تیمور کے پاس ڈاکٹر ہر دو سوچیں۔ احمد صاحب نے انہیں بیٹھام کی موت کی خبر سے مطلع کیا۔ ڈاکٹر ہر دو نے بتایا کہ تیمور کی شوگر کی دوا سے قیام کرنا جا رہا ہے۔ اس لیے اسے ڈاکٹر اذیت سے بھانسنے کے لیے موت کی خبر کو اس سے پوشیدہ رکھا بھر ہو گا۔ احمد صاحب بیٹھام کی ہلاکت کے بعد خود بھی بحال دکھائی دے رہے تھے۔ ڈاکٹر ہر دو نے انہیں تیمور کی گولیاں دیں اور اپنے میزین ہوم بھی گئی۔

دوسری صبح احمد صاحب کو موبائل پر غیر مصروف خبر

گزرا۔ امارا لکھے شہر منڈی کا قیام تھا۔ اگر امارا پاس باغیوں کا بندوبست ہوتا تو اس کی جگہ اس کا گھر میں رات گیس گزرا۔ اس لیے سونے کے بعد چھوڑ کر منڈی چاڑھ چلا گیا۔“

اسٹیکر شیراز نے غیر مطمئن انداز میں احمد صاحب کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ”سیر بیٹھام خان کا بیان خلک لوگ پر مشتمل ہے۔ میں اسے تقابلی ٹیم کے حوالے کیے دیتا ہوں۔ یہ جلد چلا دیا جائے گا۔“

احمد صاحب پریشان ہوئے۔ ”میری تم سے درخواست ہے کہ کان پر تشدد نہ کرنا۔ یہ مجھے بے گناہ دکھائی دیتا ہے۔ اس شخص کو پال کچھ بدور ہے تو بھر ہو گا۔“

اسٹیکر نے جواب دیا۔ ”آپ سب سے گھر رہیں۔ یوزوں پر تشدد نہ کرنا اور تشدد نہیں ہے۔ میں میرے خیال میں خان کی زندگی میں ایک دن تک میں بیٹھام سے اس کے باوجود ضروری ہے۔“ احمد صاحب نے اثبات میں سر ہلایا اور پھر اسٹیکر نے داکٹر ہر دو کے ہلے آئے۔ ڈاکٹر ہر دو میزین ہوم میں جا چکی ہیں۔ روڈی کی آہوں نے تیمور کے تشدد کا کھینک لگا دیا تھا۔ وہ آرام گاہ میں بیٹھام سے ہوش پر دی گئی۔ دوسرے دن احمد صاحب کو ڈاکٹر شیراز کی فون کی کہ لیے۔

”اس نے انہیں قیام دے آنے کے لیے کہا۔ تیمور کی شخصیت نامزدگی۔ احمد صاحب اسے شکلی میں تھا چھوڑ کر نہیں جاتا چاہتے تھے لیکن حالات کو بغیر رکھتے تھے۔ انہوں نے انتظار کرنا مناسب نہیں بتایا۔ اس لیے فوٹوں اور ہدایات دینے کے بعد قیام دے آئے۔ اسٹیکر شیراز ان کا خطرہ تھا۔ انہیں بچھنے کی دلا۔“

”احمد صاحب آپ کے لیے میرے پاس کچھ ابھی خبر نہیں ہے۔ بدسرینہ خان نے جرم کا ثبوت کر لیا ہے۔ آج صبح اس نے جی جان دے دی۔ اس کے مطابق ایک لاکھ کی رقم آسانی ملنے کے بعد اس کے دل میں قیام دے آئے گا۔“

خیال پیدا ہوا۔ اس نے بیٹھام کو اور ایک چھپ کھینک کر دے کے بعد منڈی چاڑھ چلا گیا۔ پھر بیٹھام کے بیٹھام کے متعلق لکھا گیا کہ تیمور اسے پاس رکھنا اس لیے کہ انہیں نہیں تھا۔ اس لیے اس نے بیٹھام کو ہلاک کر کے اس کی لاش کو منڈی چاڑھ کے قریب راجہ کھائی میں پھینک دیا اور دوسری شہر کی طرف فرار ہونے کی کوشش کی۔ لیکن اس سے بھی دیر لگتی تھی۔ بیان دوا کر دے کے بعد بیٹھام سے اپنے ہاتھوں کو منڈی چاڑھ کی طرف روانہ کیا۔ اب سب کچھ دیکھ پیلے بیٹھام کی لاش کو کھائی سے رو پانٹ کر لیا گیا۔“

معلومات درکار ہیں۔ یہ نمبر مجرات سرگرمیوں میں ملوث ہے۔

تقریر نے نمبر چرائی کے حوالے کیا اور اسے معلومات کے لیے کپیڑ میں لکھنے کی طرف روانہ کر دیا پھر صاحب نے حوالے کے متعلق دریافت کیا۔
 اجمہ صاحب بولے۔ ”صرف جھک کی پتا پر کوئی حسی بات کہنے کے قابل نہیں ہوں۔ ثبوت دستیاب ہونے کے بعد ہمارے ساتھ جھک کی بات چیت کروں گا۔“
 پھر وہ برہنہ چڑھ کر یہی کہے میں داخل ہوا۔ اس نے باقیوں میں ہر ایک پر چڑی ہوئی تھی۔ اس نے ہر پڑی تو قریب صاحب کے سامنے بڑھ کر کھڑی ہوئی۔

اجمہ صاحب نے جلالت کے عالم میں برہنہ کو اٹھا دیا اور اس پر لکھے ہوئے نام پر گاہ دوڑائی۔ ان کی آنکھیں حیرت کے مارے پھٹکیں۔ ہر ایک پر وہ نام پڑ رہا تھا جس کے اسم جسٹری کی لکھی تھی۔ اور وہ نام عظیم توقع انکسپلر کا تھا۔ لیکن یہ نمبر ہم کی وصولی کے وقت ڈاکٹر مراد کے پاس تھا۔ یعنی ڈاکٹر مراد بھی ان کو اس میں ملوث تھیں۔ اجمہ صاحب کو در حقیقت شہر ڈاکٹر مراد پر ہی تھا۔ انکسپلر کا نام ہی نہ تو حق طور پر سامنے آ گیا تھا۔ گزشتہ روز رقم دینے سے قبل اور تہیز کی محبت خراب ہونے کے بعد جب اجمہ صاحب نے ڈاکٹر مراد کو ان کرنے کی کوشش کی تھی وہ رقم کی وصولی کے لیے تھوڑے کے بعد ادا کرنا میں بھی ہوئی تھی۔ پھر سے کوئی بکڑے سے ڈھائیے انھوں پر پشور لگائے اور باقیوں میں دستانے پھینکے کی وجہ سے وہ نقاب پر بھی کی جس کے متعلق بیچ اعزاز وہ نہیں لگا پاتے تھے۔ لیکن قسمت کی قسم غریبی کی بدولت ڈاکٹر مراد کے موہاں پر اجمہ صاحب کا اظہار اس وقت ممکن ہوا۔ جب اجمہ صاحب کے سامنے کوئی نام میں بھیجی ہوئی تھی۔ تب انھوں نے جلالت کے عالم میں موہاں کو آ کر دیا۔ لیکن ان کی انھوں نے رقم کی خوشبو نے ان کا فاش کر دیا۔ پچھلے دن وصول ہونے والے تمام پیغام اجمہ صاحب کے موہاں میں جلالت کے طور پر سوچ رہے اور جس نمبر سے انھیں بھیجا گیا تھا وہ نمبر انکسپلر کا تھا۔ نام جسٹری تھا۔ انکسپلر مراد سے ڈاکٹر مراد کے مراسم کے متعلق معلوم کرنے کے لیے کسی بڑے ہو گئے تھا ان کا دن ضرور تھا۔ اجمہ صاحب نے اس میں ان کی آنکھیں خاص خاص بچکان تھیں۔ اور اجمہ صاحب نے تو قریب کے ساتھ صاف کیا اور ایف آئی کے آفس کی طرف بھیج دیے۔

اجمہ نے اسے قلمی دی اور جلد ہی آنے کی باقی بھرے کے بعد سلسلہ متعلق کر دیا۔ اب انھوں نے ڈاکٹر مراد کا نمبر ملا شروع کر دیا۔ ان کی جلدی جھکے داکٹر جانا ممکن نہیں تھا۔ ڈاکٹر مراد کا میٹری ہوم جھک کے قریب تھا۔ انھیں جھک کی طبیعت کے متعلق مطلع کرنے کے بعد جھک کی طرف جانے کی گزارش کی جاسکتی تھی۔ فون پر پتل جانے لگی۔ اسی وقت انھوں اپنے پیچھے گاڑی کے تازوں کی ہل آواز سنائی دی۔ انھوں نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ سیاہ شیٹوں والی لیو آہنگ سے نکلتی ہوئی ان کے قریب آ کر کھڑکی گاڑی کے اگلے دروازے کا شیشہ ہوا۔ پچھلی سیٹ سے بچے کے درنے کی آواز سنائی دی۔ آواز بڑھتی ہوئی تھی۔ اسی وقت ڈاکٹر مراد کے موہاں پر پتل جانے لگی۔ اس کے ساتھ ہی نمبر کے اندر کا باہل موہاں کی گھنٹی کی آواز سے گونج اٹھا۔ ڈاکٹر ایگ سیٹ پر بیٹھے ہوئے نقاب پہنیے پڑ پڑا کر آ کر کھڑکی سے بیٹھ کر دیکھا اور وہیں داکٹر سے آگ دیا۔ اجمہ صاحب کے موہاں سے جانی ہوئی نقل بھی نکلتی مستحکم ہوئی۔ گاڑی کے اندر پر غیوم کی ناخوشبو بھی ہوئی تھی۔ یہ خوشبو بھی پچھلی تھی۔ انکسپلر یاد ہوئے کہ کامیونٹ مل گیا۔ ڈاکٹر ایگ سیٹ پر بیٹھے ہوئے نقاب ہٹ کر انھوں میں ریو اور دکھائی دینے لگا۔ وہ ہاتھوں میں سیاہ دستانے پہنے ہوئے تھا۔ آنکھیں سیاہ جھکے کے پیچھے چھید تھیں۔ اس نے اشارے سے اجمہ صاحب کے ایک اگلی سیٹ پر کھینے کے لیے کہا۔ اجمہ صاحب نے گھم کی تھیلی کی۔ پر غیوم کی خوشبو نے ایک لمحہ دھیر انھیں سے پھنک لیا لیکن نقاب ہٹنے کے پچھلے حصے میں لیے ہوئے بچے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اسے اٹھانے کے لیے کہا۔ اجمہ صاحب نے گاڑی کا پچھلا دروازہ کھولا اور کھل میں لیے ہوئے کھڑکوں کو شیشہ پر دھار دیا۔ اجمہ صاحب کے ساتھ بند کر دیا۔ لیو تیز رفتاری کے ساتھ آگے بڑھ گئی۔ چھ لگا تارو سے جا رہا تھا۔ انھوں نے کھل ہٹا کر اس کے پھرے کا ہاتھ اور ہاتھوں میں ہونے کے بعد خوشی کے عالم میں اپنی گاڑی کی طرف چل دیے۔ اگلی سٹج انھوں نے دروازے کے آگے اس کا دروازہ کھولا۔ اسٹینڈ ڈائریکٹر تو قریب کے ساتھ ان کی گھم کی شامالی تھی۔ تو قریب سے ان کے آنے کی وجہ دریافت کی۔ جب انھوں نے کانڈ پر کھل ہوا موہاں میں نمبر ان کے ہاتھوں میں چھاتے ہوئے کہا۔

”یہی اس نمبر کی بانیہ نمبرک تقدیر تھی کے متعلق

بڑے لوگ

منظر امرا



ہر شخص چاہتا ہے کہ اس کی اپنی ایک الگ شناخت ہو... دور سے دیکھتے ہی لوگ اسے پہچان لیں... ایسے ہی چند دوستوں کی بیوقوف... بیوقوف ایک خواہش کے دل و دماغ میں چھپا لیں... اور وہ اس خواہش کو پورا کرنے کے لیے میدان عمل میں کود پڑے...

بیوں پر ہم جیسے دیے والی کہانی کے پرستار مراد...

اکتھم پر ہاتھ۔ ”ہاتھ ایسا جب برہنہ تو پتا چا کر وہاں تو ایک سے ایک بڑے لوگ پیدا ہو چکے ہیں۔ جیسے غلام کہاں جس کے ہاتھ ہوئے تھے کے ہاتھ جسے رنگ جاتے تھے۔ اور کی بہت سے لوگ۔ یہ ایک ہمارا گاؤں ہے۔“
 ”لیکن اکبر ہائی، تم کو تو بہن بتانا نہیں آتا۔“ ہاتھ نے کہا۔
 ”اے نہ کہہ کی اور کار تو کر تے ہیں۔ اجمہ سے گاؤں کا

تقریریں سر جوڑ کر بیٹھے ہوئے۔ اکبر بالے اور شے سے ایک بہت بڑی پر اجمہ کی جہان کے سامنے تھی۔ ہر ایک میں کسی گاؤں کے وہ لوگ رہنے والے تھے۔ اس کا نام اس بھیجی کوئی بڑا آدمی پتا نہیں ہو تھا۔ سب کے سامنے سے لوگ تھے۔ جیسے ہڈی کر کے دالے یا چھوٹے نمونے دکا خاں۔ جن کو صرف گاؤں کے لوگ ہی جانتے تھے۔

ہام روہن ہو، اور میں بھی کرتے۔
 "میری سمجھ میں ایک بات آ رہی ہے۔" شیدے نے کہا۔
 "وہ کیا؟"
 "میں تو سلطمان ڈاکو بن جائیں۔" شیدے نے کہا۔
 "کیا پاگل ہو گیا ہے۔ ہم سلطمان ڈاکو کیسے بن سکتے ہیں۔" امیر بھٹا کرولا۔ "ہمارے نام ایک الگ ہیں۔ سلطمان ڈاکو تو ایک ہی تھا۔ میں نے اس کی کہانی سنی ہوئی ہے۔"
 "پوری بات تو سن لو۔ ہم تینوں کو ایک نام دیں گے۔ جیسے ہوئی ہے۔"
 "ترکیب تو انہی سے لیکن کتنی کالی ہو گی؟" شیدے نے پوچھا۔
 "اس کا نام ہوگا۔ چراغ کا جن۔"
 "کسی نے کئی بات کر رہا ہے۔ یہ کیا بات ہوئی۔ چراغ کا جن۔"
 "پوری بات تو سنو۔ میں نے شہر جا کر دیکھا ہے۔ وہاں لوگ انوکھے گھر کھتے ہیں۔ اس سے ہوتا ہے کہ لوگ ان کی طرف متوجہ نہیں ہوتے تھے۔ یہ چراغ کا جن بھی ایک انوکھا نام ہوگا۔ ہماری جتنی شہر ہو جائے گی۔"
 "اے ہم کو کئی سالانہ بیٹے کا پروگرام نہیں بنا رہے۔" امیر نے کہا۔ "سلطمان ڈاکو بننے جا رہے ہیں تو ان کی ترکیب بتا رہا ہے کہ دوسرے ہی دن ہم پشپور کی نظر میں آ جائیں۔"
 "کیسے تو ہم؟ یہ بڑی عادت ہے۔ امیر بھٹا کرولا تم گہری بات نہیں کرتے۔" شہر بھٹا کرولا۔ "دیکھا اس کو کہ ایک ہوگا۔ جب ہم تینوں چراغ کے تن کے طور پر شہر ہو جائیں گے تو سب بے ہماری دہشت ہو جائے گی۔ مگر ہم بھی کتنی کالے کاہلے ہوں گے، اس کو سب ایک خلیج دیں گے۔ وہ ڈر جائے گا۔"
 "تو ایک نام یا اعداد و حسابات کر کے کہہ کر دیں گے؟"
 "اور کیا؟ ہمیں سلطمان ڈاکو کی روایت کو نذر رکھنا ہے۔"
 "لیکن ہم لوہے کی کسی کڑاں میں توبہ کیلئے ہی ہیں۔"
 "اس پاس کے لوگوں کو؟" شیدے نے بتایا۔
 "لیکن سلطمان ڈاکو تو لوٹنے کے بعد سارے چپے غریبوں میں بانٹ دیتا تھا۔" ہائے نہ کہا۔

"میں بھی کی کر رہی ہے۔"
 "اے تو کیا ہمارا نام ڈاکو غریب ہے جتنا ہی میری کر رہی اور سارے اسے انٹ کر دیں۔" امیر بھٹا کرولا۔
 "امیر بھٹا کرولا! اور اگلے ہو کر سوچ۔ کیا اس طرح ہمارے گاؤں کا نام روشن نہیں ہوگا؟ ہر جگہ کہا جائے گا کہ ہمارے گاؤں میں ایک ایسا گروہ ہے جو لوٹی ہوئی رقم غریبوں میں بانٹ دیتا ہے۔ ہر طرح داہد ہوگی۔ غریبوں کی دعا میں نہیں کی۔"
 "ہم روشن ہونے کے ساتھ ساتھ اس روٹی میں نہیں ہمیں جاتی کہ میں ہوں گا۔ ہم کو کس تک پہنچ جائے گی۔"
 "ایسا نہیں ہوگا۔" شیدے نے اطمینان سے بولا۔ "کیونکہ ہم ہمارا کام نہیں کر رہی ہیں۔"
 "میرا خیال ہے کہ اس توبہ میں پاگل ہو چکا ہے۔"
 "امیر بھٹا کرولا، بات سمجھ کر تو نہیں کرو۔" شیدے نے کہا۔ "ہم تو خود حاضر نہیں ہو سکتے ہیں۔ اس طرح وہ ہمارے خلاف کئی کارروائی نہیں کرے گی۔"
 "تینوں مگر سر جوڑ کر بیٹھ گئے۔ ترکیب ابھی تھی۔ اس طرح ان کا دور نام ہو سکتا تھا۔
 "کئی سوالات ان کے سامنے تھے۔ پہلی بات تو یہ تھی کہ پشپور والوں سے کیا کیا جائے۔ دوسری بات یہ تھی کہ کیا پشپور والے اس بات کے لیے راضی ہو جائیں گے؟ اور تیسری بات یہ تھی کہ ان کے پاس اعلیٰ نام کی کوئی چیز نہیں تھی۔ وہ کسی طرح لوہہ کیسے۔
 "لے بے پناہ کر پیلے پشپور والوں سے بات کی جائے۔ تینوں دوسرے دن قافلے بچھے گئے۔ یہ قافلہ گاؤں سے کچھ فاصلے پر پہنچا گیا تھا۔
 "اس دن تینوں نے حاف پکڑے بہن رکھے تھے۔ قافلے کے کپڑے پھینک کر ان کی ہت چراپ دے دی۔... امیر نے کہا۔
 "امیر بھٹا کرولا! کچھ ڈر لگتا ہے۔... پوچھو بیٹھ گیا تھا۔" یہ شہر و شہر نے اپنا قافلہ اس کو بچھ دیں۔
 "شیدے بھی جی بھلی گیا تھا۔ وہ دیکھ جانے کو بھی نہیں مقرر رہا۔ وہ لوگ تینوں کی ایک ساتھ اندر جا گئے۔
 "تینوں ایک ساتھ اندر داخل ہوئے۔ سامنے ہی در درخون خوارا دل کے پشپور والے بیٹھے تھے۔ ان تینوں کو دیکھ کر ان کی ہاتھیں میل گئیں۔ "آؤ... آؤ... ہم اللہ... ہم اللہ۔"
 "تینوں ان پشپور والوں کے سامنے جا کر گھومتے ہو گئے۔

"ہاں جی میں کو مار کر آئے ہو؟" ایک نے پوچھا۔
 "میں جی میں کو مار کر آئے۔" امیر نے کہا۔
 "تو پھر کیوں آئے ہو؟"
 "جناب عالی۔ ہم لوگوں نے اپنے گاؤں کے نام مشہور کرانے کی ترکیب سوچی ہے۔" شیدے نے کہا۔
 "اچھا، میں دہاں دوچار نہیں والے اور اگر کھڑے ہو گئے۔" ہاں جی، جتنا کہ ترکیب سے گاؤں کو مشہور کرنے کی؟"
 "جناب! ہم سلطمان ڈاکو کے پیش قدم پر چلنے کی کوشش کر رہے ہیں۔" امیر نے کہا۔
 "کھل کر بتاؤ کیا کر رہے؟" پشپور والوں کو اب ان کی باتوں میں وہ بھی محسوس ہونے لگی تھی۔
 "جناب! جس طرح سلطمان ڈاکو اپنے گاؤں کو لوٹ کر غریبوں کی مدد کرتا تھا۔ ہم بھی دیکھ کر رہے۔ ہائے نے بتایا۔
 "پشپور والوں نے ایک دوسرے کی خبر لی کہ ان سے دیکھا اس ایک مسئلہ کا حل تلاش کرنے کا تھا۔
 "اس دوران قافلہ چارچرخ میں اس آکر کھڑا ہو گیا تھا۔ اس نے پوچھا۔ "اس سے کیا ہوگا؟"
 "جناب! اس سے اپنے گاؤں کا نام دور دور تک مشہور ہو جائے گا کہ اس ملک میں ایک ایسا گاؤں ہے جہاں کے ڈاکو اور سب سے دولت کو غریبوں میں بانٹ دیتے ہیں۔ انکا گاؤں۔ ہر جگہ جانا گئے۔
 "واہ، وہ تو بہت اچھی ترکیب ہے۔" ایک پشپور والے نے غلام ڈاکو۔
 "سہمی۔" ایک پشپور والے نے اچھا چکر تو کھینچا۔
 "مہم لوگ کب سے شالی گھر کے ڈاکو کو تلاش کر رہے ہیں، انہوں نے بہت بڑا ڈاکو ڈالا تھا۔"
 "ہاں، یہ تو جس میں لوگوں کو بولنے لے گئے تھے اور اس ایک تک ڈاکو کا پتہ نہیں مل سکا ہے۔ اوپر والے بھی نامی ہو رہے ہیں۔"
 "سہمیں خدان بدوں کا امتحان لے لیا جائے۔" وہ پشپور والا گمان انداز سے بولا۔
 "ہاں،" چارچرخ کی ہاتھیں چمک اٹھیں۔ "میں ان لوگوں کو مار ڈاکے میں اندر کر دیا ہوں۔"
 "اچھا، ان تینوں کے پاس آکر کھڑا ہو گیا۔" ہاتھ نہ تھکے۔
 "تینوں کے ارادے بہت نیک ہیں۔ ہم بہت اچھا کام کرنے جا رہے ہیں۔"

"میں جناب۔" وہ تینوں غصہ ہو گئے۔
 "چونکہ ہم بہت بڑے ہیں۔ اس لیے اس کا امتحان بھی بہت بڑا ہوگا۔"
 "ہم ہر طرح حاضر ہیں جناب۔" شیدے جلدی سے بولا۔
 "میرے تینوں نے ایک ڈاکو ڈالا تھا اور جو کچھ لاء، وہ غریبوں میں بانٹ دیا۔"
 "لیکن ہم نے تو یہ بھی کوئی ڈاکو نہیں مارا۔" امیر بھٹا کرولا۔
 "تو کچھ ہمارے چہرے۔" چارچرخ نے کہا۔ "وہ ڈاکو ڈالا جا چکا ہے اور وہ ڈاکو تینوں نے کی مارا تھا۔ خود سچہ تہماری کثرت بولنے کی۔"
 "اور وہ جس کی جناب لیکن وہ دولت جو لوٹی ہوئی تھی، اس کا کیا ہوگا؟"
 "میں تم تینوں نے جو میرا جانتی ہے۔"
 "ہم نے تو کیا کچھ نہیں کیا ہے۔" شیدے نے کہا۔
 "اگر یہ وقف، تہماری اور تمہارے گاؤں کی شہرت ہو جائے گی۔"
 "لیکن کیا کرنا ہوگا؟"
 "کچھ نہیں جس عداوت کے سامنے جا کر بیان دینا ہوگا کہ تم تینوں سلطمان ڈاکو کے سیر دکا ہو۔ اسیر ہو کر لوٹے ہو اور غریبوں کی مدد کرتے ہو۔ یہ سب سے اچھا راستہ ہے۔"
 "میں جناب،" شہر تو بھی سے ہیں، ہم تو بلا جبر اندر ہو جائیں گے جبکہ میں ایک بھی کچھ نہیں کیا۔"
 "میں کئی کالی ہو کر تہماری ہم اپنے گاؤں کا نام روشن کرنے لگے ہو تو اس میں کئی خوارا یاں تو ہوں گی لیکن تمہارے گاؤں کے سیر دکا ہوگا۔"
 "تینوں انہیں میں مشورہ کرے گئے۔ مگر تینوں نے فیصلہ کیا کہ انہیں اپنا تہماری بنا جائے جیسے کیا چاہا ہے۔ ان تینوں نے اچھا چکر نہ کیا۔ "جناب! آپ جو چاہیں گے، ہم وہاں کو تیار ہیں۔"
 "ہاں،" قافلے دار نے چمکی دی۔ "یہ ہوئی نا جلدی کی بات۔ اب تم تینوں تری کر شروع کر دو گے۔ کل سبھی میں میں عداوت میں تینوں کر دیا جائے گا۔"
 "اچھا، ہم کرے گا ان تینوں کو لاک میں ڈال دیا۔"
 "اور وہیں اپنا تہماری کرے گا کہ گاؤں کی شہرت کے چکر میں پھنس گئے ہوں۔" ہائے نہ غصہ نہ کر گیا۔



انگاری

عمر حیدر منسل

دنیسویں قسط

نیکی کر دیا میں ڈال... ہات محاورے کی حد تک نہیں ہو سکتی ہے لیکن خود غرضی اور سفاکی کے اس دور میں نیکی کرنے والے کو بہن کمر میں پتھر باندھ کر دیا میں ڈال دیا جاتا ہے۔ انسان بے لوث ہو اور سچے میں درمند دل رکھتا ہو تو اس کے لیے قدم قدم پر ہولناک آسیب منہ پہاڑ انتظار کر رہے ہوتے ہیں۔ رستہ کیوں کے سرخیل اور جاگیر داری کے بے رحم سرغنہ لب کے پیاسے ہو جاتے ہیں... اینٹوں کی نگاہوں سے نقی کے انگارے پرستے لگتے ہیں... امتحان درامتحان کے ایسے کئے ماحول پیش آتے ہیں کہ عزم کمزور ہو تو مقابلہ کرے والا خود ہی اندر سے رعبہ رعبہ ہو کر بکھوٹا چلا جاتا ہے لیکن حوصلہ چھان پو تو پھر پوسازش کی کرگہ سے دلیری اور قربانیت کی نئی کیا ہی ابھرتی ہے۔ وطن کی مٹی سے پیار کرنے والے ایک بے خوف نوجوان کی داستان جیسے ہر طرف سے وحشت و بربریت کے خون آشام ساملوں نے گھیر لیا تھا مگر وہ ان پیاسی دلدلوں میں رگہ بھر بیٹھتا ہی چلا گیا... افروز سوخ اور درندگی کی زنجیروں بھی اس کے بڑھتے ہوئے قدم نہیں روک سکیں۔ وقت کی میزبان کو اس کے خونخوار حریفوں نے اپنے قدموں میں جھپکا لیا تھا مگر وہ پار مان کر پسپا ہوئے والوں میں سے نہیں تھا...

مظہر مظہر رنگ پر لقی... ایک ایورنگ اور
دل گرازا داستان...

جاسوسی ڈائجسٹ 92 فروری 2018ء

اب آپ مزید واقعات ملاحظہ فرمائیے

اب آپ مزید واقعات ملاحظہ فرمائیے

اب آپ مزید واقعات ملاحظہ فرمائیے

میں نے غصا ابرار میں کیا۔ ”ملا! میں نے سنا تھا کہ آپ کی تحریر بھائی (تاجر) کی بھی دیکھ رہی ہوگی۔ کئی شاید اساتذہ بھی تھان کے مشیر کا۔“

ابوں نے کسی سر ہلایا۔ ”بھیس۔ یہ تو پرائے بات ہے، اور وہ تو کوئی ایک ماہوند نہیں تھا۔ بہت ہی بہت محبت کا فکار ہو چکا تھا۔ اس کی شامیں اچانک اسے لئے ڈوبی۔ رب الہی کی مغفرت کرے، اب وہ زندہ نہیں ہے۔“

میں نے دل میں سوچا۔ مولانا آپ نہیں جانتے، آپ جس بھی کہنے کے خواہش کر رہے ہیں۔ وہ ہے۔ موجود ہے۔ اور آپ کے سامنے ہے۔ وہ آپ کی بھائی سے اتنی ہی محبت کرتا ہے جتنی کوئی کسی کے رشتہ سے۔ وہ اپنی جان دے کر بھی اس کی جان اور ہر کی حفاظت کر سکتا ہے۔ اور اس کے چہرے پر ایمان بھری سرگرمی دکھانے کے لیے وہ خود کو اپنے اہل عرف کے ساتھ سمندر میں سے گزار سکتا ہے۔ وہ ہے۔ اور وہ آپ کی آواز کے مطابق اپنے ہونے کا ثبوت بھی دے گا۔ آپ کی پیاری بھائی آپ کی بہن اور آپ کے بھائی نہیں ہیں۔ لیکن میں یہ سب بھائی زبان سے نہیں کہہ سکتا تھا۔

اگلے روز صبح کے وقت میں نے فردوس کو دوبارہ فون کیا۔ اس مرتبہ چوٹی پانچ بج رہی تھی۔ کامیابی ہو سکی۔ فردوس نے ایک خوف زدہ کی سرگرمی میں کہا۔ ”دو کاں بھائی! میں واقعی دم کے اندر سے بول رہی ہوں۔ یہاں بہت سخت خطرہ ہے۔ مجھے آپ اپنا خون بند کرنا پڑے گا۔“

”کہاں ہوتا؟“ میں نے سخت لیے جس پر پچھا۔

وہ دھم دھم دھڑکنے میں رہنے کے بعد بولی۔ ”میں ابھی ٹھوڑی دیر پہلے ہی گاؤں سے یہاں پہنچی ہوں۔“

”اسلام آباد۔“ ”باو۔“ ”دو کاں!۔“ ”پپ۔“ ”پرسوں نکاسے۔“ ”میں تاجر ہندو کی بیوی کی دم ہے۔ یہاں کی کامی ہادی کے مجھے اور انور کی کھیر اسے کیا دل لایا گیا ہے۔“

میرے جسم میں سستی کی لہر دوڑ گئی۔ فردوس کی باتوں سے پتہ چل رہا تھا کہ وہ ایک جگہ پر ہے جہاں وہ اپنے صاحب اپنے سارے راولپنڈی کو لے کر چکے ہیں۔ میرے فطر سے یہ جیست جڑی تھی۔ یہ ایک خوف کے بعد فردوس نے کہا۔ ”فردوس! ایک دم طرح تاجر سے میری بات کر سکتی ہو؟“

”توہ کر سکتی تو ہے۔۔۔ کالوں کو ہاتھ لگاؤ تاہم بھائی! تاجر بی بی کی ہونے والی تھیں۔ یہاں ہیں۔ اور ایک دو بجیں پوری پانچ ہیں۔ اس کے علاوہ ایک گھر کی فرائیں ہیں۔ بڑی خوشیار اور چالاک۔ چلتے ہیں سب کچھ۔ سب۔ یہ لوگ تاجر بی بی کو دوست کے لیے ایک ایک پتہ چھوڑ رہے ہیں۔ اچھا بھر گھڑا گھر ہوا ہے۔ اب میں فون بند کر رہی ہوں۔۔۔“

”بھیس فردوس۔۔۔“ میں نے سخت لیے جس میں جلدی سے کہا۔ ”تو تم نے فون بند کیا تو جو کچھ ہو گا تمہارے ساتھ۔ بہت برا ہوگا۔“

”یہ میں کیا کروں؟ کسی کو پتہ چل گیا کہ میں اس طرح یہاں چپ کر چھڑا کر رہی ہوں تو یہ لوگ میرے فون سے کر دیں گے۔ میرے چہرے سے پتہ چلے گا۔“

”وہاں تو وہاں تو میرے گھر پر ایمان بھری سرگرمی دکھانے کے لیے وہ خود کو اپنے اہل عرف کے ساتھ سمندر میں سے گزار سکتا ہے۔ وہ ہے۔ اور وہ آپ کی آواز کے مطابق اپنے ہونے کا ثبوت بھی دے گا۔ آپ کی پیاری بھائی آپ کی بہن اور آپ کے بھائی نہیں ہیں۔ لیکن میں یہ سب بھائی زبان سے نہیں کہہ سکتا تھا۔“

اگلے روز صبح کے وقت میں نے فردوس کو دوبارہ فون کیا۔ اس مرتبہ چوٹی پانچ بج رہی تھی۔ کامیابی ہو سکی۔ فردوس نے ایک خوف زدہ کی سرگرمی میں کہا۔ ”دو کاں بھائی! میں واقعی دم کے اندر سے بول رہی ہوں۔ یہاں بہت سخت خطرہ ہے۔ مجھے آپ اپنا خون بند کرنا پڑے گا۔“

”کہاں ہوتا؟“ میں نے سخت لیے جس پر پچھا۔

وہ دھم دھم دھڑکنے میں رہنے کے بعد بولی۔ ”میں ابھی ٹھوڑی دیر پہلے ہی گاؤں سے یہاں پہنچی ہوں۔“

”اسلام آباد۔“ ”باو۔“ ”دو کاں!۔“ ”پپ۔“ ”پرسوں نکاسے۔“ ”میں تاجر ہندو کی بیوی کی دم ہے۔ یہاں کی کامی ہادی کے مجھے اور انور کی کھیر اسے کیا دل لایا گیا ہے۔“

میرے جسم میں سستی کی لہر دوڑ گئی۔ فردوس کی باتوں سے پتہ چل رہا تھا کہ وہ ایک جگہ پر ہے جہاں وہ اپنے صاحب اپنے سارے راولپنڈی کو لے کر چکے ہیں۔ میرے فطر سے یہ جیست جڑی تھی۔ یہ ایک خوف کے بعد فردوس نے کہا۔ ”فردوس! ایک دم طرح تاجر سے میری بات کر سکتی ہو؟“

”توہ کر سکتی تو ہے۔۔۔ کالوں کو ہاتھ لگاؤ تاہم بھائی! تاجر بی بی کی ہونے والی تھیں۔ یہاں ہیں۔ اور ایک دو بجیں پوری پانچ ہیں۔ اس کے علاوہ ایک گھر کی فرائیں ہیں۔ بڑی خوشیار اور چالاک۔ چلتے ہیں سب کچھ۔ سب۔ یہ لوگ تاجر بی بی کو دوست کے لیے ایک ایک پتہ چھوڑ رہے ہیں۔ اچھا بھر گھڑا گھر ہوا ہے۔ اب میں فون بند کر رہی ہوں۔۔۔“

”بھیس فردوس۔۔۔“ میں نے سخت لیے جس میں جلدی سے کہا۔ ”تو تم نے فون بند کیا تو جو کچھ ہو گا تمہارے ساتھ۔ بہت برا ہوگا۔“

”یہ میں کیا کروں؟ کسی کو پتہ چل گیا کہ میں اس طرح یہاں چپ کر چھڑا کر رہی ہوں تو یہ لوگ میرے فون سے کر دیں گے۔ میرے چہرے سے پتہ چلے گا۔“

”وہاں تو وہاں تو میرے گھر پر ایمان بھری سرگرمی دکھانے کے لیے وہ خود کو اپنے اہل عرف کے ساتھ سمندر میں سے گزار سکتا ہے۔ وہ ہے۔ اور وہ آپ کی آواز کے مطابق اپنے ہونے کا ثبوت بھی دے گا۔ آپ کی پیاری بھائی آپ کی بہن اور آپ کے بھائی نہیں ہیں۔ لیکن میں یہ سب بھائی زبان سے نہیں کہہ سکتا تھا۔“

اگلے روز صبح کے وقت میں نے فردوس کو دوبارہ فون کیا۔ اس مرتبہ چوٹی پانچ بج رہی تھی۔ کامیابی ہو سکی۔ فردوس نے ایک خوف زدہ کی سرگرمی میں کہا۔ ”دو کاں بھائی! میں واقعی دم کے اندر سے بول رہی ہوں۔ یہاں بہت سخت خطرہ ہے۔ مجھے آپ اپنا خون بند کرنا پڑے گا۔“

”کہاں ہوتا؟“ میں نے سخت لیے جس پر پچھا۔

وہ دھم دھم دھڑکنے میں رہنے کے بعد بولی۔ ”میں ابھی ٹھوڑی دیر پہلے ہی گاؤں سے یہاں پہنچی ہوں۔“

”اسلام آباد۔“ ”باو۔“ ”دو کاں!۔“ ”پپ۔“ ”پرسوں نکاسے۔“ ”میں تاجر ہندو کی بیوی کی دم ہے۔ یہاں کی کامی ہادی کے مجھے اور انور کی کھیر اسے کیا دل لایا گیا ہے۔“

میرے جسم میں سستی کی لہر دوڑ گئی۔ فردوس کی باتوں سے پتہ چل رہا تھا کہ وہ ایک جگہ پر ہے جہاں وہ اپنے صاحب اپنے سارے راولپنڈی کو لے کر چکے ہیں۔ میرے فطر سے یہ جیست جڑی تھی۔ یہ ایک خوف کے بعد فردوس نے کہا۔ ”فردوس! ایک دم طرح تاجر سے میری بات کر سکتی ہو؟“

”توہ کر سکتی تو ہے۔۔۔ کالوں کو ہاتھ لگاؤ تاہم بھائی! تاجر بی بی کی ہونے والی تھیں۔ یہاں ہیں۔ اور ایک دو بجیں پوری پانچ ہیں۔ اس کے علاوہ ایک گھر کی فرائیں ہیں۔ بڑی خوشیار اور چالاک۔ چلتے ہیں سب کچھ۔ سب۔ یہ لوگ تاجر بی بی کو دوست کے لیے ایک ایک پتہ چھوڑ رہے ہیں۔ اچھا بھر گھڑا گھر ہوا ہے۔ اب میں فون بند کر رہی ہوں۔۔۔“

”بھیس فردوس۔۔۔“ میں نے سخت لیے جس میں جلدی سے کہا۔ ”تو تم نے فون بند کیا تو جو کچھ ہو گا تمہارے ساتھ۔ بہت برا ہوگا۔“

”یہ میں کیا کروں؟ کسی کو پتہ چل گیا کہ میں اس طرح یہاں چپ کر چھڑا کر رہی ہوں تو یہ لوگ میرے فون سے کر دیں گے۔ میرے چہرے سے پتہ چلے گا۔“

”وہاں تو وہاں تو میرے گھر پر ایمان بھری سرگرمی دکھانے کے لیے وہ خود کو اپنے اہل عرف کے ساتھ سمندر میں سے گزار سکتا ہے۔ وہ ہے۔ اور وہ آپ کی آواز کے مطابق اپنے ہونے کا ثبوت بھی دے گا۔ آپ کی پیاری بھائی آپ کی بہن اور آپ کے بھائی نہیں ہیں۔ لیکن میں یہ سب بھائی زبان سے نہیں کہہ سکتا تھا۔“

اگلے روز صبح کے وقت میں نے فردوس کو دوبارہ فون کیا۔ اس مرتبہ چوٹی پانچ بج رہی تھی۔ کامیابی ہو سکی۔ فردوس نے ایک خوف زدہ کی سرگرمی میں کہا۔ ”دو کاں بھائی! میں واقعی دم کے اندر سے بول رہی ہوں۔ یہاں بہت سخت خطرہ ہے۔ مجھے آپ اپنا خون بند کرنا پڑے گا۔“

”کہاں ہوتا؟“ میں نے سخت لیے جس پر پچھا۔

وہ دھم دھم دھڑکنے میں رہنے کے بعد بولی۔ ”میں ابھی ٹھوڑی دیر پہلے ہی گاؤں سے یہاں پہنچی ہوں۔“

”اسلام آباد۔“ ”باو۔“ ”دو کاں!۔“ ”پپ۔“ ”پرسوں نکاسے۔“ ”میں تاجر ہندو کی بیوی کی دم ہے۔ یہاں کی کامی ہادی کے مجھے اور انور کی کھیر اسے کیا دل لایا گیا ہے۔“

میرے جسم میں سستی کی لہر دوڑ گئی۔ فردوس کی باتوں سے پتہ چل رہا تھا کہ وہ ایک جگہ پر ہے جہاں وہ اپنے صاحب اپنے سارے راولپنڈی کو لے کر چکے ہیں۔ میرے فطر سے یہ جیست جڑی تھی۔ یہ ایک خوف کے بعد فردوس نے کہا۔ ”فردوس! ایک دم طرح تاجر سے میری بات کر سکتی ہو؟“

دے سکتی۔" وہ کہہ کر ابولی۔

"اور اس ماں کو دکھ دے سکتی ہو جس نے تمہیں اپنی کوکھ میں پالا۔۔۔ اور جو اب تمہارے باپ کے سامنے بے بسی کی تصویر نظر آتی ہے۔ اپنے اس ماموں کو دکھ دے سکتی ہو جو تمہارے حق کے لیے جہد کر رہا ہے اور دارابیوں کی دشمنی مول لے رہا ہے۔ اپنے ان سب خونخواریوں کو بھی دیکھ کر سکتی ہو جو ان دارابیوں کی خصلت جانتے ہیں اور جنہیں اس گڑھے میں گرنے سے بچانا چاہتے ہیں۔"

وہ سکھ اٹھی۔ "میں کیا کروں، میں بے بس ہو چکی ہوں۔ میں اپنے ان سب ہم دروس سے بھی شرمندہ ہوں جو میرے لیے بولتے رہے ہیں لیکن کچھ نہیں سکے۔ م۔۔۔ میں نہیں چاہتی کہ میرے اپنے ہی خاندان والے میری وجہ سے آپس میں لڑنا شروع کر دیں۔۔۔ اور پھر مجھ پر سب سے زیادہ حق تو میرے باپ کا ہے نا؟ اگر وہ بچتے ہیں کہ وہ ٹھیک کر رہے ہیں تو پھر ٹھیک ہی کر رہے ہوں گے۔"

"مٹی کو دیکھ کر کہہ کر توڑی طرح آنکھیں بند نہ کرو تا جو را تم دیکھ رہی ہو کہ یہ ایک ناقص گڑھا ہے۔ آنکھوں سے دیکھ کر اس میں گر کر دیتی تو یہ خودکشی سے بڑا گناہ ہو گا اور میں تمہیں یہ نہیں کرنے دوں گا۔"

"ہم۔۔۔ کچھ نہیں کر سکتے شاہ زیب۔۔۔ بہت بڑا خوفان آجائے گا۔ اب سب سہنا پڑے گا۔ کیونکہ۔۔۔ اب کچھ نہیں ہو سکتا۔"

"ہو سکتا ہے۔" میں نے احماد سے کہا۔ "میں یہاں تک پہنچ ہی گیا ہوں ناں، بولو پوچھنا ہوں یا نہیں؟"

وہ خاموش رہی۔ اس نے بالوں کی لٹوں کو کانوں کے پیچھے اڑھا اور ڈری نظروں سے سوئے ہوئے راجیل کو دیکھا۔ جیسے اسے اندیشہ ہو کہ وہ جاگ نہ جائے۔

میں نے خود سری سے اس کی آنکھوں میں جھانکا اور کہا۔ "میں تمہیں لینے آیا ہوں تا جو را۔"

وہ سر سے پاؤں تک کانپ گئی۔ اس کے دونوں ہاتھ جیسے بے ساختہ اس کی گود میں مٹ گئے۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے شاہ زیب ا؟" وہ سہم کر بولی۔

میں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ "تا جو را اگر تم مجھ سے پیار کرتی ہو اور اپنے والد کی ضد کی وجہ سے ایک دلدل میں ڈھنسنے سے بچنا چاہتی ہو تو سب کچھ ہو سکتا ہے۔ مجھ پر یقین کرو۔ میں تم پر کوئی آنکھ نہیں آنے دوں گا اور تمہیں جبر کے اس گھیرے سے نکال کر لے جاؤں گا۔ ہم کورٹ میرج کر لیں گے۔۔۔ یا پھر نکاح۔۔۔ جیسے بھی تم چاہو۔۔۔ اور مجھے

ڈائنامائٹ کا دھماکا تھا۔ اندازہ ہو رہا تھا کہ یس اور اس کے سامنے دھماکا کسی گاڑی کے قریب کیا اور اس کے گاڑی کا سلسٹر بھی پھٹ گیا۔ دھماکے کے وقت مجھے بھی اس کی شدت توقع سے زیادہ محسوس ہوئی تھی۔

تاجور نے رو ہاکی آواز میں فردوس سے پوچھا۔ "اسپتال سے کوئی فون آیا ہے؟"

"نہیں، ابھی دو ٹھنڈے پیلے آپ کے سامنے ہی آیا تھا۔ بڑی بی بی جی بالکل ٹھیک ہیں، تم دیکھ لینا ایک دو دن میں چٹکی بھلی ہو جائیں گی، تم فکر نہ کرو۔"

میں ڈرا چلا۔ مجھے لگا کہ یہ شاید تاجور کی والدہ کا ذکر ہو رہا ہے۔ تھوڑی دیر بعد فردوس جب داپس چلی گئی تو تاجور نے دردازے کو اندر سے بولٹ کر دیا۔ اس نے قریب ہی ہونے والے "سلسٹر رو دھماکے" کی بات کی۔ اس کے گمان میں یہ بات بالکل نہیں آئی تھی کہ یہ سلسٹر رو دھماکا نہیں اور اس دھماکے اور میرے یہاں وارد ہونے میں گہرا تعلق ہے۔ میں نے تاجور سے پوچھا کہ ابھی ملازمہ کسی بیماری کی بات کر رہی تھی؟ تاجور نے انگلی بار لہجے میں مجھے بتایا کہ کسی کوکل سے 103 بخار ہے۔ کچھ دیر کے لیے توبہ ہوش ہی ہو گئی تھیں۔ وہ اب بھی اسپتال میں ہیں۔

میں نے گہری سانس لیتے ہوئے تاجور کو دیکھا۔ "اور تا جو را اس کے باوجود کل تمہیں مہندی لگائی جائے گی۔ شاید ڈھولک بٹی بھائی جائے گی۔۔۔ اور پھر پرسوں تمہیں نکاح کے بعد رخصت کر دیا جائے گا۔"

وہ کچھ نہیں بولی۔ بس بیڑ کے کنارے پر سر جھکائے بیٹھی رہی۔ دو موشی اس کی آنکھوں سے جھڑے اور اس کی جمولی میں گم ہو گئے۔ اس کی صورت دیکھ کر صاف پتا چلتا تھا کہ وہ میرے یہاں آنے سے پہلے نہ صرف جاگ رہی تھی بلکہ رو بھی رہی تھی۔ اس کی درم زدہ آنکھیں سرخ تھیں اور اب کوشش کے باوجود وہ اپنی آنکھوں کی حالت چھپانے میں کامیاب نہیں ہو پا رہی تھی۔

میں نے غصے سے لہجے میں کہا۔ "تا جو را تمہارے ابا جان نے پورے خاندان سے جموت بولا۔

تمہیں اور سارے گھروالوں کو خاموشی سے یہاں لے آئے اور کہا کہ یہ شادی پر لا ہو رہا ہوں۔ اس کا کیا مطلب ہوا؟ ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے، کوئی اخلاقی جواز نہیں ہے کہ وہ حق تھا دارابیوں میں تمہارا نکاح کر دیں۔ وہ اب صرف اور صرف اپنی ضد کا جھنڈا اٹھانچا کر رہے ہیں۔"

"کچھ بھی ہے شاہ زیب! میں اب ان کو دکھ نہیں

”کچھ نہیں۔“ وہ بھلائی بھر دیا وقت دے کر کہے گی۔ ”جب تم نے کچھ دفعہ بات کی تو ایسا لگا تھا کہ تم نے کچھ دیکھا ہو گا۔“

”میں نے کچھ دیکھا ہو گا۔“ وہ بھلائی بھر دیا وقت دے کر کہے گی۔ ”جب تم نے کچھ دفعہ بات کی تو ایسا لگا تھا کہ تم نے کچھ دیکھا ہو گا۔“

”میں نے کچھ دیکھا ہو گا۔“ وہ بھلائی بھر دیا وقت دے کر کہے گی۔ ”جب تم نے کچھ دفعہ بات کی تو ایسا لگا تھا کہ تم نے کچھ دیکھا ہو گا۔“

”ہاں! تم آگ سے بھلے رہے ہو۔“

”میں نے کہا ہے ہاں کہیں آگ سے بھلے کیل ہمارے میں خود آگ میں تھی۔“ اس واقعہ میں کچھ نہیں کوئی ٹھوس سرا راستہ نہیں ہو سکتا۔ وہ دے کے کی کو کھلے ہو جائے گی۔ میں نے کہا ہاں بات یاد رکھا، تم میرے بارے میں بات نہ کرنا۔ ہاں بات یاد رکھا، تم میرے بارے میں بات نہ کرنا۔ ہاں بات یاد رکھا، تم میرے بارے میں بات نہ کرنا۔

”کیا تم نے اس واقعہ میں کچھ نہیں دیکھا؟“

”میں نے کچھ نہیں دیکھا۔“

”کیا تم نے اس واقعہ میں کچھ نہیں دیکھا؟“

”میں نے کچھ نہیں دیکھا۔“

”کیا تم نے اس واقعہ میں کچھ نہیں دیکھا؟“

”میں نے کچھ نہیں دیکھا۔“

”کیا تم نے اس واقعہ میں کچھ نہیں دیکھا؟“

”میں نے کچھ نہیں دیکھا۔“

”کیا تم نے اس واقعہ میں کچھ نہیں دیکھا؟“

”میں نے کچھ نہیں دیکھا۔“

”کیا تم نے اس واقعہ میں کچھ نہیں دیکھا؟“

”میں نے کچھ نہیں دیکھا۔“

”کیا تم نے اس واقعہ میں کچھ نہیں دیکھا؟“

”میں نے کچھ نہیں دیکھا۔“

”کیا تم نے اس واقعہ میں کچھ نہیں دیکھا؟“

”میں نے کچھ نہیں دیکھا۔“

”کیا تم نے اس واقعہ میں کچھ نہیں دیکھا؟“

”میں نے کچھ نہیں دیکھا۔“

”کیا تم نے اس واقعہ میں کچھ نہیں دیکھا؟“

”میں نے کچھ نہیں دیکھا۔“

”کیا تم نے اس واقعہ میں کچھ نہیں دیکھا؟“

”میں نے کچھ نہیں دیکھا۔“

”کیا تم نے اس واقعہ میں کچھ نہیں دیکھا؟“

”میں نے کچھ نہیں دیکھا۔“

”کیا تم نے اس واقعہ میں کچھ نہیں دیکھا؟“

”میں نے کچھ نہیں دیکھا۔“

”کیا تم نے اس واقعہ میں کچھ نہیں دیکھا؟“

”میں نے کچھ نہیں دیکھا۔“

”کیا تم نے اس واقعہ میں کچھ نہیں دیکھا؟“

”میں نے کچھ نہیں دیکھا۔“

”کیا تم نے اس واقعہ میں کچھ نہیں دیکھا؟“

”میں نے کچھ نہیں دیکھا۔“

”کیا تم نے اس واقعہ میں کچھ نہیں دیکھا؟“

”میں نے کچھ نہیں دیکھا۔“

”کیا تم نے اس واقعہ میں کچھ نہیں دیکھا؟“

”میں نے کچھ نہیں دیکھا۔“

”کیا تم نے اس واقعہ میں کچھ نہیں دیکھا؟“

”میں نے کچھ نہیں دیکھا۔“

”کیا تم نے اس واقعہ میں کچھ نہیں دیکھا؟“

”میں نے کچھ نہیں دیکھا۔“

”کیا تم نے اس واقعہ میں کچھ نہیں دیکھا؟“

”میں نے کچھ نہیں دیکھا۔“

”کیا تم نے اس واقعہ میں کچھ نہیں دیکھا؟“

”میں نے کچھ نہیں دیکھا۔“

”کیا تم نے اس واقعہ میں کچھ نہیں دیکھا؟“

”میں نے کچھ نہیں دیکھا۔“

”کیا تم نے اس واقعہ میں کچھ نہیں دیکھا؟“

”میں نے کچھ نہیں دیکھا۔“

”کیا تم نے اس واقعہ میں کچھ نہیں دیکھا؟“

”میں نے کچھ نہیں دیکھا۔“

”کیا تم نے اس واقعہ میں کچھ نہیں دیکھا؟“

”میں نے کچھ نہیں دیکھا۔“

انکارے

تین نماز ہوئے۔ لڑکے کے کراہنے اور گرنے کی آواز آئی۔
ایسے لڑکا تھا کہ وہ پانی میں گرے۔
میں نے سجاد سے پوچھا۔ ”تمہارا بھائی کیا خیال
ہے۔ اس میں کسی ڈرامے کا چانس کتنے فیصد ہے؟“
”فیصد کا تو میں کچھ نہیں کہہ سکتا کہ جو کچھ سنا ہے وہ تو
ٹھیک ہی لگ رہا ہے۔“ سجاد کی آواز میں بھی پریشانی
نمایاں تھیں۔

”تھمارا تاج روکے پاس رہنا ضروری ہے۔ ویسے بھی ہنڈی سے گوجر والہ کا فاصلہ چار گھنٹے سے کم کا نہیں ہے۔ میں یہاں سے ایک دوڑھ کھنے میں وہاں پہنچ سکتا ہوں۔ گوجر والہ میں اپنے ایک دو بھرنے بھی ہیں۔ میں دیکھ لیتا ہوں کہ کیا ہوا ہے۔“

”تمہیں سجاد، یہ نیکاری کیسک ہے۔ تم نے بے شک بڑے بڑے بدعاش دیکھے ہیں اور ان سے مار مار کر بھی کی ہے لیکن یہ بالکل اور ٹپ کے ٹوک ہیں۔ ان کو صرف میں ہی سمجھ سکتا ہوں۔ میرا وہاں پہنچنا ضروری ہوگا۔ تم ایسا کرو کہ دادو مجھ کو نوں کر کے اس سے صورت حال جانے کی کوشش کرو اور مجھے بتاؤ۔“

”تمہارے کہنے سے پہلے میں اس کے نمبر پر کوئی کارڈ مارا کہ کچھ اوروں نے اس کی کوشش کی ہے۔“

”اچھا کاغذ قلم لو اور یہ ایک دوسرا نمبر لکھو۔ یہ مجاہد کے قریبی ساتھی تھے جنہوں نے ہمارے کام میں مدد کی تھی۔ بات ہو جائے۔“

نمبر لوٹ گیا۔ میرے دل و دماغ میں کھلبلی مچ گئی تھی۔ مجھے
 ایٹھن کی طرف سے مسلسل اندیشے تھے۔ یکساڑی کینک کے
 شیطان اپنے ذہن کو تو کہاں معاف کرتے تھے وہ اس کے
 بہنوؤں اور قریبی والوں کو بھی صدمت کا نشانہ بنا دیتے

تھے۔ لاہور میں ان ہنگام کاٹوں کے ساتھ میرا جو خوجہ
کراڑا ہوا تھا اس میں اپنی چشم چیں رہا تھا۔ اس کے علاوہ
میرا چھاپا ہوا لودھی وغیرہ نے بھی میرا ہیرا سا مسوا رہا تھا۔
لودھی تو خیر ان کا کھانا بن چکا تھا مجھے ہمارے اور اپنی کی
مسئلہ محسوس اور الگ سمجھا رہا تھا کہ آج یہ فکر حقیقت کا روپ
دھار گئی ہے۔

وہ سارے حسین رومانی خیالات جو تھوڑی دیر پہلے میرے رگ و پے میں بے شکل شادمانی جگا رہے تھے، اب کہیں سینے کی گہرائی میں دبک گئے۔ میں بے قراری سے کمرے

پھر اس نے عجب دل پر اعجاز سے غنی سر پہلا اور
 اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس نے ایک ٹاکہ سینے پر ڈالی اور بالوں کو
 جڑوں کی شکل میں باغدا۔ پورے مشرق کا سن جیسے اس
 کے دروازہ پر بیکر میں سٹ آیا تھا۔ اب وہ دروازے کی
 طرف آگئی تھی۔ میں جلدی سے پیچھے ہٹ گیا۔
 پہلوان شہست نے فحک ہی کہا تھا۔ ہمارے
 پاس نہ زیادہ وقت نہیں تھا۔ بہت بڑے لوگوں سے بہت بڑی
 مجلس تھی۔

میں نے اس نام کے کسی دوست پر جو اولاد کا نہیں اس لیے
میں سوال سے مشورہ کرنا چاہتا تھا۔ اگر سوال اور خورد
یہاں آجائے اور یہاں شہریت بھی تاجر کے بزرگ کی
حیثیت سے یہاں موجود ہو تو اس کی مہربان کفاح خواں کا
انعام کر کے کفاح پر بھروسہ کیا جاسکتا تھا۔
میں سوال کو توں کرنے کا سوچ ہی رہا تھا کہ اس کا

فون اے کیا۔۔۔ دوسری اور چارجی تازہ ترین صورت حال
ہائے کے لیے سچے تین ہائوں کر چاقا۔ میرا خیال تھا
کہ اس نے اب بھی اسی حالے سے فون کیا ہے مگر یہ ایک
دوسری بات تھی۔ اس کے لیے نہ ہی مجھے سمجھا یا کہ کچھ
گڑبڑ ہے۔ دو چوتھوں ہی بولا۔ "شاہی! مجھے لگتا ہے کہ
تمہارا بیٹا اور دو معیتوں کا ہے۔ ابھی ٹھوڑی دیر پہلے اس
کے کسی سامی کی صورت فون اے ہے۔" بڑا سیرس سم کا فون تھا۔
"کچھ تازہ بھی کیا ہوا ہے۔"

”مجھے لگ رہا ہے کہ تیرے ڈراما کے والے
 ”یاروں“ سے ایسے کا بیڑا پڑ گیا ہے۔ یا تو اس نے خود ان کو
 جاگرمادی ہے یا پھر انہوں نے اسے دھوکہ دے رکھا ہے۔“

”نہن کیا تھا؟“ میں نے دھڑکتے دل کو سنبھال کر پوچھا۔

جواب میں سوال نے ہنگامی باب دلیپے میں جرحہ کیے
 بتایا اس سے چار کواکب بھی کوئی حق ملت پہلے اہل حق کے
 موبائل فون سے اس کے دوست منور کی کال آئی۔ دو دہری
 طرح ہانا ہوا تھا اور گاہا تھا کہ کسی سے بچنے کے لیے
 جاگ رہا ہے۔ جانتے جانتے ہی اس نے بتایا کہ کچھ
 غیبی کتب اس نے اہل حق کو بکچر کیں جو حرا اور انور کے شہر کے
 طالب علم تھے۔ انہیں سب سے پہلے یہ فائل پر پکڑا اور منور
 کا ٹول دانی دھونڈی گئی۔ پھر اس کے ارادے بہت
 بڑے ہیں۔ ابھی منور دانی دھونڈا نہیں گئے کیا پایا تھا کہ

کتاب ختم ہو گئی تھی۔ یہاں سے لے کر یہاں تک لکھی گئی۔
اور اس نے داخلی باتیں نہیں لکھی۔ کچھ بھی قادر ایک
لڑکی تھی۔ اپنی زبان سے واضح اثرات تو نہیں کر سکتی تھی مگر جو
کچھ اس نے کہا، وہ میرے لیے کافی تھا۔ وہ بڑی۔ ”میں
بڑے ماموں جان کی باتیں ایک بار پرستنا جاتی ہوں۔ وہ
باتیں سن کر مجھے بڑا حوصلہ ملتا ہے۔ کاش اس وقت وہ
میرے پاس ہوتے۔ میری طرف سے جو فیصلہ کرنا ہوتا

”مجموعہ تاجور، وہ اب بھی تمہارے ساتھ ہیں۔
اپنی اس ریکارڈ شدہ آواز کے ذریعے انہوں نے تم تک جو
پیغام پہنچایا ہے، اس میں شک ہے کہ کوئی غلط فہمی نہیں۔
مجھے ایک سواک فیصد یقین ہے تاجور تم جب بھی اس سے ملو
کہ وہ تمہیں اپنے بولے ہوئے ایک ایک لفظ کے ساتھ

اس نے ایک گہری سانس لی۔ اس کی شفاف گردن پر اس کے کھنکھارے کی آواز کی طرح ایک جھوٹا ساخونٹا ناک کا پڑا۔ اس ملاقات میں اس کی پہلی بار پائلیس ایک فکر میری طرف دیکھا۔ اس کے چہرے پر حیا اور میری جی۔ وہ میری جو کچھ اس نے کہا وہ اس کے چہرے کے طرف آتی تھی۔ "مجھے کچھ سوچنے دیں۔" اس نے کہا اور جلدی سے اٹھ کر اندر چلی گئی۔

اس نے کہا تھا..... مجھے کچھ سوچنے دیں..... لیکن میں جانتا تھا کہ وہ کافی کچھ سوچ چکی ہے۔ اس کے چہرے پر پھیلنے والی حیا آمیز سرخی نے مجھے سب کچھ بتا دیا تھا۔

رواں ہونے کی بجائے کھینچنے کی سی تھی۔ چنانچہ اس نے کہا: "میں نے کبھی ایسا نہیں کیا۔" وہ مجھے ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے بیٹھی نظر آئی۔

میں کو دیکھ کر آہستہ کی طرف نہیں دیکھ رہی تھی۔ اس نے اپنے بندے سے ہونے والی بات کو سنا کر اس کی طرف سے اس کی طرف سے اس کے کھانا ڈالنے پر مگر مجھے وہاں میں سے کسی کرنے لگی۔ اس نے رنج خوار سا عجیبہ تو اس کا چہرہ بھی میری آنکھوں کے سامنے آ گیا۔ وہ کسی گہری سوچ میں تھی۔ ایک صاحبانہ خیریت کے ساتھ اس کے ہونٹوں پر کسی ایک دھڑکن میں شاید ہی باتوں کی باڈیٹ تھی جو ہرگز دیر پہلے میں نے اس سے کی تھی۔ جی جی اس مہر کو ہریش کے لئے لکھنا انھوں نے میں دیکھ کر لوں۔

بازجوؤں مجھ سے دور ہو گئے۔ میں ایک ایسے کھنڈے سے
قائل کے درپے میں چھارے سامنے آیا جو ان رات
خطرہ میں گھرا ہوا تھا۔ یہ اور جس کے نزدیک اپنی اور
دوسروں کی زندگی کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔ میں نے بھی
انکار نہیں کیا تاجور..... شاید..... میں واقعی ایسا ہی تھا۔ دنیا
کی ساری باتیں ان مجھ میں موجود تھیں لیکن..... اب میں وہ
نہیں ہوں تاجور، میں بدل چکا ہوں۔ تم نے مجھے بدل دیا

تاجور... اور مجھے دیکھ کر ہنساؤ کیساں وہوں؟“

اس کی پیشیں بے ساختہ گزریں جین اس کے لہر اٹھا کر میری طرف نہیں دیکھا۔ اس کی چٹائی پر حیا آ بیڑہ کی چمک تھی۔ میری "اوپنی پرداز" کا ذکر کر کے اس نے جو سوال اٹھایا تھا اس کا میں نے تسلی بخش جواب دیا تھا۔

مزید وضاحت کرتے ہوئے میں نے کہا: ”تا جورا!
آج میں اقرار کرتا ہوں کہ تمہارے بغیر میں اوجھڑا ہوں۔
خود کو مکمل کرنے کے لیے مجھے تمہارے سوا اور کچھ نہیں
چاہیے۔ اگر تم کو بھی تو ہم سب کچھ چھوڑ کر کسی گمناہ کو شے

میں چلے جائیں گے۔ اپنی اس نئی شناخت سے میں تمہارے ساتھ ایک نئی زندگی شروع کر دوں گا۔ اگر ہمیشہ کے لیے نہیں تو ہم کم از کم اس وقت تک روپوش رہیں گے جس تک ضرورت نہ ہو۔ (۱۱)۔ (تسلیم ہو رہا تھا۔)

رات آہستہ آہستہ آگے کو سرسری رہی۔ میں نے آج اپنا دل کھول کر تاجور کے سامنے رکھ دیا تھا۔ وہ ساری محبت..... وہ ساری سچائی اور وہ ساری آرزو دیکھ جو اس کے حوالے سے میرے دل میں موجود تھیں میں نے اس پر

آکار کردی تھیں۔
وہ ہتھکڑی طرح تھی لیکن ہتھ نہیں تھی۔ اگر ہتھ ہوتی
تو پھر اس رات اسلام آباد کے اس عالیانہ قلعے کے
کمرے میں چکر آ کر غصہ پر نہ کر جاتی۔ ہاں وہ ہتھ نہیں تھی۔
وہ ہتھکڑی جھل کا موسم تھی اور جب وہ چمکنا شروع ہوتی تو پھر
جھلنی چلی گئی۔ اس نے کئی نکلے کھوئے بھی کیے۔ کئی

انڈیشوں کا اظہار بھی کیا۔ اپنے والدین اور اپنے بھائیوں سے دوری کا درد بھی اس کے حواس پر چھایا لیکن اس سب کے باوجود اس کا پھلنا ہوا موسم گرما ہی دے رہا تھا کہ وہ آج

میں بھی اور میں نے بہ آسانی 120 کلومیٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے سفر کر لیا تھا۔

جس وقت میں سہاول کے پاس پہنچا وہ سبیل فون پر کسی سے بات کر رہا تھا۔ اس کے سامنے میز پر چائے کے لوازمات رکھے تھے اور ایش ٹرے میں سگریٹ کے بہت سے ٹکڑے نظر آ رہے تھے۔ سہاول کے دو مقامی ساتھی بھی صوبہ انداز میں کرسیوں پر بیٹھے تھے۔ ان کی فلیپس دیکھ کر ہی کہا جا سکتا تھا کہ وہ مرنے مارنے والے وہنگ افراد ہیں۔ میں نے اس سے پہلے انہیں نہیں دیکھا تھا، اگر دیکھا بھی ہوتا تو اس بدلی ہوئی شکل و شبہت کے ساتھ مجھے ان کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں تھا (یعنی پیمانے جانے کا خطرہ نہیں تھا)

سہاول نے فون پر گفتگو ختم کی اور سگریٹ کا طویل کش لے کر بولا۔ ”دو بندے سوڑ سا نیگلوں پر گئے ہوئے ہیں۔ نہر کے ساتھ ساتھ ڈھنڈر رہے ہیں۔ انہی نیلی سفید ناکوں والی گٹھی کا کوئی کھوج نہیں ملا۔“

”اصل میں ہمیں ایریا کا بھی تو پتا نہیں۔ اس نے آبادی وغیرہ کا نام نہیں لیا تھا؟“ میں نے دریافت کیا۔
 ”میں نے بتایا ہے ناں شاعی، وہ بھاگتے بھاگتے بڑی افزائش میں بات کر رہا تھا لیکن جب اس نے کوجرا نوالہ والی نہر کہا ہے تو اس کا مطلب یہی ہے کہ نہر کا وہ حصہ جو کوجرا نوالہ شہر کے نزدیک سے گزرتا ہے۔“

”تھار جھارے یا گرد پ کے کسی اور بندے سے تو رابطہ نہیں ہوا؟“ میں نے پوچھا۔ ”سہاول نے اس کا جواب نفی میں دیا۔ میں نے کہا۔“ دادو بھاڈ اور اس کے ساتھی دتتا فوتار و پوش ہو جاتے ہیں۔ لگ رہا ہے کہ اس وقت بھی وہ ایسے ہی ہیر پیر سے گزر رہے ہیں۔“

اسی دوران میں تازہ چائے اور لوازمات آ گئے۔ لبر سڑک واقع اس رستہ تنواریان والے سہاول سے کافی مروجہ نظر آتے تھے۔ آج کل وہ کلین شیڈ ہو چکا تھا۔ لباس بھی سفیدی سوٹ کا تھا۔ اس کے باوجود اپنے ہماری بھر کم جسم اور بارہب چہرے کے ساتھ وہ دیکھنے والے پر اپنی ہیبت بھادیتا تھا۔

اچانک سہاول کے سبیل فون پر پھر کال کے سنگل آئے۔ دوسری طرف اس کا مقامی ساتھی ہی تھا۔ اس نے بیانی انداز میں اطلاع دی کہ نہر سے کچھ فاصلے پر نیلی اور سفید ناکوں والی دو سڑکوں کا کھوج لگ گیا ہے۔

میں نے فون سہاول کے ہاتھ سے چھٹ لیا۔ میں

میں جھپٹنے لگا۔ تقریباً دس منٹ بعد سہاول کا فون پھر آیا۔ اس نے کہا۔ ”تھار سے بھی رابطہ نہیں ہوا۔ پہلی کال پر دو دفعہ تیل کٹی پھر فون بند کر دیا گیا۔ اب مسلسل بند ہی جا رہا ہے۔“

میں جانتا تھا کہ تھار جھارے کی حیثیت دادو بھاڈ کے درست راست کی ہے۔ جس نہر پر سہاول نے بات کی تھی وہ بھی یہی بند نہیں ملتا تھا۔ اس کا بند ہونا بھی گزربز اور خطرے کی نشاندہی کرتا تھا۔ میں نے حتیٰ لچے میں کہا۔ ”سہاول اتم کوجرا نوالہ پہنچا، اگر وہاں کوئی ساتھی ہیں تو ان کو بھی الٹ کر دو، لیکن میرے کچھنے سے پہلے تم نے کسی بھی طرح کی کوئی کارروائی نہیں کرنی۔“

”تم ان لوگوں کو ضرورت سے زیادہ“ ہٹا“ بنا رہے ہو، یا پھر مجھ پر بھروسہ نہیں۔“

”تم پر بھروسہ ہے سہاول، اور ان کو ضرورت سے زیادہ ہوا بھی نہیں بنا رہا۔ بس تمہاری منت کر رہا ہوں۔ میرے آنے سے پہلے کچھ نہیں کرنا۔“

”تا جبر کو کیا بتاؤ گے؟“

”اس کی فکر نہ کرو۔ شرافت ملی اور پہلوؤں حشمت ہیں یہاں۔ بس میں روانہ ہو رہا ہوں یہاں سے۔ تم اپنا فون کھار کھتا۔“

”تم چار گھنٹے سے پہلے یہاں نہیں پہنچ سکو گے۔“
 ”میں سوڑے سے آ رہا ہوں۔ زیادہ دیر نہیں لگے گی۔“

”یار تمہارے پہنچنے تک ہم اس گٹھی کا کھوج لگانے کی کوشش تو کر سکتے ہیں ناں۔“ سہاول نے بگڑے لہجے میں کہا۔

مجھے ڈر تھا کہ کہیں وہ زیادہ ہی نہ بگڑ جائے۔ میں نے کہا۔ ”چلو کر کوشش لیکن اپنے وعدے پر قائم رہنا۔ میرے پہنچنے سے پہلے کوئی کارروائی نہ کرنا۔“

”اچھا یاد۔“ اس نے کہا اور فون بند کر دیا۔

☆☆☆

رات کا آخری پہر تھا جب میں کوجرا نوالہ انٹر چینج سے گزرا کہ شہر میں داخل ہو گیا۔ اس وقت شہر کی سڑکوں پر ٹریفک نہ ہونے کے برابر تھا۔ سہاول شہر سے دو تین کلومیٹر کے فاصلے پر لبر سڑک ایک ریسٹورنٹ کے اوپن ایریا میں موجود تھا۔ اسے ڈھنڈے میں مجھے زیادہ دشواری پیش نہیں آئی۔ یہاں تک سڑک کرنے کے لیے میں نے شرافت ملی والی ہائی روڈ سوز دی سی استعمال کی تھی۔ گاڑی ابھی حالت



آخری شکار

عمر ازہرہ وسلم

خدا نے اسے حسن و جمال سے نوازا تھا... وہ نوخیز کھلی کلی کے مانند تھی... وہ خواب پسند بھی لیکن اہل زر کی بوس پرستی کا شکار ہو گئی... اس کے جسم و جان نہ وہ اندیش سہیں... کہ قلب و روح پر اپنے نشان چھوڑ گئیں... جبر و سزا کا شکار ہو جانے والے شکاروں کا ایک لامتناہی مسلسل...

عمر ازہرہ وسلم... اور وہ عمر کی امید...
چھوڑ جانے والے بیسیوں کی روداد کا داستان...

عام سی شکل و صورت کا مالک وہ نور جان اس چہرے مکان میں بیٹھا مگر سوچ میں کم دکھائی دیا۔ سامنے بیٹھ لاڑکی کا گواہ کار کراں سے چہرے سے کاہر ہونے والے تاثرات تھے۔ اچانک اس نے سر اٹھا دیا اور بولا۔ ”تم ایک باقاتی ہو؟“ لڑکی نے چنک کر اس کی طرف دیکھا۔

جاسوسی ڈائجسٹ ﴿31﴾ فروری 2018ء

لیکن کسی وجہ سے ناراض تھا۔ لوگ آپ دونوں کو ایک دیکھا جا چکے تھے، باہمی کی میزوں پر عوامی نے آپ دونوں کو ایک دوسرے کے قریب لانے کے لیے دیکھیں گے اور اس میں آپ کو پکڑے گا؟“

”ہاں، میں کچھ بھی بھولا نہیں۔“

”آج ان سب لوگوں کی خواہش پوری ہونے کی امید پیدا ہو گئی ہے لیکن وہ بے خبر ہیں، جگہ بہت ہی بے خبر ہیں۔ وہ اپنی دانست میں آپ کو ہمیشہ کے لیے کچھ بے خبر ہیں۔“ اس کے بچے میں اسی آگے۔

”میں نے تمہاری دیر پر یہ بات کی۔ وہ بڑی ذہین تھی۔ تو نہ رہوئے والی ننگو میں وہ مجھے دھماکے کے نام سے جانتی ہے مگر اسے ادراں نے اپنی آواز کی بہت بڑی دھماکا دیا ہوئی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ اس کی اسی گھر میں ہے اور میرے ”حیات“ ہونے کی جراثیم سے عمل طور پر پھیل رہا ہے۔“

شام تک جو جراثیم کے دھماکے کی خبر پوری تھیں اس سے مزید یا کچھ بھی ہوئی تھی۔ ایک بار پھر پھونکنے کی سٹی پھیل دی۔ قیاسی ایک کے ذکر نے اس سستی میں خاطر خواہ اضافہ کیا۔ ایک ہیڈ کا شریانی انداز میں بول رہا تھا۔ ”مظاہرین یاد رہے کہ یہ تیسرا کھین ترین دور ہے جو اس غیر ملکی کردہ نے کیا ہے۔ آخر کیسے پہنچے ہیں یہ لوگ یہاں؟ کیوں پہنچے؟ یا تو ان کی گرفت میں کیوں نہیں آئے۔ یہ بات کچھ ہے کہ اس میں جبر و عام ہوئے ہیں تو انہیں نہیں بنا یا کیا نشان بننے والے جرائم پیشہ گروہ کے لوگ ہیں۔ تھے، مگر انہیں جس اذیت و ناگ طریقے سے مارا گیا ہے وہ لرزہ خیز ہے۔“

پھر مکمل بتائی جانے لگی کہ کس طرح ”بھٹی آپ“ کی پڑائش میں ملے گئے افراد کے جسم آہستہ آہستہ لپٹی ملاخ پر آئے اور یہ سلامیں سرک سرک کر ان کے جسموں میں داخل ہو گئیں۔

ان دوران میں درد دہانے پر تیل ہوئی، میں چونک گیا۔ سب کچھ فیک بار ہوا مگر اپنے اور تاجور کے کنارے کے حوالے سے عجیب سا دم قیاد ملے۔ میں کچھ ہونہ جانتے۔ کسی طرح بدلتی خبریت سے گزر جائے۔

خونریزی اور بہریت کے خلاف
صفاء ازہرہ جوان کسی کھلی جنگ
باقی واقعات آئندہ ماہ پڑھیں

جاسوسی ڈائجسٹ ﴿30﴾ فروری 2018ء

”کیا بتا رہے؟“
”یہی کہ اس کے سامنے سترے فون کیا اور دواوات والی جگہ بتائی۔ ہم کل پڑے۔“
”میں نے سچا دل سے پوچھا۔“ سترے کے بارے میں کوئی کھوج نہ تھی۔

”کھوج کیا ملتا تھا۔ وہ مگر یہ ہے نہیں ڈوب کر دو پار کر لیاں بھی گئی ہیں۔ میں نے کہیں بتا تھا ان کے جب اس کی کال آئی تو ساتھ ہی فزیک بھی سنائی دے رہی تھی۔ یہی ہو سکتا ہے کہ گیسٹری ٹیک والوں کو اس بات کا شک ہو گیا ہو کہ اس بندے نے سترے سے پہلے کھلی اطلاع دے دی ہے اس لیے وہ اس کو گولی سے قتل کر دیں۔“

”میرے خیال میں تو ایسا نہیں ہے سچا دل۔ اگر وہ اس بات پر گولی سے لگتے تو فوراً لگتے۔ وہ تو دین بھلے بندے بھی ہیں۔“

”اس سے بات تو میں میں آتی ہے۔“

میں نے سچا دل کو اپنے اور تاجور کے بارے میں اطلاع دی۔ وہ خوش ہو گیا۔ اس نے مجھے مبارکباد دی اور بولا۔ ”مبارکباد پر کرام ہے؟“
”نہیں، یہ سچا دل اور تاجور اور ڈیٹان کا یہاں ہونا ضروری ہے لیکن تم خود ہی طور پر اس کی کھلی نہیں چھوڑ سکتے۔ اسے بچہ ہونے میں میں جادو دو تو گئی ہی جاتے ہیں۔ مجھے دیکھو وہ کیسے ہیں، اور خود ہی چمک رہی تھی۔ میرے خیال میں جو کچھ ان کا کھانا جاسکتا ہے۔“

”جیسے تمہاری مرضی۔“ ویسے یہ بات میں جلدی ہو جائے اتنا ہی چکا ہے۔ اس کی ایک بھال کا بھی کوئی انتظام کیا ہی جاسکتا ہے۔“

”میں یہ بھی جانتا ہوں سچا دل کہ تاجور کی والدہ کی طرف سے کوئی خبر میرے لیے نہیں ملے گی۔“

”میں نے کہیں بتا تھا کہ وہ ادب بہتر ہیں۔“
”لیکن ہو سکتا ہے کہ وہ کل پرسوں تک اپنا کچلے سے ڈھانچہ ہو گیا ہو۔ یہ تاجور کے لیے بڑی اچھی خبر ہوگی اور احوال کو بہتر بنائے گی۔“

”جیسے تمہاری مرضی۔“ سچا دل نے کہا۔

خود سچی فون پر آئی اور اس نے اپنے مخصوص انداز میں مبارکباد دی۔ اپنی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے اس نے کہا۔ ”جانتی ہیں یہ بات مشہور ہو گئی تھی کہ تاجور آپ کی گرل فرینڈ ہے۔ آپ دونوں ایک دوسرے کو بہت چاہتے

میں آسانی ہوئی اور دونوں بچے جذبات کے ساتھ محبت نام کے بندھن میں بندھ گئے۔ کالج کا یہ وقت کب گزر گیا، دونوں کو پتا ہی نہیں چلا اور اب آخری سال کا انگریز امتحان پر تھے۔ دونوں کو انگریز امتحان کے ساتھ جدائی کا خوف ستا رہا تھا۔

”مٹھن ایک ہات کہوں؟“ اس نے اس کی طرف دیکھا۔

”ہاں کب۔“
”میں بھائی کو ہم پر شک ہے، انہیں کسی نے بتایا ہے
کہ میں کالج میں تمہارے ساتھ ہوں۔“
”تو کیا ہوا؟ یہاں سب ایک دوسرے سے لڑتے
ہیں۔“

”تم یہ کہہ سکتے ہو کیونکہ تم انہیں جاننے نہیں، یہ سچ ہے کہ ہم مارڈان کیسلی سے قتل ہو گئے ہیں مگر ان کی سوچ بہت عجیب ہے خود چاہے جو کرتے پھریں، مجھ پر پابندیاں لگاتے ہیں۔“ وہ تلخ لہجے میں بولی۔

”آؤ وارو گرؤ، غنڈا گرؤ..... اور هر قسم کے برے کام۔“ اساکے انداز پر دھنس پڑا۔

”بیرو..... پورا لکی سین بن رہا ہے، میرے وارو اس کا مشق، وارو مجھ کا کہنا، وارو.....“

”یہ تو سب کچھ ہے، حقیقت ہے سرزمین۔“ اس نے جواب دیا۔

☆ ☆ ☆
مٹن گھر میں داخل ہوا تو سب کو مصروف پایا۔ گھر کی
مصنفا کی جارہی تھی۔ مٹن سے ایک سال بڑی بہن ہانیہ

میں نے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: "وہی اسی ہے جس نے اس کا شوہر مار دیا۔"
 "وہی اسی ہے جس نے اس کا شوہر مار دیا۔"
 "وہی اسی ہے جس نے اس کا شوہر مار دیا۔"

بھی سب نے نعرے لگائے۔ وہ دونوں آرام سے چلتے ہوئے اپنی گاڑی کی طرف بڑھے۔ اگلے ہی لمحے شہر کی طرف جانے والی وہ گاڑی اپنے مقصد میں کامیاب ہو کے واپس لوٹ رہی تھی۔

☆☆☆
 ”ہمارا مستقبل کیا ہوگا مٹن؟“ اس نے اس کے
 کندھے سے سر جڑا۔ مٹن جو اپنی سوچوں میں گم تھا،
 چرک اٹھا۔

”یہ کیا پیسے بھانسا سوچ لیا تم نے؟“ اس نے کہا۔

”کچھ نہیں۔ بس سو سو تھیں وہی بچکر مجھے تو زندہ نہیں رہ سکوں گی میں۔“ اس کے لہجے میں بھی مصیبت پر مدھن کو بے اختیار پیار آیا۔ اس نے ہولے سے ہاتھ بڑھا کر اس کے گال کو چھوا۔

”پریشان مت ہو جان، ہم ہمیشہ ساتھ رہیں گے، یہ کالج کا آخری سال ہے اس کے بعد کسی جاگ کی تلاش میں نکلوں گا اور جاگ پختے ہی تمہارا رشتہ نامک نوں گا۔“

”اور تمہارا کیا خیال ہے ڈیڈ آسانی سے تمہیں میرا رشتہ دے کر اگے؟“

”اگر، نے منہ نہ مٹانا۔“

”تو کیا کرنا ہوگا؟“ وہ حیران ہوا۔
 ”آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے، ڈیڈ کلاس کے
 فرق کی وجہ سے کبھی یہ رشتہ منظور نہیں کریں گے بلکہ ہوسکا
 ہے وہ اپنے ہی جیسے انیم این اے یا کسی صوبائی ڈائر کے
 سرپرست۔“

پوچھا۔
"میرے ووٹ کی اہمیت نہیں ہے۔" وہ افسردگی سے بولی۔

تو اس نے فریاد کیا کہ میں حرکت نہیں کر سکتا۔
 ترین افراد کے پیچھے چڑھنے آتے تھے۔ اس علاقے کے
 نام اس اے کی بیٹی تھی۔ عثمان البیتہ ایک لوٹ لڑل کلاس فیکل
 سے متعلق رکھتا تھا۔ گھر میں عثمان کے علاوہ اس کے تین
 چھوٹے بہن بھائی تھے۔ اس کے والد کی ایک چھوٹی سی

۱۳۱۔ دہلی میں پوزیشن حاصل کی اور اس کے تین کالج میں مفت داخلہ لینے میں کامیاب ہو گیا۔ پہلے سال ہی اس کی ملاقات ۱۳۲ سے ہوئی۔ دونوں عمر کے اس بچے میں تھے جب جوانی کا نشہ چڑھ کر ہوتا ہے۔ مخلوط نظام تعلیم سے عشق کی سہولت

میں روک کر وہ حسینہ باہر آئی۔ اس نے پچھلا دروازہ کھولا۔
 ایک نوجوان لڑکا جینز شرٹ میں بیٹھ کر درمیان کے درمیان
 کھڑا پڑا تھا۔ وہ چھانک لگا کر ہنسنے لگا۔ دونوں اس طرح
 دیکھ کر ہنسنے لگے۔ یہ سب کچھ پہلے سے طے کیا ہو۔
 وہ دونوں کے جس جس میں ہنگامہ ہو رہا تھا۔ وہ دونوں
 ہی سے اس طرف بڑھ گئے۔

”میں اس کے سامنے گئی تو وہ مجھے پہچان لے گا۔“
 کی کا لہجہ اس کے لباس اور انداز سے میل نہیں کھاتا۔

”یکم نہیں ہوگا یہاں سب نئے میں ہوں گے، بچن
 ہے سال کا۔“ تو جہان نے ہنسی دی۔ ساتھ ہی دونوں
 در کی جانب بڑھتے چلے گئے۔
 لڑکی حیرانگی چھپانے احمد کے ماحول کا جائزہ لینے
 لگا۔ ساتھ ہی اس نے اپنے نکار کو بھی دیکھ لیا تھا۔ تو جہان

[illegible]

جو کہ نہ ہوئی۔ مرنے کے ساتھ اسے والا کا دامن سے ہر ہوا وار اس نے اجنبی مہارت سے چٹا چھینکا دیدھا اندر اسے والے لڑکے کے دل کے قریب لگا دیا۔ گرا لڑکی نے فطرت سے اس کے چہرے پر شوخو دیا۔ غزل میں آکر چو تو اس کے جسم سے نکال کر دو تین بار وہ اس کے جسم پر دوار کیا۔ لڑکے نے اسے ٹھہر کھائے۔

”ہنس کر، چلو بیٹے جہاں یہاں ہے۔“ لڑکے نے
بڑھ کر اس کو کھیلا۔ جاتے جاتے لڑکی نے ایک بار
دوڑنے پر جہان پر غور کر دیا۔
”کھینچ، لو، مکمل.....“ اس کے منہ سے گالیاں نکل
گئیں۔ لڑکا اسے سننا حال کر بارے آیا۔ لڑکی کے لباس
نکاسے کی جیسے تھے عمر کسی نے تو جیبت میں اور نہ سال
تھا۔ وہ بڑھاپے والوں سے کونج پڑا۔ اور اسے سام

”میں تو بہت عرصے سے اپنی موت چاہتی ہوں مگر
 مانگنے سے کئی نہیں ہو جیبت موت۔“ اس کے بات کرنے کا
 انداز سادہ سا تھا مگر مہمان نے کہیں اس جیبت سال کے
 دوران کو اس کے لیے بھی کئی سال عرصہ ہوئی۔
 ”جبرائیل موت سے کیا ہوگا؟ وہ سب مر جائیں گے
 جنہوں نے تمہیں اس ناک تک پہنچایا؟“ تو جوان طنزیہ
 انداز میں بولا۔

”نہیں کرنا مجھے زندگی ناممکن کی اس اذیت سے چھوڑنا مل جائے گا۔“ وہ زیادہ دیر نہیں ٹھہری تھی کہ حالات اور جبرہات نے ایسے جملے سکھادے تھے۔

”اکرموت ہی جہادرا متعقد ہے تو میرے پاس کیا لینے آئی ہو؟“ کو جہان کے لہجہ میں انکار کی ٹھٹھکی سے چھٹی نذرہ نکلی۔

”میں کر بھی کیا سکتی ہوں؟“ آخر وہ مجھے ہلے لے لے کر بول۔

"میت چکو....." وہ معنی خیز انداز میں بولا۔
 "کیا؟" لڑکی نے حیرت سے پوچھا۔
 "ہلک....." ایک لفظ نے اُسے چمکادیا۔
 "مگر کسے؟" وہ اچھے ہوئے لہجے میں بولی۔
 "جب سچ کرنے کا سہارا مل جائے تو وہ کبھی

گزارتے ہیں ابھی تم آرام کرو۔" وہ یہ کہہ کر اپنے کمرے کی جانب چل دیا۔ اس کے قدموں کی آواز دماغ میں آنے والی سوچوں پر اپنے اثر چھوڑ رہی تھی۔

☆☆☆

شہسہ سر دھکے مارنے پر تھک کر اپنے کمرے میں لوٹ آئی۔

[illegible]

11

چھوڑی۔

نتیجہ نہیں نکلتا

—

2.

١٠

1

12

☆☆☆

لے رہی ہیں۔

۱۰۰

تو کہتا ہے

ویرماتھس کر

کے لئے چاہا گیا۔

سکرمہا لورک

1964

نہر مار کے لیے پورے شہر میں اور کاغذ ملا دیا۔

ہولی۔ ”کب تک سوگ مناد گئے شہری، بھول جاؤ

نے انداز میں کہا۔

اے ان لوگوں نے۔“ اس نے غصے سے کہا۔

”اگر کسی کو محبت اور رحم نہ ہو، تو وہ نہ ایمان نہ آئے گا۔“

"بھٹان، تمہیں غلط بھی ہوئی ہے۔"

م لے رہے تھے۔ "سوری طر میں دانیہ کو ایسے لڑکے ساتھ

”اے میرے بھائی! میں نے اس کو بڑا کر لیا۔“

”کک کیا بات ہے عثمان غصہ کیوں کر رہے ہو؟“ بدنام کیا

مگر یہ دیکھ کر وہ چنانہ رو گیا کہ پھر سے ایک کھٹے کی ریکارڈنگ غائب کی جتنی قاتل اس کا ارتکاب کر کے آئے تھے۔ یہ تیرہ بار سے آنے والے جیڑا اڑنا اور ناؤرن لڑکی کا جو طبعی تپاؤ وہ تیرہ بار تانت میں گل کرنے والے جوڑے سے ملتا جلتا تھا۔ اس وقت جاپار کا ریکارڈ اس کے سامنے پڑا تھا۔ ”یہ دونوں منتقلی کی بڑے کاموں میں پائزہ تھے۔ جتنی اگلا تانتی دقت رغان کی پارٹی کا کوئی بندہ ہوگا۔“

”سہیل!“ اس نے بخت کو آواز دی۔ ”تا کرد۔ جاپار اور وقار رغان کے بیٹے کے ساتھ ان کے کاموں میں اردو لکھنوی ہو چکا تھا۔“

”اوسے کمر۔“ سہیل نے جواب دیا۔

ریکارڈنگ کمر پر پورے سب سے باقی تقریباً چار قہقہے تھے۔ یہ دونوں منتقلی نامزد تھے۔ مگر شہرت کے اردو لکھنوی کی کی وجہ سے دونوں کو بھی کوئی خاص سزا نہیں لی۔ البتہ جاپار چھ ماہ کے لیے جیل کی سیر کر چکا تھا۔ پھر سے تمام سیر کا بغور مطالعہ کیا۔ ان میں سے کوئی کسی خاص میں نہ تھا۔ ایک کس میں جاپار، وقار رغان، اس کا بیٹا اور جاپار کا لڑکا رہتی نامزد تھے مگر جب پھر سے دلی کے حوالے سے تفصیل پڑی تو یہ ایک غریب دلی کا تیس گنا تھیں۔ یہ بعد میں سارک لکھی۔

”کون ہے یہ جڑا جولا جو اتنی پانگ سے دار کرتا ہے؟“ وہ بڑبڑایا۔ کچھ دیر سوچنے کے بعد اس نے ایک ساجی کو کولایا۔ ”سہیل سے چار کے لڑکے ران رہیں گا حاصل کردار اس کی لگنے کی دلی سزا کی تھی مگر ہمارے دے داری ہے۔“ ساجی سلیوٹ مار کر باہر چلیا۔

☆☆☆

آغا سربا کی اس رات میں ہلکی ہلکی ہوا موسم کو خوشگوار بارش کی۔ طالعے کا اہم الزام ہے اور اس کا چٹا نمبر باہر ان میں بے تکلی سے کی کا ارتکاب کر رہے تھے۔ ”میں نے سنا تھا تھا بااے باہر ساجی کی اجازت مت واد کریں۔“ ”میر کا چھر مرے باہر چکا۔“ ”جران اولاد کو مگر میں تیرہ میں گیا مگر سیر مگر ہوا اس بات کو اجائے گی دلی۔“ ”میں نے نئی سے جواب دیا۔“

”کب آئے گی دلی، شام ہے، چلے جی اورداد باہر بخ رہے ہیں۔“ ”میر بھلا آیا۔ اسی وقت ابھی ان کی آمد

ہوئی۔

”اس کے.... کمر سے اس کا سامان غائب ہے۔“ ”جیڑا کی یاد دلا رہی تھی۔“ ”سنگ کیا؟“ ”پاپا مگر سے ہوئے۔“ ”میر جاکاں ہوا اندر پہنچا۔ اس کے کمر سے میں کچھ نکلتا تھا۔ وہ باہر آ کر کھلا۔“ ”وہ کسی کے ساتھ کی ہے یا اس سے؟“ ”جیڑا نہیں، اس کی دوستی کی گواہی میں۔“

تب سب مصروف تھے جب وہ دونوں گلیں یہاں سے۔ ”میر ان کی بات میں ہلے ہوئے۔ یہ پہلے سارک لکھنوی کی رہی۔“ ”راہب کو کھانا کھا گیا۔ چوبیس گھنٹے میں اس کی تلاش پورے شہر میں جاری کی گئی۔ لیکن کچھ نہیں ملے۔ وہ اس شہر میں ہی نہیں رہے۔“ ”جیڑا اس کا پتا کیا کیا۔“ ”میں سے کچھ سراغ نہ ملا۔ اس شام باہر اور ان کے سیر مگر کو کھانے میں لگے ہوئے تھے۔“

مگر وہ یہ قیام اور باہر تھا۔ ”جیڑا اس کا پتا کیا کیا۔“ ”میں سے کچھ سراغ نہ ملا۔ اس شام باہر اور ان کے سیر مگر کو کھانے میں لگے ہوئے تھے۔“ ”جیڑا اس کا پتا کیا کیا۔“ ”میں سے کچھ سراغ نہ ملا۔ اس شام باہر اور ان کے سیر مگر کو کھانے میں لگے ہوئے تھے۔“

”جیڑا اس کا پتا کیا کیا۔“ ”میں سے کچھ سراغ نہ ملا۔ اس شام باہر اور ان کے سیر مگر کو کھانے میں لگے ہوئے تھے۔“

”جیڑا اس کا پتا کیا کیا۔“ ”میں سے کچھ سراغ نہ ملا۔ اس شام باہر اور ان کے سیر مگر کو کھانے میں لگے ہوئے تھے۔“

”جیڑا اس کا پتا کیا کیا۔“ ”میں سے کچھ سراغ نہ ملا۔ اس شام باہر اور ان کے سیر مگر کو کھانے میں لگے ہوئے تھے۔“

”جیڑا اس کا پتا کیا کیا۔“ ”میں سے کچھ سراغ نہ ملا۔ اس شام باہر اور ان کے سیر مگر کو کھانے میں لگے ہوئے تھے۔“

آجائیں گے۔“ ”میں نے بتایا۔“ ”میں نے بتایا۔“

”میں نے بتایا۔“ ”میں نے بتایا۔“

”میں نے بتایا۔“ ”میں نے بتایا۔“

”میں نے بتایا۔“ ”میں نے بتایا۔“

”میں نے بتایا۔“ ”میں نے بتایا۔“

”میں نے بتایا۔“ ”میں نے بتایا۔“

”میں نے بتایا۔“ ”میں نے بتایا۔“

آخر میں اس کے... کہاں ہیں وہ دونوں... دیکھو میرے سوال کا جواب چاہیے۔... کہاں ہیں حیدر کو روڑا سے دھکا دیا۔“ ”میں چار چار کہاں ہیں وہ دونوں۔“

”میں نے بتایا۔“ ”میں نے بتایا۔“

”میں نے بتایا۔“ ”میں نے بتایا۔“

”میں نے بتایا۔“ ”میں نے بتایا۔“

”میں نے بتایا۔“ ”میں نے بتایا۔“

”میں نے بتایا۔“ ”میں نے بتایا۔“

”میں نے بتایا۔“ ”میں نے بتایا۔“

”ہمیں نہیں ہی شک تھا کہ صاحب اور مرگانی جلدی تھی لیکن رشتہ کی کڑی اپنی طبعی سے جان کی ہے۔“ قیصر کو اس لہجہ باکلی پر نہیں آیا کہ روبرو داشت کرے۔

”آپ کی بات سننے سے ان کا ان کا گھٹا دنوں ہے؟“ وہ انہوں نے کہنے کے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

”آپ۔۔۔“ وہ انہوں نے دوجہ پتا کیا۔

”غیر تو ہیں مگر یہ وہ نہیں۔“ قیصر نے اس کے سامنے ایک کس کی تفصیل دی۔ ”آپ اور آپ کا بیٹا اس کس میں ماہر تھے جو کہ رشتہ اور جباروں کی اس کس میں فوٹ تھے۔“

”مطلب تمہیں ان افراد سے چاہیے ہیں اب چرتے کی باری ہے اور ہماری تو کس چپ چاہ تھی قضا کا یہ رہی ہے۔“

”تمہیں نہیں دتا صاحب۔ ہم ہرگز چپ نہیں چاہتے۔۔۔ ان کے خاکے سے بخواتے چاہیے ہیں کہ انہوں نے مختلف طبقے اپنا کس اور انہوں میں ان کے نزدیک نشانہ بن رہے ہیں۔ ان کے مدعی کی تفصیل بھی حاصل کر لی ہے مگر حال وہ ملک سے باہر ہیں، فنگر پرنٹ تک نہیں پہنچا ہے انہوں نے۔“ قیصر نے تفصیل بتائی اور

پھر گرامر اس نے کر بولا۔ ”سٹ مارٹن کی رپورٹ کے مطابق تین افراد کو مارنے کے لیے مختلف پھل استعمال ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ تینوں مقتول کے پاس چاقو موجود تھا۔“

”مجھے یہ نہیں سننا سیکھتا صاحب۔۔۔ میں نے اپنی سیکورٹی کے لیے پرائیوٹ سکیورٹی کی مدد سے دیکھ لیا ہے۔ وہ ہماری تو کس کی تفصیل بھی حاصل کر لی ہے مگر حال وہ ملک سے باہر ہیں، فنگر پرنٹ تک نہیں پہنچا ہے انہوں نے۔“ قیصر نے تفصیل بتائی اور

پھر گرامر اس نے کر بولا۔ ”سٹ مارٹن کی رپورٹ کے مطابق تین افراد کو مارنے کے لیے مختلف پھل استعمال ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ تینوں مقتول کے پاس چاقو موجود تھا۔“

”مجھے یہ نہیں سننا سیکھتا صاحب۔۔۔ میں نے اپنی سیکورٹی کے لیے پرائیوٹ سکیورٹی کی مدد سے دیکھ لیا ہے۔ وہ ہماری تو کس کی تفصیل بھی حاصل کر لی ہے مگر حال وہ ملک سے باہر ہیں، فنگر پرنٹ تک نہیں پہنچا ہے انہوں نے۔“ قیصر نے تفصیل بتائی اور

پھر گرامر اس نے کر بولا۔ ”سٹ مارٹن کی رپورٹ کے مطابق تین افراد کو مارنے کے لیے مختلف پھل استعمال ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ تینوں مقتول کے پاس چاقو موجود تھا۔“

”مجھے یہ نہیں سننا سیکھتا صاحب۔۔۔ میں نے اپنی سیکورٹی کے لیے پرائیوٹ سکیورٹی کی مدد سے دیکھ لیا ہے۔ وہ ہماری تو کس کی تفصیل بھی حاصل کر لی ہے مگر حال وہ ملک سے باہر ہیں، فنگر پرنٹ تک نہیں پہنچا ہے انہوں نے۔“ قیصر نے تفصیل بتائی اور

پھر گرامر اس نے کر بولا۔ ”سٹ مارٹن کی رپورٹ کے مطابق تین افراد کو مارنے کے لیے مختلف پھل استعمال ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ تینوں مقتول کے پاس چاقو موجود تھا۔“

”داعی یہاں نہیں ہے مٹان۔“ حیدر جیسے لہجہ میں بولا۔

”کہاں سے میری بیٹی میں کس کی ہے تو یہ میری ہوں کہ مجھ کو کیوں نہ رہے حیدر؟“ قیصر نے پوچھا۔

”اے میرے کوک لے گئے۔“ حیدر نے دھماکا کیا۔

”کیا۔۔۔؟“ سب کے منہ کھل گئے۔ ”داعی کل سے ان لوگوں کے پاس ہے اور آپ میں اب بتا رہے ہیں؟“

”خبر مرثا مٹان۔۔۔ مجھے کی خود آج چاہا ہے۔“ حیدر کے چہرے پر آنے والے تاثرات نے اس کے الفاظ کا ساتھ دیا۔

”میری بہن۔۔۔“ مٹان باہر کی جانب دوڑا۔ ٹھیک ایک دوت پہر گزری ایک کرک۔ اس میں سے کی نے داعی کے دھماکے کو باہر پھینکا اور گاڑی بھاگ لپکے۔ مٹان نے آگے بڑھ کر داعی کو نشانہ لایا ہے چہرے پر کینہ والے دھماکے اور اس کا طبع کر جانے والے دن کا حال سنا تھا۔ وہ

چپ چاپ مٹان سے لپٹ کر گھر میں داخل ہوئی۔ سب لوگ چپے چپے کہہ گئی کیا کہتے تھے۔ بڑے لوگوں کا بیساکہ انتقام تھام کر کٹا ایک سے بھر رہی تھی۔

☆☆☆

”قوت خان صاحب آئے ہیں۔“ قیصر کو اس کے اہم کرداروں نے ایک دو اہم مڑا ایک تھا کہ قوت خان احمد دھل سے تھا۔ قوت خان نے لیے قوت خان کو جاسٹ کا نشان

قداس کی شخصیت عرب دارمی۔ یہ اس سال کی کرشم بھی چال و دھال میں جتنی دکھائی دیتی تھی۔ قیصر نے کھانہ لانے کے بعد ہر کس پر چید کیا۔ ”کیونکہ صاحب کو کس کی آپ کی شخصیت۔۔۔ ویسے امیر تھے جبرجہ تک پہنچیں

جاں کے جب اپنے بیٹے کی عمر میں ہی خیر خیر میں ڈوڑا پڑا ہوں گا۔“ اس نے خیر سے لیے سب کے ہاتھ کا آغا کیا۔

”قوت خان صاحب ہم اس سال کی کرشم بھی چال و دھال میں جتنی دکھائی دیتی تھی۔ قیصر نے کھانہ لانے کے بعد ہر کس پر چید کیا۔ ”کیونکہ صاحب کو کس کی آپ کی شخصیت۔۔۔ ویسے امیر تھے جبرجہ تک پہنچیں

جاں کے جب اپنے بیٹے کی عمر میں ہی خیر خیر میں ڈوڑا پڑا ہوں گا۔“ اس نے خیر سے لیے سب کے ہاتھ کا آغا کیا۔

”قوت خان صاحب ہم اس سال کی کرشم بھی چال و دھال میں جتنی دکھائی دیتی تھی۔ قیصر نے کھانہ لانے کے بعد ہر کس پر چید کیا۔ ”کیونکہ صاحب کو کس کی آپ کی شخصیت۔۔۔ ویسے امیر تھے جبرجہ تک پہنچیں

آگیا۔

”میں نہیں مار سکتا اے، دادا میں بچی سے میری۔“ وہ بے بسی سے بولے۔ حیدر دم سے دائیں چلی ہوئی جا رہی تھی۔

”اگلے گھر مجھے مارا جائے، مجھے جانے دیں۔“ وہ ان کے چہروں پر مرگئی۔ تھانے کیوں انہیں اس پر توڑ نہیں آیا۔ انہوں نے باہر کی گاڑی دوڑی۔ ملازم حاضر ہوا۔

”اے سے جاؤ۔“ ملازم اسے باہر لے جانے لگا۔ وہ جاتی تھی کس کی اس پر گزرنے سے دائیں قیامت کا دھماکا پورا نہیں ہوا تھا۔ باہر دروازہ موجود تھے۔ یہ میرے دوست تھے۔ وہ اسے پھر کھانہ ملازم کے کارڈی طرف لے گئے۔

اس نے چپٹی کی کوشش کی مگر ایک نے آگے بڑھ کر اسے زور سے کھجوا مارا۔ یہ دوتی تھا جو میرے ساتھ ان کے گھر آئے تھے۔

اس نے سب سے پہلے اس کے باپ عہد کو کھجوا مارا تھا۔ ایک اور شاہانہ کی زور دیتی کی نذر ہوئی۔ داعی پر بار ہو کر داعی میرے پیروں میں آگئی۔ اس کا سینہ امانہ پر چکا تھا۔

چپے چپے ہر کس کے گھر میں کٹا لٹا۔۔۔ درعدوں نے اسے کھجوا مارا تھا۔ باپ احمد دھل ہوئے۔

”پہلا وہ نہیں کھجوا کھڑے۔“ وہ مڑی سے بولے۔ داعی جب ہی نفردوں سے گھورتی ہوئی ان کے ساتھ تھیں پڑی۔ وہ دادی جاسی کی اپنے گھر، جہاں سے رخصت ہوئے وقت وہ ایک فزٹ دار لگی تھی۔

☆☆☆

اس کو اس کی خواہش پر کھجوا کھڑے مٹان اور قیصر جب اس کے گھر پہنچے تو وہاں چھپا کر بیٹھی ہوئی تھی۔ قیصر اور اپنے ساتھ گزرنے سے دور دیکھیں۔ مٹان کو دیکھتے تو قیصر دڑ کر

کس سے لپٹ گئی۔ عہد صاحب کو ڈوڑا دیا گیا تھا۔ مٹان ان کو لپٹا ہے کہ اسے کس سے داخل ہوئے طرفان کر چکا تھا کس کا دل دہاڑیں مارنے کے ڈوڑے کو کر رہا تھا۔

فرمان اپنے مٹان سے چہرے پر اٹھ گیا تھا۔

”حیدر کس سے داخل ہوئے؟“ حیدر کس سے داخل ہوئے؟ مٹان کی نظر میں چلی گئی۔

”میرا ہوا دم لے سب کچھ مراد کر دیا۔“ حیدر کے لیے میں دھماکا کچھ مراد ہوا مٹان نے سنیلا تو ان کو کچھ کر دیا۔ وہ اب اس کے اپنے تھے۔ اس کا کتا ساتھ کھانہ کھاتے تھے مگر خاتون اور میری تھے۔

”داعی کس سے چھپ رہی؟“ اس نے پوچھا۔

”وہ۔۔۔“ حیدر چپ کر گیا۔

”تو تاجا میں حیدر کی داعی کہاں ہے؟“ وہ اٹھ کر

”مٹان اس میری بھائی اور باپا سے بھی کبھی قبول نہیں کریں گے کہ ان میری اور جبرجہ کی جان کو خطرہ ہے۔“ اس نے کھانے کے انداز میں بولا۔

”اس میری کھائی سے وہاں، ماں باپ میں بھائی، ان کا سہارا صرف میں ہوں۔“ مٹان نے یہی سے بولا۔

”میں نے پہلے ہی کہا تھا مٹان کہ تم کشتیاں جلا کر نکلے اور جبرجہ میں اب کھائی ہو رہی ہے؟“

”پتا نہیں کیوں اس میرا دل بھرا رہا ہے وہاں کے حالات ٹھیک نہیں ہیں شاید۔“ اس نے اپنا ہتھ پڑا ہوں میں چپا لیا۔

”مواہل ان کرو اپنا۔“ اس نے اس سے کہا۔

دلوں کے سب سے پھرے سے بندھے تھے۔ کھیر اندر سے ان کا جگہ اٹھالیا۔ اس نے مٹان کا سوا میں کٹا کر کھانے لیا۔

”حیدر کھلاؤ۔“ مٹان نے کہا۔ اس نے کھیر لا کر اسے کھل دیا۔ ”حیدر کھلاؤ۔“ حیدر کی آواز میں کھانہ جلدی سے بولا۔

”کیوں کال کی ہے تم نے، سب کچھ اجازت دیا یہاں۔“ مٹان کیوں کال کی؟“ حیدر کی چلائی ہوئی آواز میں کھیر ہر کے لیے وہ دن ہو گیا۔

”کتنی کیا ہوا؟“

”تم مجھے اٹھ نہیں دے، ہم میں۔۔۔ مگر مجھے ہیں وہ۔۔۔“ حیدر نے مارا ہے انہیں، تم تھل ہو مٹان۔“ حیدر کی بات سن کر مٹان کے منہ کھلا۔

”ابو۔۔۔“ مٹان اس کے ہاتھ سے کر گیا۔ ”ابو۔۔۔“ وہ چلاتے ہوئے باہر دوڑا۔ کھیر نے بھٹل سے اٹھ کر بولا۔ اس جلدی سے پانی لے گئی۔ وہ دور سے جاتا ہے۔

”کھیر کو کال کی تھی داعی جاتا ہے۔“ کھیر پر ہوا کھروہ اندر گیا۔ اس کو مٹان کے ساتھ اس کا اور پتا سامان اٹھالیا۔ کچھ دیر بعد وہ دروازے کی طرف جاتا ہے جہاں سے کس منزل کی جانب روانہ ہوئے تھے۔

☆☆☆

”اب نہیں کر دور میر۔“ اس شام اس کے باپا قارم باؤس پر آئے تھے۔

”کیا کس کروں؟ اس کو اٹھائی؟“ وہ ہاتھ انداز میں بولا۔

”ان آگئی داعی، اب اس کی میں کو جانے دو۔“

”انہوں نے جواب دیا۔“

”تو انہوں کیوں دیا اس پر شرم؟“ میر نے بھی

خان۔" وہار نے آنکھیں بند کی تھیں۔ اسی وقت دروازے پر دھک ہوئی۔
 "ہمارے تین گھنٹے تک باہر آؤ دو دروازہ توڑ دیا جائے گا۔" شہر یار اور دانیہ نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ انھیں اسے قیث میں دو گولیاں چلنے کی آواز آئی تھی۔

☆☆☆

جیل میں بیٹھی دانیہ سگراہٹ لیے سب کو دیکھ رہی تھی۔ سب سے زیادہ اس کے گری پر اور اپنے اختیارات استعمال کر کے اس کی تکلیف پہنچنے کے تھے سگراہٹوں کا جواب ایک ہی تھا۔۔۔ سگراہٹ وہ ایک عجیب مسکراہٹ، قاتل مسکراہٹ، اس شام قہر اس کے پاس آیا۔ "کیوں مارا تم نے اسے؟"

"کسے؟ چارو؟ رفیق کو؟ سیکور؟ یا دگر خان کو؟" وہ ہنس پڑی۔
 "کیوں، ان کو مارنے کی وجہ جی تھامے پاس۔۔۔ میں پوچھتا چھتا ہوں شہر یار کو کیوں مارا؟" قہر نے پوچھا۔

"اس کو مارنے کی بھی وجہ تھی۔۔۔ اس نے بھی کسی کی جان لی تھی۔۔۔ میرے بھائی مٹن کو مارا تھا اس نے، وہ بھی قاتل تھا۔" ہنسنے ہنسنے وہ اچانک روسنے لگی۔ قہر نے نرمی سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ اسے اسے صدمہ لڑی کے قاتل ہونے کے باوجود، جو دہریہ محسوس ہو رہی تھی۔ بھگدور بعد وہ چھپ ہو گئی اور سوائیلہ نظروں سے اس کی طرف دیکھنے لگی۔

"میں پوری بات جانتا چاہا ہوں گا۔" قہر نے پوچھا تو دانیہ آہستہ آہستہ بتانے لگی۔۔۔

☆☆☆

"مٹن بھائی اور دانیہ کے گھر سے ہمارے کے بعد ہم پر قیامت ٹوٹ پڑی تھی۔ ہمارا واحد آسرا حیدر تھا جس نے ہم مشکل وقت میں بیٹھنی رکھائی۔ یہاں تک کہ اس نے مجھے میرے حمالے کر دیا۔ وہاں دو دن مجھ پر ہر طرح کا ظلم کیا گیا۔ دانیہ پر میں سے ہوش بگڑ گیا۔ مٹن بھائی مگر دانیہ آجیگئے تھے۔ وہ میرے انصاف کے لیے لڑتا چاہتے تھے مگر یہاں انصاف حاصل کرنا ناممکن ہے۔ اور اکی وقت کے بعد مٹن کو بھی قاتلوں نے اس سے چھین لیا۔ حیدر نے مگر تو حسیل لیا مگر ایک دن اس نے مجھے ہوش کا ٹکڑا بنا ڈالا۔ میں شاید اسے ختم ہی

کر چکی تھی مگر دانیہ اور ان کے ہونے والے بچے کا سوچ کر دیکھ کر مجھ سے چھریاں مار کر خون بہا تو مجھے عجیب سا سکون محسوس ہوا۔ میں نے سوچ لیا کہ سب سے اسی طرح پالنے والوں کی محبت میں کڑو رہی۔ مجھے کسی سہارے کی تلاش تھی جو بدلے میں میری مدد کرتا۔ وہ سہارا مجھے شہر یار کی جھل میں ملا جب تک سلطان شہزادہ کے لیے ہر کام کرتا تھا۔ اس نے کئی بے بسی اور لڑائی بھڑائی کی ٹریننگ بھی حاصل کی تھی۔ مٹن بھائی کے مرنے کے بعد بھی اس نے رشتہ جوڑا مگر ان کے انکار کر دینے میں اس سے نفی۔ وہ مجھے مائل کرنا چاہتا تھا اور اسی لالچ میں میرے ساتھ شامل ہو گیا۔ اس کی خطرناک بات میرے کام آئی۔ چھ ماہ کے اندر اندر اس نے مجھے تسلط چٹا سکھا دیا اور بچہ لڑائی بھڑائی کے گڑبگڑا دیے۔ مگر دانیہ کو بھی لگتا تھا کہ میں شام کو کھینچ رہے ہوں مگر میں اس کے پاس آتی تھی۔ مگر ہم نے نیوٹرلائز کونسل کو ٹھیک کرنا نہ تھا۔ گاڑی چوری کرنا شہر یار کے پاس ہاتھ کا کھیل تھا۔ ہم بغیر سراغ چھوڑے شہر کو مار کر واپس آ گئے۔ اس کے بعد چار بھی آسمان ثابت ہوا۔ البتہ رفیق کو جب میں پاندرہ کاربوری بھی دے دو بعد اغما میں بولا تھا۔۔۔ بھائی قاتل، بھائی قاتل۔" اچانک شہر یار نے اسے مار دیا۔ مجھے جھک ہوا۔ میں نے تحقیق کی تو مجھے پتا چلا کہ مٹن مارنے کے لیے میرے سلطان شہزادہ کو پیسے دے دینے اور اس سے شہر یار کے ذریعے اسے لے کر دوا دیا تھا۔ میں چاقی تو خیر مار سکتی تھی مگر میرا اظہار اظہار وہ جانتا۔ اس سے پہلے میں مٹن کے قاتل کو ڈھونڈنا چاقی کی مگر وہ خود کو میرے سامنے آ گیا۔ میں نے اسے استعمال کیا اور اپنا مقصد پورا کیا۔ جب دکان کے پیچھے لوگ آئے تو میں نے دونوں کو دیکھ کر مار دی۔ انہوں نے شہر یار کی ڈانٹ اس کی بد امت اور اعتبار کے آگے پار گئی۔۔۔ وہ میرا آخری ظلم تھا۔"

☆☆☆

اس کی بات ختم ہوئی۔ قہر بکھوچ رہا تھا۔
 "کیا جو رہے ہیں۔" دانیہ نے پوچھا۔
 "میں نے حالات نے کسی طرح کسی صدمہ کو لاکھ خطرناک تھیں میں بولا۔" اس نے انہوں سے کہا۔
 دانیہ موت کے انتظار میں وہیں بیٹھی رہ گئی۔ چہرے پر مسکراہٹ لیے۔ عجیب مسکراہٹ۔۔۔ قاتل مسکراہٹ۔۔۔



کامیاب واردات

شہر یار

زندگی سے ہر شخص پہاڑ کرنا ہے۔۔۔ اسے سمجھنا ہے۔۔۔ سمجھنا ہے کہ ہوش بہرے بہرے کی نگ و دو میں لگا رہتا ہے۔۔۔ اس کی ہر ممکن کوشش ہوتی ہے کہ ایک پراسٹیشن زندگی کا ساتھ ہمیشہ رہے۔۔۔ مگر ہر ایک کی قسمت میں وہ خوش بخت ہیں۔۔۔ ان کو اپنا بخت بنانا پڑتا ہے۔۔۔ جو بختا بختا ہے۔۔۔ جو بھی ایسی زندگی کے خشک۔۔۔ ویران۔۔۔ جو رونق دنوں کو بکلی بکلی اور بکھڑا بنانا چاہتا ہے۔۔۔ اور اس نے مکمل جی بھری کامیابی منصوبہ کر لیا ہے۔۔۔ لیا تھا۔۔۔

کامیاب واردات کے لیے اس نے ایک کام کیا تھا۔۔۔

اس کے سرے میں سوچ دیکھو انرا دگر کی سوچ میں خرقہ کھینچتے ہیں۔۔۔ تین ہزار میں شہر یار کی۔۔۔ امید اور بالآخر انہی کے لیے ہے۔۔۔ اس کی بات پر ہماریوں کو مات دے کر انہیں کیلے پر بھڑک رہی ہیں۔ خوف، ہنس، سسلی، بھڑک رہی۔

”بھروسہ جمہوری جانب سے اقرار ہی کبھی؟“
اسلامان نے گاٹھ کاٹ کر اپنے سے پیٹھے سے کہا۔ اس
حالات میں دور پردہ اسلامان ہی کا تھوڑا تھا۔

”ایک باغ پر مرجع کو۔ بہ بزم میں اور چالاک ترین
ہجوم میں کوئی نہ کوئی کھڑا چھوڑ دیا کرتا ہے جو قانون کو اس
کی گردن میں جھکے کے لیے ہر دوتا ہے۔“ خفاہ کی
آواز ان تیروں اور موسوں سے گہری گئی۔
”جمہوری بات غلط نہیں۔ بلکہ کرام آج تک
صرف تھے کیا نہیں اور مصلحت کی ہی صورت میں کیا یا رہ
کامیاب بھی ہو جائے معاشرے ہی کا حصہ ہیں۔ ان کے
گردن میں یہی ایک ٹوک جو ہر مجرم کو بلکہ ایک
انعام نہیں دے سکتے؟“ اسلامان کی دیکھ میں سے پیٹھے
تیسرے سے لے گیا۔ وہ دفتر جا بھیجیں برائے کام تھا کہ اپنے
ذیل ذول اور درجن سے بیٹھیں۔ کھ کھائیں لگتا تھا۔

”یہ باغ غریب کھ کھ رہا ہے۔ کوشش سے ہی کامیابی
مکن ہوئی ہے۔ میں اپنی زندگی تبدیل کرنے کا ایک
مصلح بن رہا ہے۔ اس سے اگر فائدہ نہ اٹھایا تو کوشش
میں کسی مزے سے اور اپنی قسمت کو گھسنے کے علاوہ کچھ بھی
نہیں کر سکتے ہیں۔“ اسلامان نے گہری نظروں سے سامنے
بیٹھے سے گھبرا کر دیکھ کر کہا۔ اس منصوبے کی تکمیل کے لیے اس کی
ذہنی آزادی اور تعاون سے بہت تھا۔
”کیوں اگر بچے سے کہتے تو؟“ وہ اچھٹا گیا۔
”اور اگر نہ بچے سے کہتے تو؟“ اسلامان نے بھی اسی

اعجاز میں جواب دیا۔
”اگر نہ بچے سے کہتے تو کبھی کسی قانون کو روکنے کے
بلاک ہوں گے اور اس دم سے ایک بہترین نئی زندگی کا
آغاز کر سکتے ہیں۔“ خیر سے فرمے گا۔
”میکھ ہے..... میں تیار ہوں۔“ وہ گہری سانس
لے کر بولا۔

اسلامان کے چہرے کی چمک یکدم بڑھ گئی۔ ”گٹھا“
ہوئی تھی اور وہ دلی بات ایں ایں اگے دونوں میں کھ رہی
ضروری معلومات کسی کی لپکتا ہوں۔ پھر اس کا طریقہ
کار اور تجزیات بھی فاصل کر لیں گے۔ اس کی بات پر
دونوں نے تائید میں سر ہلا دیا۔
”کچھ دیر مزید بات چیت کے بعد وہ روانہ ہو گئے
لیکن اسلامان وہیں بیٹھا۔ اپنے منصوبے پر مزید غور و فکر کرتا
رہا۔ جمہوری جان چھڑانے میں ذہنی اور ادارتی کوششیں کر رہا
رہا۔ جمہوری اتنا آسان نہیں تھا۔ کچھ بہرہ نرسوں کی دیکھ

گزارنے والے اسلامان کے لیے یہ مشکل سر کا بہت
ضروری ہو چکا تھا۔

☆☆☆☆

”بھائی بھائی چیلر ڈیوٹے نکلی حالات میں ہی اسلامان
کا دل موہا تھا۔
اس دن کان کا افتتاح کچھ عرصہ پہلے ہی ہوا تھا۔ اس
پاس کے پاس کھڑا اسلامان نے اپنی مخصوص نفلت کی قوت
خامی سے دے بھی کی تھی۔ اس بازار میں آریٹھل چیلر
کی وہ نکل تو جیسے مکن سٹار میں اپنا آئے تھے۔

”تجربے میں تو خاصے سمجھ رہے ہیں دونوں بھائی! ایک
بھائی کی پٹائی سے کیڑوں میں گھس گئے؟“ وہ لڑکھ لڑکھ
بچوں کے بیڑی میں پڑے کیڑے فروخت کرتا تھا اور اس دن کان
کرائے پر لینے کے لیے کوئی عرصے سے کوشش کر رہا تھا۔
”میں تو اس بازار سے بڑے بھائی سے پوچھا بھی
تھا۔“ اشرف نے دل سے دماغ انداز میں بتایا۔ وہ ٹیکہ
شاہ کا ایک تھا اور اسلامان بھی اس دن کان پر ملا تھا۔
”اچھا تو کیا بتا پھر اس نے؟“

”ابنیں جا کر دوسرے حصہ ملا۔“ خراش کے جاوید
پوش ملائے میں کوئی دال نہیں تھی۔ کبہ ہاتھ گاڑ کر تو اتنا
ہی بنا ہے جتنا نصیب میں گھبرا دیا گیا ہے۔ کچھ چھوٹی ہو یا
بڑی، بھرنا تو پڑتا ہے۔“
”کانی روٹل مفت لگتا ہے۔“ وہ لڑکھ لڑکھ
”اشرف نے بھی
چستے ہوئے کہا۔

اس دن کان کے پاس کھڑا اسلامان بظاہر اپنے سامنے
پیلے کپڑوں کی کڑی کڑی کانٹا مکران کی ان باتوں پر لگے
ہوئے تھے۔ بازار کے کسی کو شمار اور ان کے ملائش کی
طریقہ دہی پر چسپ تھا۔ کان کی عبادت اور دکان کا گمن
چل رہی تھی اسے بہت پسند آتی تھی۔ انتقال اپنا تھا کہ چیلر
اور ٹیکہ کی دوکانیں اس کے سامنے میں اس لیے
غیر ارادی طور پر وہ ان کے معاملات سے باخبر بنے گا۔
آغاز میں وہی پندرہ روز تو خریداری ہی کے لئے پھر
ایک روز سونہ پور ہوئی آگے ہوئی۔ وہ دیکھ کر ہر کسی
بھروسہ گاڑی تھی اس کا تھوڑا ادب وہ گاڑی اس بازار کے
آغاز میں ہی بنائی تھی مختصر سی پارکنگ میں موجود تھی۔ اس
پارکنگ میں چند کار نمادہ اپنی اپنی پائیس گاڑی کیا کرتے
تھے۔

اس شخص کے ساتھ ایک حسین پرانی بیکری تھی۔ لڑکی

کی جھپٹ، بانجس سے زیادہ نہیں تھی۔ مفلون کی سیاہ سازی
اور بھر دیکھ آپ میں وہ بیکری کا ادراہی کی۔ اس دن کان
کا انداز باکس میں شے کی خوب بیکری لگا رہا تھا۔ اسلامان اس
وقت تک بیکری میں قدر تھا جس کے گاڑی سے اسے دور سے
اندرونی مناظر بہت دیکھیں۔ وہ کھینچے گا تھے۔
فری نزاکت میں اپنی مثال آپ کسی چیز میں نہیں
مختلف زیورات نکال کر دکھاتا رہا لیکن بات بیکری نہیں
آتی تھی۔ چند لمبے ہونڈیوں سے ان کے اٹھا کر کسی سے
بات کی۔ چلی روڑا وہ گاڑا اور ایک سیکڑل انہیں اپنے
ہوا اندرونی جانب لے گئے۔ نصف ہونڈی بھربھ گڑی
میں کھینچے تو زیورات کے ڈالنے ان کے ہاتھوں
میں موجود تھے۔ لڑکی کا غرہ اور ذرا ایک دو تھوڑی
تھوڑی نظر آ رہی تھی۔ وہ اس دم سمجھے اور یہاں دیکھ کر پریشان
تھی نظر آ رہی تھی۔ یہ سطر اسلامان کے دل پر بھی گئی تھی۔
گرا۔ اس کے دل میں حسدوں کے بہاوت بہنے لگے۔
”وہ میرے سوا کسی کو تو اتنا دیکھ کر وہ اس طرح
لٹا پڑ رہا ہے اور کوئی جاہل طرح ایک جائزہ سال رشتہ
بنانے کے لیے اپنی پائی کا قمار ہے۔“ اس نے اپنی سے
سوچا۔

پھر یہ ایک معمول بن گیا۔ بھائی بھائی چیلر
سے بہت جلد اپنی لڑکھ بنائی۔ اسلامان وہاں مختلف
مرد و خاتون کو آتے دیکھ کر ہتھ بڑا رہا۔ میں تو نے دالی چور
میکھ لیا اور دھڑپے بانجس دوسرے دوسرے ہونڈی میں اس پر
دلیان کھی وہ گاڑا اور دونوں بھائیوں کے اعلان سے متاثر
ہو چکے تھے۔

اسلامان نے شاید پہلی بار جاہل رہے لیکن ایک روز
اسلامان نے سیکل پر اپنی کسی دیکھ لی جس میں تین یا چار افراد
سے ایک ذہنی گردانی کی تھی۔ اس دن کان کا وقت اسے بہت
پسند آیا۔ اسلامان شیعین کی تفریق کو اس کی طرح تھا جو
میکڑ، کھڑا اور دھڑپے کے بہترین سے ثابت ہو جاتے ہیں اور
کوئی ہڑ کھینچنے کے لیے کل کھڑے سے۔ وہ اپنے
والدین کی کوئی دلا تھا۔ والدین میں اسے اور والد نے چند
سال کی بیوی ہو پائی تھی۔ بچوں میں بھی غریب یا گڑباز
مرے لیے مجبور تھا اور اس کی بہت پر کوشش کر رہے تھے۔
مشکلات سے بچانے ہوئے تھے۔ اس کے کئی رشتے اور جاہلی
اور گھوڑے ہونے کے چیلر اپنی کھینچ کا رشتہ دینے کے
لیے تیار تھے۔ یہ وہ شادی سے کل اپنے حالات میں بہت
زیادہ دیکھ تھی لیکن موزی بہت تھوڑی چاہا تھا۔ وہ حرا

کامیاب واردات کا
ردان پسندی اور حقیقت شای کا اخراج تھا۔ اس کی بھی
حسین جھڑکنا تھا۔ سے کل ذہنی کی کچھ بدقسمتیاں کا
خفا تھا۔ چاہتا تھا۔ پہلے پہل اس کے اسے اور موہاں
میں کچھ کام کیا اور پھر مرکزی بازار میں اپنے
کپڑوں کی سلائی کٹائی کے اسرار و راز کھینچنے کے روئے ہو
گیا۔ دیکھ کر جانوں کی جانے کے لیے اسے شائستہ کفن کا قائل
تھا۔ اپنا مستقل محلو کا طے کر کے اس کی ایک بیٹھ صرف
چند لاکھ روپوں کی ضرورت کی تھی کے حصول کا صرف
بہر حال اس کی ہم نے مجاہد تھا۔ دوسرے دفعے اس کے
ذہن میں ذہنی کا منصوبہ پڑنے لگا۔ یہ کام کھینچنے کے لیے
مشکل ضروری تھی۔ اس کی یہ مشق تھی۔ ان دنوں حقائق کے
باوجود وہ ایسا موقع مانع نہیں کرنا چاہتا تھا۔ ایک بھروسہ
استقلال کے لیے یہ سفر و مول تمامات ضروری ہو چکا تھا۔
اپنی کھڑا کے سلائی کا طے اس نے کر سکی اور
آخرین سے ہر دم میں کھینچ کر کھائی کی کھائی کی چمک یا
دکان میں ذہنی پر بھی ہوئی تھی۔ ایک دھوکہ خیز ٹیکہ نہیں
دیکھنے کے بعد وہ ذہنی طور پر اتنا پتہ ہو گیا تھا کہ اس
ادارات کے لیے بھروسہ پر تیب دے لینا۔ مزید
ایک پٹنے کی کت کے بعد اس نے اپنے شاہد سے حقائق
اور نظروں سے حاصل کیے گئے علم کی بنا پر اپنے خوابوں کی
قہیر بانے کے لیے شاہد اور منصوبہ بنایا۔ اسے اپنی امیدیں
کہہ رہے تھیں۔ ایک کامیاب واردات اور اس کے
اسات دہت بہت تھی۔ سوچا کہ اس کے اندر ایک
غیر متوجہ صورت حال نے اس کے کسی خواب حلیات کر
دیا ہے۔

☆☆☆☆

اس روز اسلامان کچھ بیکری میں دکان کے پاس
غیر محسوس طریقے سے چیلر شاہ میں موجود سوری کی دلی
سکون کی صورت حال کا جائزہ لے رہا تھا۔ دکان کے
داخلی دروازے کے گرد کھڑا کسی کمر اور جو دھڑپے کا
کنٹرول اندرونی جانب دروازے کے پاس ہی ایک
کاؤنٹر کے قریب میں بیٹھے تھے۔ اس کے متعلق
پانچیس کے دھڑپے جانب کے بارے میں معلومات
بہر حال اس کی اور کئی نہیں۔ اس کا معدوم قلم ہوتے ہی اسے
ایک کھینچ مشورہ تھا۔ یہ تھا اور یہی مرصہ فی الحال سب
سے مشکل تھا۔
وہ دلہ لڑی میں کوئی کھی قدم نہیں اٹھاتا چاہتا تھا۔

محنت مزدوری کرنے پر اگسایا۔ اس کے ہاتھ میں بلا کا
 ڈالنا ہے۔ بازار میں دکانداروں کو دودھ پر کا کھانا فراہم
 کرنے کی ڈیول کرنا تھا۔“

اگلی رات نشان لوگوں کے ساتھ موجود تھا۔ عمران سے ساری صورت حال سے آگاہ کر چکا تھا۔

”اوائے گل بن کا کا امیرے خواہوں کی فکر کرنی چھوڑ
نو۔ مجھے خود پر ترس کھانے والے لوگ بڑے ہی ذہر نکلتے
ہیں۔ اس لیے یہ مت سوچنا کہ اپنی مظلومیت کے رونے

خاصی رو دک اور بحث دہانے کے بعد اس نے علی
خاوان کی حاکم بھری۔ اس کے کئی مشورے بہت مفید ثابت
ہوئے۔ اس وقت یہ فیصلہ نہیں ہو پایا تھا کہ نفا کے
ساتھ علی پانزھن ہوا تاہم اگلے روز یہ قرعہ خود کار طریقے
سے عمران کے حق میں نکل آیا۔

شرین کی کمزگی سے باہر بھاگتے دوڑتے مناظر دیکھتے ہوئے اس کی ذہنی روایک بار بھرا ہی رات کی جانب مڑتی جب ایک خواب نے ذہن میں اٹکا کھا خیال پیدا کیا تھا۔ اس نے فی الفور عمران ہی کو فون کیا جو اس کی فنی تجویز سن کر پہلے خاموش ہو گیا تھا۔

اس کے نئے پلان سے جلدی طور پر متعلق ہو چکا تھا تاہم چند معاملات اب بھی غور طلب تھے۔

”میں تو سوچ رہا تھا کہ ہم اس سے ہی کوئی یہ گیٹ
نپ لے لیتا۔“ ارسلان نے کہا۔

کی۔ لی سے جس کا شمار ہو جائے ہیں۔ اس صورت حال میں کسی کا بھی خمس ہمارے لیے بہت مہلک ثابت ہوگا۔" عمر مران نے حقیقت پسندانہ تجربہ کیا اور گہری سوچ میں گھوٹا۔ انہوں نے بعد ازاں کئی آنکھوں کی چمک اور چہرے پر ہلکا سا مسکراہٹ نظر آنے لگا۔

نجات یاد کرتے ہوئے کہا۔

ان کا اصل نام نوشاد ہے۔ وہ مرد ہے نہ عورت۔ اپنے قبیلے کے افراد سے مختلف زندگی گزارنے کی خواہش نے اسے

کو بھی بتایا تھا کہ اس کی طبیعت بہت نامناسب ہے۔ کپڑوں کے دو جوڑے اور چند ضروری اشیاء ایک جگہ میں رکھنے کے بعد وہ انہایت پریشانی کے عالم میں مسمات سے موجود گھر کے دروازے پر دستک دینے لگا۔

”اے ظر ہو کر جاؤ۔ پروردگار انہیں صحت و تندرستی دے۔“ ان کی غلوس بھری دعا پر ارسلان شکر یہ ادا کرتا روانہ ہو گیا۔ خواہوں کے بگنوا اب اسے اپنی دسترس میں آنے محسوس ہو رہے تھے۔

☆☆☆
三、三、三、

دوسرے مخصوص اکھرا انداز میں اس کی کئی تہتیشیں سے اسے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ وہ اپنا خطہ کھودے گا۔ متوجع کر داری کا خوف کبھی کبھی اس کے بدن پر لرزہ طاری کر دیا کرتا۔ ابتدا میں نیا وہ مت ہار کر منظر عام سے ہٹنے کا منصوبہ بنا چکا تھا لیکن عمران

”ان کے حیرت بہت خطرناک ہیں یار! زبان و انداز
تلاش و ابیات ہوتا ہے کہ مجھے ٹپس آنے لگتا ہے۔“

”کچھ ہی دنوں کی بات ہے۔ پھر یہ ساری لکیش
 لپ ہو جائے گی۔ تم دھیر رہو اور مناسب وقت پر ہی

☆☆☆

رحمت اللہ بھی کافی نہی تھے۔ شویس اردک اکثر میں موجود
 بھی زیورات غائب تھے۔ یہ منظر دیکھ کر رحمت کے بڑے
 اہل ہائی کی حالت بھی خستہ ہوگئی۔ پولیس کی آمد تک شفقت اللہ
 میں پیدا ہونے والی درد کی لہروں کے باعث ایک نفی

نہ مل سکا۔ پھر ایک اور شخص کو پکارا۔ وہ بھی نہیں آیا۔ آخر ایک شخص نے کہا کہ میں آتا ہوں۔ وہ ایک شخص تھا جس کا مقصد یہ بھی نہیں تھا کہ وہ ایک شخص کے لئے آئے ہوئے ہو۔

یہی خبر آئی کہ سارا ہا زار ہی سوگ میں ڈوب گیا۔

اس نے اپنے اکلوتے اپنی میں رمی زائد سم کمال کر
ن میں لگی۔ یہ سم کارڈ اس کے نام پر رجسٹرڈ نہیں تھا اور

مجموعہ عربی سے وہ اپنے سوسل اکاؤنٹس کے علاوہ، کئی
خانگات، کچن اسی کے ذریعے چلاتا تھا۔ سم آن ہوتے ہی

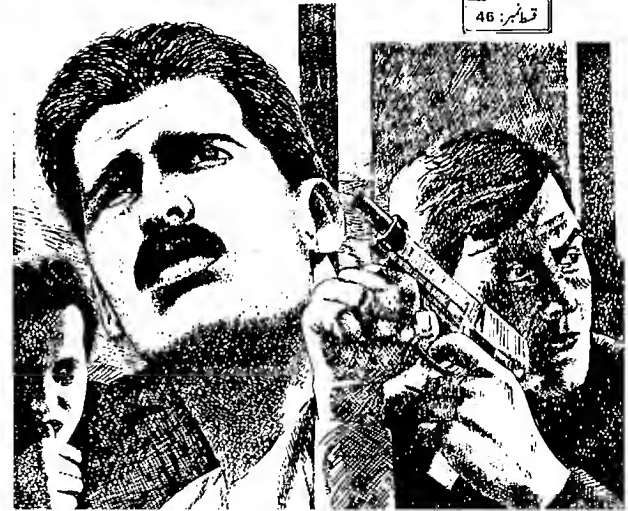
آوارہ گرد

ڈاکٹر عبدالرحیم

مدرس کلیسا، سینی گاک، دھرم شالے اور اناٹہ آشرم... سب ہی اپنے اپنے عقیدے کے مطابق بہت نیک نیتی سے بنائے جاتے ہیں لیکن جب باہیوں کے بعد نکیل بگڑے ذہن والوں کے ہاتھ آتی ہے تو سب کچھ بدل جاتا ہے... محترم پوپ پال نے کلیسا کے نام نہاد راہبوں کو جیسے کہتا تو انہی الزامات میں نکالا ہے، ان کا ذکر بھی شرمناک ہے مگر یہ پورا ہے... استحصال گئی صورت کوئی بھی ہو، قابل نفرت ہے... اسے بھی وقت اور حالات کے دھاریے نے ایک لاجرم ادارے کی پناہ میں پہنچا دیا تھا... سکھ رہا مگر کچھ دن، پھر وہ پونے لگا جو نہیں ہونا چاہیے تھا... وہ بھی مٹی کا پتلا نہیں تھا جو ان کا شکار ہو جاتا... وہ اپنی چالیس چلے رہے، یہ اپنی کہات لگا کر ان کو نیچا دکھاتا رہا... یہ کھیل اسی وقت تک رہا جب اس کے بازو توانا نہ ہو گئے اور پھر اس نے سب کچھ ہی الٹ کر رکھ دیا... اپنی راہ میں آنے والوں کو خاک چٹاکر اس نے دکھا دیا کہ طاقت کے گھمنڈ میں راج کا خواب دیکھنے والوں سے برتر... بہت بڑی قوت وہ ہے جو یہ اسرا نظر آئے والوں کو نیرو کے دماغ کا مچھر بنا دیتی ہے... پل پل رنگ بدلتی، نئے رنگ کی سسختی خیز اور رنگ دار نگہ داستان جس میں سمندر سمندر لچسپی ہے...

محترم رہبر، پیچھے چلی اور انہیں مسیں اہم ستر اور پلٹ آؤ گے سب سے پہلے...

قسط نمبر: 46



موت..... جتنی موت کے قصور سے میرا چارو اور جوڑ
 لڑ کر رہ گیا۔
 ایک بھگت پر نے جہاں میرے کام ستوار ہیں تو
 وہیں بھگت پر خور پر ہو کام بگڑ بھی گئی تھی۔ بھگت
 بھگت کے غصہ ناک اور ایک سے ایک جتا دو دن میرے
 راستوں پر مجھ کے بھڑ بھڑ کی طرح ڈانٹ کر ہے اچانک
 آن کھڑے ہوئے تھے۔ کبھی دو بجے چھانڈے تو کبھی میں
 انہیں اندر لے جتا دیتا۔
 دیگر کو حالات سے میرا چار لے داسی کا ساتھ ہو چکا
 تھا۔ میں امریکا یا تو کے لیے میری پاکستان سے لے کر
 جہاں تک میری کوئی کشمکش نہیں جہاں روایت ہوتے ہوتے
 چکا ہوں وہیں ہیں۔ اب جبکہ آخری امید کا سوا کچھ نہ رہے
 بھگت پر نظر آئی تو یہ اچانک عجیب جیروں کے ساتھ ہمتوں
 بات چیت میں لیے آنے وارو ہوا تھا۔ شاید اس نے ہادی بائیں سن
 لی تھیں۔
 ”یہ تو..... تمہارا کام ختم ہو گیا ہے تو اسے کوئی بار
 دو..... یہ اب ہمارے لیے بے کاریت ہو چکا ہے۔“ تب
 ہی اچانک اس کی نظر جان روڈ آف کے دکنی ہاتھ پر پڑی
 (میں نے پہلے اس کے دکنی ہاتھ کو ڈریگ وغیرہ کرا دی
 تھی)
 ”اوہ..... تم نے اس کی مرہم پٹی کرا دی؟ کیا
 ضرورت تھی اس کی؟ اسے کوئی مارو.....“
 دفعتاً کا سب کو میری طرف دیکھ کر ہنسا اور بے اختیار
 میرے سینے میں اس کی سانس کی طائر آواز کی طرح میرے
 پاز کرائی ہوئی تھی۔ درود تو میں یہی سمجھا تھا کہ شاید اب
 ایک بار میری راسخیں بگڑ گیا ہے۔
 ”ایسا نہیں ہوا.....“ میں نے جواب میں کیا سوا
 کی طرف دیکھ کر پوری تلی سے مسکرا کر کہا۔ اس کے لیے
 ”ہاں“ میرے منہ سے لیگی۔ نہیں نکلا تھا..... وہ محسوس
 کرتے ہوئے ہوا۔
 ”بھیا گا تمہارا بیٹے کیا ہوا۔“ میرے جیسے تم مناسب
 سمجھو، میرا ایک ایمان آنے والا ہے، میں یہاں تک اس
 سے ملنے آتا تھا۔
 ”پتوں اس نے اپنے ساتھ کوکے ایک ہر کارے کو
 جھادیا۔“ تمہاری بات جیت تم کوئی سے تو تم بھی کیا جاتا۔“
 اس کے بعد یہ کہتے ہوئے اس نے اپنی ٹوکھا دیکھ جیتر
 کے لیور کو کھنسا۔ میں نے انہات میں اپنا سر ہڈا دیا۔
 ”مہا پر کل آئے۔ دروازہ بند ہو گیا۔“

”سوں کے سلسلے میں کیا کیا تم نے؟“ اس نے پہلے
 پہلے پوچھا۔ وہ ملائی دالے کوٹھے سے اب یہاں آچکا تھا۔
 ”اوسے اسے معاملے میں یہ تصور ہے۔“ میں
 اندر سے ڈرے ڈرے کرتا دالے سے لیجے میں ہوا۔ میں اس
 کی چیخ کے استوازی میں رہا تھا۔ ”تم کو ایک چوڑی راہداری
 سے گزر رہے تھے۔“
 ”تم شراب کا تھم نہیں لگے تھے مگر جوتوں کے معاملے
 درازم ہو گئے تھے سوں پہنچ آئی ہے۔“ کا سوا کوٹھے
 میں غریب سرگرم ہے کہ ”دو تیرے نزدیک ڈرے ڈرے
 سے بھی مجھے کی کوئی تھم نہیں ہوئی۔“
 ”یہ اسکا ہی بات مجھ میں۔“ میں نے ذرا جھنجھکی
 جھنجھکی تھی کہ ساتھ کہا۔ ”دیسے ہاں میں نے ان دروڑوں کو
 استیلا کر نے کا فیصلہ کیا ہے۔“
 ”کہاں؟“
 ”میں نے کہا کہیں اس کی پوری تفصیل سے آگاہ کرنا
 ہوں۔“ میں نے جواب میں کہا۔
 ”مگر پتھو بھگت بعد میں ایک کمرے میں آکر بیٹھ گئے۔
 ذہن چنگے اپنے ایک سا مہی کارے کے ساتھ وہیں الٹ
 کھڑا تھا۔ کا سوا کوکھا دالے کے چیخ سے آرام دھونے پر
 ختم کر دیا تھا۔ میں اس کے سامنے دالے صوفے پر بیٹھا
 تھا۔ کمرے میں غامضی تھی۔ سامنے کی گلیں ٹاپ والی میز
 پر لوازمات سرگردیہ کئے تھے۔ کا سوا کوٹھ کے دروازے
 میں میری طرف تھکے تھے۔ اس کی نظروں کا مطلب بھانپ کر
 میں نے ہوئے سے ختم کر دیا۔
 ”جیسے کی امریکا کی جانب ترسیل، اور اہم ترین ہم
 پر دروازے اور اس کے کچھ پردہ ہوئے دالے۔“ میں
 قیامت سوئے کو زیادہ سے زیادہ محفوظ بنانے کی ضرورت
 کے لیے نظر ہی میں نے جان روڈ کو لنگر استعمال کرنے کا
 فیصلہ کیا ہے۔“ اتنا کہ میں کمرہ بھر کر دیا۔
 ”ہم..... میں سمجھتا ہوں۔“ کا سوا کوکھا کا ایک
 رخ محسوس صوفے میں تھک کر کرتے ہوئے سمجھ میں لے
 ہوا۔
 ”یہ خور نے آپ سے دعوت ہوا ہے کہ دروازہ دالا
 معاملہ میں ایک شخص کی ہتھ پڑ رہی ہے، جبکہ ایک پوری
 سربہ میں اہمیت کے تحت کیا گیا جاتا۔“
 ”ہم.....“ کا سوا کوکھا ایک اور محسوس ہوا۔ اس کا
 چہرہ اندر دلی آگاہ سے گھبراہٹ ہوئے تھا۔ ”تو کیا جوشوا
 اپنی ناک کی کہ ہم سے دوا دہ دنا بازی کا سبب کرنا چاہتا

”.....“ میں نے انہات میں سر کو پھینک دی۔
 ”یہ کھوشتوڑی باہم سراسر تمہاری جان کے دھک پر
 تھی ہے انہات میں ہے یہاں تک کا معاملہ جاری صواب دیہ
 پر چھوڑ رکھا ہے تم جیسے بہتر سمجھو گین۔“ جوشوا نے سب
 گھنوں کر ہائے۔
 ”اس لیے کہ جوشوا جیسے لوگوں کا کام ہی فوسر بازی
 ہے۔“ میں نے کہا۔ ”میں ساری دھک دھک فریب کے فراڈ ہیں
 بگڑے تھے اور جوشوا کے نصف دھک دھک دھک دھک دھک
 بھی دھک دھک کے لیے کا فائدہ مندی ثابت ہوگا کیونکہ بقول
 روڈ آف کے جوشوا پہلے ہی سے خفیہ طور پر اور اپنی
 راہروڑ آف کے ساتھ چنگے کا کھل کر چکا ہے۔ ان میں
 ایک مالی حکم ”ایکٹیکل“ بھی شامل ہے۔ آخر انڈر کا میں
 سے انہیں بیرون یادہ دم ملنے کی امید ہے۔ لہذا روڈ آف کو
 میں جوشوا سے ختم کرنے میں کامیاب ہو گیا ہوں۔ میں بھی
 یہ انہات میں جی۔ میں نے اسے جوشوا کے متعلق یہ بتا دیا
 کہ اس کی کوکشن چاہی اور اب دھک دھک کی صورت میں وہ اس
 سے لطفاتی کا اعتبار کر کے اپنا یہ سودا چھانچا رہا ہے۔
 ”فوجہ.....“
 ”گڈ! چال تو تم نے اس کے ساتھ دھکی چلی ہے مگر
 روڈ آف ہمارے گی کام کا ہے اب۔“ ”کا سوا کوٹھے
 پوچھا۔ اس کا سوال میرے لیے پوری حیرت نہ تھا۔
 ”کہا۔“
 ”ہم اب جوشوا سے نہیں بلکہ اس کے گاہکوں سے
 براہ راست سودا کر رہے ہیں۔ میں صوفے کوئی کھڑے
 تھو گا اور جوشوا سے دکنی رقم دھم دھم دیں گے۔ ہمارا یہ کام
 روڈ آف آسان کرے گا۔“ میں نے جواب دیا۔ کا سوا کوکھا
 میری جانب گورے تنکار باہم میرے ہوا۔
 ”جان روڈ آف، ہمارے لیے جوشوا کے موٹی
 آسای دالے کا کپ ”ایکٹیکل“ کو ہمارے لیے بانی جیک
 کرے گا۔“
 ”تمہارا منصوبہ لیٹا نہیں دار اور سووند ہے۔
 مسٹر جھادو! کا سوا کوکھا میری توصیف کی اور ہوا۔
 ”روڈ آف کو تم نے فٹ کر دیا یا پتہ سون تمہارے اس
 منصوبے میں کہاں بنت ہوئی ہے۔“
 ”وہ ہمارے ساتھ رہے گی۔ ایک حسین عورت کی
 جگت..... بعض جیکوں پر غامض آسایوں کا سبب تھی

آوارہ گرد
 ہے۔“ میں نے دانستہ اپنے لہجے اور سرگرم کو کشتی خیر
 بتاتے ہوئے کہا۔
 ”ہوم.....“ کا سوا کوکھا گری گری گری کے کردہ
 گیا مگر ہوا۔ ”کیونچنگ میں تمہارے ساتھ ہوگا۔“
 ”نہیں..... میں نے انہات میں جواب دیا۔“ اس ہم
 میں، ہم سارا فردا کوئی ہوں گے۔ آپ میں ہادی امریکا
 روڈ کی کام مکمل اور دھک دھک بدست کر میں۔“
 ”وہ سب پہلے چلے لے ہے۔ پر پٹان ہوئے کی
 ضرورت نہیں۔“
 میں نے اس کے جواب میں ایمینا سے اپنا سر ہڈا
 دیا۔
 ”ایک بات اور کہنا چاہوں گا۔“
 ”ہاں! کہو۔“
 ”میرے کا کف ذات کے سلسلے میں اب جوشوا سے کوئی
 دھک دھک امید نہیں کی جا سکتی جبکہ جیکنگ کے چند ضروری امور
 فٹانے میں مجھے وہاں ان کی ضرورت پر کشتی ہے۔ اس کا
 کیا کیا جائے؟“
 ”تو براہم.....“ کا سوا کوکھا۔ ”میں تمہارے نام سے
 اپنی جیک انجنینٹ شوکر کے فوری طور پر تمہاری اوپریٹری
 جینٹ سے کٹی پڑ، پڑا تیار کر داتا ہوں۔ دینا کے کی بھی
 ملک کی ویزا اپنی اوپریٹری کے سلسلے میں ہے حد آسان اور
 جلد دی جاتی ہے۔ کیونکہ..... پیسے کو ہر ک سلام میں کرنا
 ہے۔ لیکن شرب کی ہے میں تمہارے اصل کا کافی ہی
 کام کے ہوں کے پہلی کا نہیں ہو سکتا اس کا
 ”میرے پاس اپنے اصل کا کافی ہی ہاں۔“
 میں نے جواب میں کہا۔ ”اپنی تھانی لیٹل کر میرے پاس
 ویزا آسان چھوڑ دیا کہ وہ کیا ہو۔“
 ”کوئی پران نہیں، میں یہاں کا کلنگ ہوں۔
 کا کف ذات خیک ہیں تو تم کو ہم کو کیا۔“ آگے کا کوٹھل تیار
 رکھو، اپنی مجھ پر چھوڑ دو، البتہ اسے پوری کا کف ذات میرے
 حواس کر دو۔“
 میں نے اپنے کا کف ذات اس کے حواس کر دیے۔ وہ
 اس سے تھانی زبان میں میں میں چنگ کے سپرد کرتے ہوئے
 اس سے چنگہ کھینچی۔ اس نے تھو یا نہ انداز میں اپنے سر کو
 جھینس دی۔
 ”ساتھ ہی میں نے کا سوا کوکھا اپنے اس حد سے کا بھی
 اٹھار کر یا تھا کہ شربا یا اس کے سامین کی طرف تھو دیا۔
 ملے کا خطرہ بھی سر جو ہے لہذا اس سلسلے میں وہ ضروری
 جاسوسی ڈائجسٹ # 166 فروری 2018ء

اقدامات کر کے دیکھے۔ اس کے جواب میں کاسپا کو نے بڑے خرد و ہرے انداز میں مجھ سے یہی کہا تھا کہ..... میں اس بار سے نہیں سے گھر دوں۔ وہ بھی بارہو کے میں ضرور بارہو کا کیا تھا کہ اس بار ایسا نہیں ہوگا، اس نے اپنے سچا کہیں کو ہر طرف اپنی اثرات کر رکھا ہے۔ دیکھو۔ ایک اور خدشے کے تحت میں نے کاسپا کو سے بھی کہہ دیا تھا کہ..... میرا اصل نام خاثر نہ ہونے پائے نہ ہی شائستہ، کیونکہ جو کتا بھی کسی نہ کسی حوالے سے..... وزیر بیجان تعلق رہا ہے۔ اگرچہ دونوں الگ الگ دھگے سے تعلق رکھتے ہیں مگر کسی امتیاز و ملامت پر.....

کاسپا کو نے اس کی بھی حاکمائی میں اس نے میرا نام جو بن تھا یہ کیا تھا اور مجھ نے اب بھی خاثر نام رکھا تھا۔ اس کی ہدایت اس نے ذہن چنگ کوئی کر دی تھی کہ وہ مجھ سے کہتا ہے "جون" کے نام سے ہی پکارا رہے۔

کاسپا بہت خوش چمک چمک کر قدم رکھتا تھا۔ آگے بڑھ کر میرے پیچھے تیار کھڑا تھا۔ وہ ڈالٹ تھا میرا ہی جان چکا تھا اور ایک ہیگزٹرم سے کسی حد تک متعجب تھا، تو آئندہ کے حالات پر ہی کھمبہ تھا۔ لیکن خوش اور کاسپا کو کے درمیان مجھے کے سلسلے میں جو سوا ہے وہاں وہ دونوں گروہوں کی کمزوری تھا۔ میں نہیں سمجھتا تھا کہ..... اب کسی قسم کی دعا خانی اور دھوکے بازی سے کام لیا جاسکتا ہے۔ اس صورت میں دونوں کو نقصان پہنچ سکتا تھا۔ بلکہ دیکھا تھا جو کتا بولتا رہا ہوتا تھا مجھے سے اس کا رویہ تھا کہ..... اس کی وہ فطرت میں بھی خاثری تھی جو اس نے نصف کی صورت کاسپا کو کو آدرا کر دی۔ لہذا اسے دونوں پارٹیوں کا مفاد اور میں تھا کہ پانی کا نصف سودا بھی خوشی و سولہ سے انجام پڑے ہوا ہے میرے لیے یہی ایک بڑی فلاحی چیز تھی۔

میں نے وہ وقت یاد کیا..... میں نے ایک چنگ کو کی کے کان میں بھونکا تھا کہ یہاں سے اسی طرف آؤ تاکہ کاسپا کو کے کان میں بھی پہنچ کر پائے۔ مجھے سنتے ہی کاسپا کو نے فوراً اپنے سر کو دائیں کی طرف پھرنے لگا۔

"میں اسے اپنے کمرے میں چلوں گا۔ مجھے پاکستان میں مقیم اپنے ساتھیوں سے ملنے کوں پر چمکا جائیں کرئی ہیں۔"

"ہاں....." شجک ہے تم جاؤ۔" اس نے کہا اور میں اٹھ کر اپنے کمرے میں آ گیا۔ یہاں جو بیٹوں لگا تھا اس میں ڈائریکٹ ڈائریکٹ کی بہت موجودگی۔ اب میں بارہو کو اپنے ساتھیوں سے باتیں کر سکتا تھا۔ سب سے

پہلے میں نے دیکھ کر دھوکے دل کے ساتھ پاکستان میں زہرہ بانو سے رابطہ کیا۔

"وہ میری آواز سنتے ہی بولی۔..... "شش....." شہزی کی تھ..... تم کو شجک تو ہوا اس؟..... گنگ..... کہاں سے بول رہے ہو؟"

"سب شجک ہے ہاں اور انشاء اللہ آگے بھی سب شجک ہی ہوگا۔" میں نے کہا۔ "تم بتاؤ وہاں سب شجک تو ہے ہاں، وہاں اور ہاں ایسے ہیں؟"

"وہ سب شجک ہیں، میں تم جہاد سے بارے میں بڑی سخت تشویش میں جھلا گیا اسے دن سے..... ابھی تمہاری آواز اور میری بات جان میں جان آئی ہے۔"

"اول تحریر کیا ہے؟"

"وہ تو تمہاری طرف سے پریشانی میں ڈالا ہوا جادو تھا۔"

"مکمل اور داد اور گھیلنے امریکا سے کوئی تازہ ترین خبریت کی اطلاع پر؟ کو کھول پوچھا میں نے پوچھا۔

"رومی میں اب باطل شجک ہیں، پر تمہارا وہ بھائی سے اختلاف کر رہے ہیں۔" زہرہ بانو نے جواب دیا۔

"وہ کدو انڈس کے پاس تمہارے آئے ہیں؟"

"انہوں نے اپنی جگہ بن کر بیٹھی ہے، وہ چندوں وہاں سکون سے رہے ہیں لیکن شہزی ایسا ہیادہ رہیں چلے گا۔ کیونکہ ہاں ٹیکرنگ اور ایکٹرم کے آپ ایکٹ.....

"بھوکے بھیر لڑائی کی طرف ان کے خون کی بوسہ کھینچ رہے ہیں۔ وہ کسی ایک کالک میں بیٹھے ہوئے ہیں۔"

"مجھے انہوں کی کسی حد تک خبریت کی اطلاع مل چکی تھی لیکن مکمل اور داد اور گھیلنے کے سلسلے میں یہ سن کر مجھے گہری تشویش میں ڈال دیا تھا۔ قیاس آئی اسے آدھ کالک ٹیکرنگ جو باطل بول رہی ہے اس کی سرکردگی میں ہر پردہ پر بی بی کی مفادات کے لیے کام کر رہا تھا، بلکہ یہ بی بی کی بیوی اور اس کی بی بی کی نور یافتہ بیوی تھی، جس کا مقصد یہ ایک قاضی بیوی اور دیگر امریکائی کے منصوبوں کو فروغ دینے کا اور باغیہ انداز میں اشتعال اور مسلمان میں اپنے قاضی نے غائب کر دینے کی جادو جادو جو بھی سیاست یا محفلت ان کے خلاف آواز اٹھائے، اسے ایک کڑی بی بی کی اور غصے میں ہوں سے اشتعال زدہ دل لائے رہتا تھا۔

میں بھی سمجھتا تھا کہ مجھے پہلے ہی روز سے معلوم میں ابھی انہوں کی خیال پریشان کیے جادو تھا کہ بیوی کو لاپی مادیہ کا پے کسی پانچ قاضی میں اشتعال کرنے کی کوشش

"ہاں....." شجک ہے تم جاؤ۔" اس نے کہا اور میں اٹھ کر اپنے کمرے میں آ گیا۔ یہاں جو بیٹوں لگا تھا اس میں ڈائریکٹ ڈائریکٹ کی بہت موجودگی۔ اب میں بارہو کو اپنے ساتھیوں سے باتیں کر سکتا تھا۔ سب سے

"ہاں....." شجک ہے تم جاؤ۔" اس نے کہا اور میں اٹھ کر اپنے کمرے میں آ گیا۔ یہاں جو بیٹوں لگا تھا اس میں ڈائریکٹ ڈائریکٹ کی بہت موجودگی۔ اب میں بارہو کو اپنے ساتھیوں سے باتیں کر سکتا تھا۔ سب سے

جاسوسی ڈائجسٹ 68 فروری 2018ء

کر سکتے ہیں۔

بہر حال..... میں نے زہرہ بانو کو قتل دیتے ہوئے کہا۔

"میں چند کلوں سے ایک شعل میں جھنک گیا تھا کہ اب اس سے قتل آئی ہوں۔ میں نہ ہوا بات کہیں کر سکتا۔ دعا کرتی رہتا..... اپنا اور سب کا خیال رکھنا۔"

"اول تحریر سے بات نہیں کر رہے؟"

"میں جلد سب سے اور پہلی بات کروں گا۔" کہنے ہوئے میں نے رابطہ شعل کر دیا۔

میں اس کے زہرہ بانو کے کھڑا فریش ہوا اور مجھے یہ بات دردم سے پہاڑ پر چمک پڑا۔

☆ ☆ ☆

میرے سامنے سامی کھڑی کی..... وہ بیٹا بہتر نظر آ رہی تھی۔ اس نے مناسب لباس پہن رکھا تھا۔ اس کے بال پلٹے سے گندھے ہوئے تھے اور اس میں نیلے پلے دیدہ زیب پہرہوں کا ایک چمکا چمکا ہوا تھا۔ اس کا چہرہ چمکا چمکا تھا۔ اس کے ہاتھوں میں وہی کھڑے تھے جو ان کے کپڑے تھے۔

"تم....." میرے منہ سے نکلا یہی لگا۔ "بیٹھو....."

کی؟

"نہیں، میں تم سے پوچھنے آئی تھی کہ تمہارا بیچا تم کب چھوڑ دے گا؟" اس نے کہا۔ "بیٹا اور آواز سرگئی۔

"سودی! میں کیا نہیں؟" میں نے سوالیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

"تم نہیں سب کب جادو ہو، ہمیشہ کے لیے۔" وہ بولی۔

"بہت جلد..... لیکن....." میں نے کہا۔ "میں نے پہلی بات ہے میرے یہاں ہوئے ہیں؟" میں نے اس کے لیے سب سے پہلے پوچھا۔ "تم نے تو مجھیں کوئی تعلق نہیں سے کرتے ہیں۔"

"تم نے مجھے جو تکلیف دینی کی وہ دوسرے بچے کو اب بھانجا کر رہ گئی ہے پانی۔"

"میں نے.....؟" میرے لیے یہی جرت تھی۔

"اسے انجانیت جو بیٹری!" وہ نے کہا۔

"آج جس ذات میرے خاثر پر میں کوئی ہوں میں نے اسی خمر کا زندگی کا بھی تصور نہیں کیا تھا اور یہ سب تمہاری جادو ہے۔"

"میں اس کی دہرہ کر رہی ہوں، میں ایسا بھڑی ہوتو یہ میرا سلسلہ ہے۔" میں نے اسی طرح جواب دیا۔

"اس روز تم میری بات لیتے تو شاید ایسا ہرگز نہ

ہوتا۔ لیکن میں نے شاید جیسے ایک شہرہ کے کرائی زندگی کی سب سے بڑی فلاحی کی جس کا غیادہ آج مجھے جھنکا پڑا۔

میرے تم خود کی کوشش سے اور اس لیے کاسپا کو کی کھنکھرتے تمہاری اپنی بھری ہے۔

"وہ میرا ذاتی معاملہ ہے۔" میں نے کہا۔ "میری بات تمہارا ضرور نہ مانتے اور تو اگر میں یہ کہوں کہ میرے بیٹے تم سے میرا مضبوط نہ اس کے ایک بھائی فلاحی کی تم نے اس زندگی سے خوش نہیں ہو سکتے۔" میں نے کہا۔ "میں یہ کہوں کہ یہاں کے فلاحی ہاں دالی زندگی میں نہیں۔"

"شش آپ....." وہ فٹے سے سرخ ہوئے بولی۔ "میں خود کسی بھی سمت نہ خود ہی بہت جلد کاسپا کو سے دوستی نہیں کی ہو چکی پڑ جائے گی۔" اس کے لیے میں دیکھتی تھی کہ کسوں کو مل سکتی۔ وہ میری خواہش کی اس بن رہی تھی۔ میں نے اس سے جان پڑانے والے اعزاز میں کہا۔

"تم نے اپنی بات کہہ دی ہے تو یہاں سے جاسکتی ہو۔" میں نے اسے دھکا دیا۔ اس کا چہرہ بڑبڑ گیا کہ پھر جاسکتا ہے کیا وہ اور اپنے دونوں ہاتھ چمکے پر کھ کھوٹ چمکے کے ردولی میں تیرا سارہ گیا۔ سامی کے اس اعزاز سے مجھے یہ کلا چاہی کہ کسوں ہوئے گی۔ ایک سے کے لیے مجھے اس پر ترسی آئی میں چند ہی تو ہی طرح بھانجا کا خمر ہاں اس کے چھو بولا۔

"سامی! اپنے حالات کی تم خود دار ہو۔ اب روٹ گیا۔"

اس نے روٹنا بند کر دیا۔ وہ بولے سکتے کی اور اپنے چہرے سے ہاتھوں کا خیال ہاں خمر کا شور نے کبھی بھرا

اعزاز بولی۔

"شش....." شہزی ا شاد یہ شجک ہی کہتے ہو، مجھے اس روز تمہاری بات مان لینی چاہیے کہ میں نے وہ سب تمہاری فلاحی کی خاطر ہی کیا تھا، اس میں میری ایک فلاحی شامل کی۔ مجھے ایک سے ضرور ارعصوم انسان لگے۔ میں نے اس کی کوشش کی کہ میں بڑی مصیبت میں کس جا رہا ہوں میں اس روز ڈانچا۔ مجھے سے کہا ہوں کو اپنی جان خطرے میں ڈال کر چلنا تھا۔" آؤ آخر سے اپنی کاسپا کو اس تھا۔ میں چند خمر اس کی جانب بڑھا رہا۔ پھر شعل آئیز اعزاز میں اپنا ایک ہاتھ اس کے کندھے پر رکھتے ہوئے غاصب آئیز سے بولا۔

جاسوسی ڈائجسٹ 69 فروری 2018ء

جاسوسی ڈائجسٹ 68 فروری 2018ء

”ساہی! اب جو ہوا سے بھول جاؤ۔ مگر بھاری کی اُپر ضرور رکھو اور خود کو یہاں سے لٹائے گی کوٹھلی کر دے۔“

”میری تو اب یہاں سے توڑی ہی چلی گئی ہے، وہ بھی مرے گئے۔ میں نے کسی بار خود ہی کا بھی سوچا لیکن شاید میں اتنی بہادر نہیں ہوں۔“ اس نے کہنے کو بولی۔

میں نے اس کی بات نہ مکر کہا۔

”دیکھو، یہ کام تمہیں بہت پہلے کر لینا چاہیے تھا۔ پہلے تم جوں تک سراب سم کیٹک اس دلدل میں بھیج دو، جلدیامرا اور دستا مشورہ بھی ہے۔ تمہیں کب۔۔۔ صبر اور حوصلے کے ساتھ دھتے وقت کا انتظار کرو، مجھے تمہیں سے ایک دن تم میرے افسسوں کی جانب واپس لوٹ جاؤ گی۔“

میری بات سے اس کی کوٹھلی ہوئی، مجھ تک نہیں ہوئی تاہم میں نے نہ چاہے ہوئے بھی چھوڑا۔

”موتو کھا ہے؟ کیا اس نے تمہاری طاقت ہوئی ہے؟“

”میں نے دیکھا وہ اس بات پر خود بخود چکی۔ اس کی آنکھوں کی شبامیں اور کڑی ہوئی۔ چہرے کی دھندلی جگہ ہوئی تو پھر اس کی بے بسی۔

”وہ کیا کسا کے خوف سے کہیں رو پڑی ہو چکا ہے لیکن مجھ سے اس نے رابطہ کیا تھا۔“ میں اس کی بات پر چڑھا۔

”ایسے وہ دھیکو تھے؟ اسے میرے ساتھ وہ بھی دیکھی ہوا تھا۔ کھانسی کا زہد اور تڑپیں۔“

”اس کی بات سے کئی ہوئی کہ وہ دوبارہ اپنی اور موتو اب بھی ایک دوسرے کو چاہتے تھے۔

”اب! وہ دیکھو بہتر ہے، اس کی بہن اب ایک تیرت یافتہ نرس ہے۔ مجھے موتو نے ساری بات بتا دی تھی۔ تم دونوں ایک ساتھ ٹھنڈے میں بیڑی ہو گئے تھے۔“

”اس نے بے وقوفی کی کمی۔“ میں نے کہا۔

”تمہیں روٹی مل رہی ہے؟“ ساہی کے لیے میں طنز پھینچا۔

پہلچہ وہ تھا کہ میں نے اس کا ہراساں کیا تھا اس کی فلفلی دور کرنا چاہی اور بولا۔

”اس سے تمہیں یہ بتانا یا کہ وہ مجھے یہاں سے ہٹا دے تو تمہاری خاطر میں دلا رہا تھا؟ لکھ دو ہائی کیا میں، وہ تو میرا سودا کر رہا تھا۔ مجھے ایک کدو سے بے کمال کر دوسرے کر دے۔ میں نے چھوڑ دیا تھا۔“ وہ تو مجھے ایک کدو سے کھانا میرے ساتھ کھائی کہ میں کھم رہا ہے اس لیے میں نے ہاتھ ضرور دیکھا تھا۔“

”مجھ کی کسی، جنہیں وہ نوکٹ نکلس کے دے نا۔“

سے کال تھا۔ بعد میں جب تم اس کی بہن فرما کے گھر میں تھے تو تم اس کا ساتھ دو۔“

”میں ابیاری کر رہا تھا مگر دونوں بہن مجھ کی بہنیت میں فوراً کھڑا تھا وہ مجھے دھوکے سے بھڑکایا کہ کرے گی کہ کڑا کھانا چاہتے تھے۔ کسی حد تک کامیاب کیے گئے مگر میں اپنی قوت سے ادا کیے کھل پوسے پر وہاں سے نکل بھاگنے کے کامیاب رہا۔“ کہتے ہوئے میں نے ایک پر غور نظر کیا ساہی کے چہرے پر دلدل اور بھوس نکلی کر سوا گیا۔

”تم اس کا ساتھ کھاتے تھے موتو سے بدلہ ہو چکی تھی۔ کیونکہ وہ کیا کہیں کر مل نکلتا رہا تھا۔ لیکن اب کتنا ہے تمہارا اس کی طرف سے دل صاف ہو گیا ہے، چلو ابھی بات ہے تم دونوں میرے سے ایک ہوئے گئے ہو۔“ میری بات پر اس کے چہرے پر ایک رنگ سا گر کر دیا۔ مجرود بھیجے ایک ایک لپٹ میرے لیے بولی۔

”پلیز امدادی دیکھو۔۔۔ تم دونوں تمہاری احسان ساری زندگی میں گراموں کر رہیں گی۔“

”بے فکر فراموش کرو، میں اس کی پرہیزگار نہیں کرتا، کیونکہ میں کھلی کر ہر بات میں ڈال۔۔۔ کے مصداق ہی کیا کرتا ہوں، انسان تو سنا ہے وہ کسی کھانسی کے آگے۔“

میں اس کی توقع ہی اور واحد ذات پاک سے دیکھتا ہوں یعنی اللہ۔۔۔ انسان تو احسان کما کے بھی قہمی پر آمز ہے۔

”میری بات پر ساہی کے چہرے پر ذرا عداوت اور دشمنی کے تاثرات ابھرے تھے۔ میں نے فوراً کہا۔

”میں وہاں نہیں بھلا گیا ہوں لیکن غیر۔۔۔ موتو گرام اس روز بدھیا تھا کھانے کے بجائے مجھ سے بے مشورہ کھاتو ہم دونوں لپ کر کوئی بہتر صورت نکال لیتے۔ لیکن نہ تم میری بات مان لیا تھی نہ ہی موتو نے۔ اب مجھے ہتہ بھلا میں تمہاری کیا دکر سکوں گا؟ میں خود کو کسا کو کڑے میں ہوں۔“

”کیا کو تو پر اندھا بھر دسا کر لے گا ہے۔ تم اس کے ساتھ تو نہیں ہو سکتا اس کے اہل ترین ساسی سے کسی کے کی چیزیں دیتے ہو اس کے لیے۔۔۔ میں اس سے میری عداوت کر دو رہا تھا۔“ وہ تو زائد کر دے اور موتو کی کسی جان بخشی دے۔“ ساہی بولی۔

میں نے اپنے قریب۔۔۔ بالکل قریب کھڑی ساہی کی طرف دیکھا۔ اس وقت وہ مجھے بالکل ایک مصوم بچی

کی طرح لگی جو کہہ رہی ہو کہ کڑا کھانا مجھے کھینے کو دے دنا وہ میں کھیل کر دابھی کر دوں گی۔ باہر چڑھا کسا کو ساتھ ساتھ ہی قریب کے باوجود وہ اس کی چٹخیری اسطرت سے اس کی تک آگاہ نہیں ہو سکی تھی کہ وہ اپنی ہوس کے ایک خوشوار بھیڑ سے بھلائی کی توقع سے کڑے نہیں کرے گی۔ اس طرح میں ہی سنا لی اور ہر بیت کے سوا کچھ نہیں۔ میں تو مجھے بھی کیا ساہی سے اپنے لیے اس لطف کی کوٹھلی بھی دیکھی کہ اس میں اس کا پناہ لی اور ہر بدھیا کدو کا رفرنا جھگڑا جانے کے بعد وہ میری اس لیے ایک خوش کردار۔

بہر کیف میں چھینکے انداز میں نے اختیار کر دیا۔

”کیا ہوشیرو؟“ اس نے پوچھا۔

”تم بالکل بچوں والے باتیں کر رہی ہو ساہی! پلاٹر میں نے بولے تھے کہ۔“ کیا ساہی سے کسی قسم کے ریم پائنگ کی توقع رکھنا کسی موت کے مترادف ہو۔ وہ ظہار آواز کرتے کے بجائے ظہار دگر گارے کا عادی ہے۔ میرا نہیں بلکہ اس کی وہی مشورہ ہے۔ بے وقوفت کی امید میں ہے برادرتی گزارتی رہا وہ اور موتو کو بھی یہی تھیں کہ۔“

میری بات سن کر اس کے امید میرے چہرے پر اس پر پڑی۔ مجرود بٹنی اور مجھے اس کے بولے سے سننے کی آواز نہ ملتی رہی۔ وہ دروازے سے اس کی پھٹی گئی۔

ساہی تو پہلی کی کر تھکے ایک ماسٹرمیں تھوٹیل آئیر پر بیٹھی تھی خود جتا کرتی۔ میں اب تک درست خطو پر اپنے آنکھوں کے غصوں کا پھول پر بڑی کامیابی کے ساتھ سرگرم تھا۔ میری اس راہ کی بات کے سمجھنے سے خود اس کا ساتھ بگڑے تھے۔ اب ایک آخری جا کھینے کا حق ہے مجھے ایک موقع تھا اور جا کھنے میں کسی کی صورت میں گونا گونا جاتا تھا اور اب تک اللہ کا ریم تھا کہ اب ایک جا کھنا نہیں ساہی سے اس تازہ طاقت اور بات چیت سے مجھے کدو کا اب اپنی سوچو جو روز کی سے تیار ہے۔ موتو سے اس کے خیرے طور پر رہا ہوا تھے۔ دونوں اندر ہی اندر جانے کا منصوبہ کرے ہوئے تھے۔ مجھے پورا یقین تھا کہ مجھ سے ملنے کا مشورہ موتو نے ہی ایسے ہوا گا۔

مجھے اب ریم تھا کہ میں دونوں میں دن وقت پر کوئی نہ دکھلا دوں۔ کوئی ایسی گڑبڑ نہ پیدا کر دے کہ میری اس راہ کی باتوں کو ایک بار پھر کھائی نہ کر دے۔ میں نے بھی کھانا کھا کر دیکھا تھا کہ میں کدو میں کیا کر سکتے تھے؟ کیا کسا کو کڑا توڑ لیں تو کھانا کھا کر ہم کتنے میں اس جڑ سے کسی کی سانس کا آسانی ظہار ہو جاتا۔ پھر میں جانے کیوں ساہی اور موتو سے

آوارہ کھرد

عزائم جان لینے کے بعد میں کھانے کا شور مچا رہا تھا۔ کدو سے موتو۔۔۔ جو پہلے بھی ایک بے وقوف کر تھا، دوسری بار بھی نہ چھینے اور اپنی محبوبہ ساہی کی سیدی پٹی نہ چڑھا دے۔

اجاب ایک خیال ہی بھی آیا کہ کیوں نا۔۔۔ میں کسا کو کڑاں دونوں کے عزائم سے آگاہ کر ڈالوں؟ یا کم از کم اتنا اشارہ کر دوں کہ اللہ کی کدو ساہی سے متاثر ہے۔ جس کی مثال اب اس کے کدو کی کڑی ناں سے کھین کر رہی تھی جو اس کی جھوٹوں اور قہقروں میں اس کے پھلو سے پکڑ رہی تھی۔ مجھے اپنے لیے خیال ہی ضرور شائد لگا۔ کہ میں ابیاری کو کڑا کسا کو ساہی کو کڑے کڑے کو لیا رہا تھا۔

میں نے ان خیالوں کو ذہن سے ہٹا کر اور دل و دلی میں بھی تمنا چاہی کہ ساہی کو کڑی ایسا دیا ہے تو ذرا قدم بڑی لگائے۔

جان رو دلف کو میں شیٹے میں اتار کھا۔ ہم جلد سے جلد یہاں سے کوچ کر جانا چاہتے تھے۔ میری عنایت پر ہی کسا کو نے جان رو دلف کو کسی ساتھ جانے کی اجازت دے دی تھی اس شرط پر کہ اگر اس نے پھر کوئی چالاکی یا بعد بدی دکھانے کی کوشش کی تو اسے بالورنگی بادی جائے۔

☆☆☆

بعد کے چند دن مجھ پر برب بھاری گز رہے۔ کسی بھی لمحے مجھ کو ہوانے کا آخال، اناجیانے اور سوسا آئیز خدا تھے کہ وہ نے کدو کا رہتا تھا مگر کھانا دیا اب مجھ نہ ہوا۔

میرے کاغذات بھی بن کر آگئے تھے۔ اب بقیہ منزل تک پہنچنا ناممکن نہیں رہا۔

وہ بیانی کہ ایک خوبصورت ہمراہی لٹکی خود کو راجح تھی۔ پورے لٹنے میں اس روز شاید ”لٹا دے“ تھا جو بڑے جوش و خروش سے خانا اجا رہا تھا۔ مجھے ابھی دبا تھا تھا تھا لٹنے کے لوگ مجھے اس کا بڑی ترناؤں اور ادائیگی دالوں کے ساتھ رخصت کرنے والے ہوئے۔ سننے میں بھی آیا تھا کدو راجح ہر کسی نے پھولوں کا بوکھٹ کھیں تو ایک عدد پھول ضرور ہاتھ میں تمام رکھا ہو۔ غرض کہ مجھ کو بڑا ہوا ایک نے اپنے ہاتھ میں ایک عدد پھول بجا رکھا تھا۔

مضموے کے مطابق ہماری سب سے پہلے روٹگی کو انگو کے جڑ سے کھج بھی جس کے مطابق میں سے ہر کو

تاریک اور گہرے بانیوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔
 ”کیا ہمارے لیے یہاں پہلے سے کوئی لاچ موجود
 تھی؟“ میں نے ذہن سے سوال کیا۔
 ”ہاں! اسی کے ذریعے میں...“ جریر سے تنک بچتنا
 تھا۔“

”تو پھر وہ میں اپنے ساتھ لے بنا کیوں چلے
 گئے؟“ ردو فل پولا۔ ذہن نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا
 اور ہرچیز سے دل پرک سے بات کرنے کا مجھ سے بولا۔
 ”سٹرٹوڈا اور سورجہ بگڑی ہوئی صورت حال کے
 پیش نظر لاچ کو تو گھر جڑ سے تک پھینکے گا ہم یا پکا تھا۔
 کیونکہ اس میں جھسلدا اور قاب دو اسے وہاں اتارنے
 کے بعد ہمیں لینے کے لیے یہاں پہنچنے والے ہیں۔“
 ”چھا! لیکن کیا ہمیں یہاں کوئی خطرہ تو نہیں ہے؟“
 میں نے کسی خیال کے تحت پر چھا۔
 ”خطرہ تو ہے۔“
 ”خطرہ کا؟“
 ”پہلیں کا۔۔۔۔۔۔“

”کیا مطلب؟“ پولیس کو ہمارے بارے میں علم
 ہے؟“ میں سے پوچھا۔
 ”خائن کی پولیس نے چاروں طرف سے
 باندھ کر رکھی تھی۔ رہائش گاہ کے چاروں طرف تقریباً
 چاس فلوٹر تنک۔۔۔۔۔۔“
 ”اوہ۔۔۔۔۔۔“ میرے ہونٹ خوشی آجیز انداز میں سکڑ
 گئے۔

”مجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ آفر پولیس کی اس قدر تیز
 اور چابک دار روٹی کرنے کی وجہ کیا تھی؟“ جان ردو فل
 نے پوچھا تو میں اپنے ہونٹ کاٹنے کا صاف حال تھا کہ
 وہ مجھ جھاننے کی کوشش کر رہا ہے۔ جب ہی میرے ساتھ
 کوئی سون نے مجھے ہولے سے اپنی کھانسی کا چھکا مارا وہ گیا
 اپنی پہلے ایلی بات کا دوا دوا چارہ ماری تھی۔ جس نے بالآخر
 مجھے کچھ بچھڑ کر ڈالا اور سون نے ذہن سے کھڑکی ہوئی ستات
 سے کہا۔

”سٹرٹوڈا! تم کو تم جیسوں میں تو قسمیں بتائی جا چکے کہ
 آفر صاف حال ہے؟“ تاہم کہ میں اپنی صوابی پر کوئی فیصلہ کر
 سکتی۔۔۔۔۔۔“
 آسمان صاف تھا اور اس کی تاروں بھری روشنی میں
 ساحل صاف دکھائی جھللا رہا تھا۔ ذہن نے کہا۔
 ”سٹرٹوڈا! اہار سے خلاف بھڑکی ہوئی ہے۔“

”بھڑکی؟ کبھی بھڑکی؟ اور کس نے کی ہے؟“ میں اس
 کی بات پر ایک دم چپک کر بولا۔ میرا دل اس انکشاف پر
 چلے کر صرکے لگا۔

”جی! جی! سچی سچی کی ضرورت ہے۔۔۔۔۔۔ بھڑکی
 مجھے کی چڑھی ہے۔“ حقیق کی ہے بھینک کے پولیس
 ڈپارٹمنٹ کو۔۔۔۔۔۔ اس میں کوئی بڑھ کے اس سونے کے کش
 قوت مجھے سے متعلق بھینک کے پولیس ڈپارٹمنٹ کو بتایا
 دیا کہ اسے وہاں ایک طرف اس کام کالی کی خدمت پر
 کے لیے سٹرک کے نزدیک میں فنیہ تیش کی جادی ہے اور
 دوسری جانب کا کپا کو کھی کر گرا لیا گیا ہے۔ کپا کی کل
 میں بھی اتنا گیا ہے کہ اس گرہن دو بری میں دو فنیہ تیش
 شامل ہیں۔ ایک انڈین ٹیڈا سولہا اور دوسرا امریکی جان
 ردو فل۔

اپنا نام سن کر میں دنگ رہ گیا۔ یہ تو گھر تھا کہ بھڑکی
 کرنے والا نہیں پاکستانی کے سہانے اطین سمجھا تھا۔
 ”نہیں! لیکن آؤنی بڑی خراج ڈنٹ کیسے ہوئی؟“
 میں نے کہا۔ تاہم میرے ذہن درسا میں سچی اور سوتو کے
 تاروں کی بار بار گردن ہونے لگی۔ سچی سے میری تازہ
 اور متضار بات میں مجھ پر ہمارا کردار دوپٹے موتو کے
 اس کی سچی بات کو کپا کو کھی کے بھڑانے کے لیے فنیہ
 رابطے استوار تھے اور ایک ہی وقت کا کسی سے موتو کو کھی جتا
 ہوا تھا کہ باز پید ہوئے کی صورت میں۔۔۔۔۔۔ سچی کی کئی
 کی کوئی صورت نہیں تھی۔

”اس کی سچی سچی نے سارا کھیل کپا ڈا ہے۔“ ذہن
 نے بتایا۔ وہ اس وقت سے جانے کہاں غائب ہے جب
 سے کپا کو کھی پولیس حراست میں پوچھ چمک کے لیے
 جا چکی ہے۔
 ”اس کو کبھی نت کی بلیاں پالنے کا جو شرط تھا۔ بجٹ
 نے اب یہ سب۔۔۔۔۔۔“ سون نے منہ پور کے کپا کو کھی دل
 کے پھوپھوں سے بھڑا۔ اس کی بات بگڑا ہمیں ملکی نڈ
 تھی۔

”اس کے سلیٹے میں تیز سے بات کرو۔ دو رنگ دار
 دوں گا۔“ ذہن بڑک کر بولا۔
 میں نے فوراً غلط فہمی کرتے ہوئے ذہن سے کہا۔
 ”اس طرح تو ہمارا حال بھی کھائی میں بن جائے؟“
 پولیس آؤڈو کے ان فنیہ کھلوات کا بھی رخ کر سکتی
 ہے۔ میرے ذہن اس لیے دو رنگ دار تھا۔
 ”کہا۔۔۔۔۔۔“ کبھی تو ہمارا خوش قسمتی تھی کہ وہ ہمسر

اب وہاں سے نکال کر یہ بھارت لاچ میں کھڑا کر دیا
 جزیرے کی طرف دو رنگ دار گیا ہے۔“
 ”اس صورت میں پولیس یہاں کبھی پہنچ سکتی ہے۔
 ہمارا یہاں زیادہ دیر کرنا نہیں ہوگا۔ پولیس اس کے
 نشانات کی رہنمائی میں کسی وقت یہاں تک نہیں۔۔۔۔۔۔“
 ابھی میں نے اتنا ہی کہا تھا کہ اچانک ذہن کا ایک ساتھی
 ہولے سے بچا۔

”دو رنگو، پولیس کی گاڑیاں آ رہی ہیں ذہن! انہیں
 سب کو نکالتا سب سمجھ گیا۔“ سب نے اس کے اس کے
 اشارے کی سمت ایک دیک کر دھن موڑ کر دیکھا، تین چار
 گاڑیوں کی سرخ اور نیلی روشنی ان حرکت کی نظر آئیں۔ ان
 کاروں کی جانب تھا۔

”اوہ۔۔۔۔۔۔“ پوچھ پولیس یہاں پہنچ گئی۔“ ذہن
 کے منہ سے نکلا۔ ”پوچھ پولیس یہاں آئیں بھون کر رکھ
 دو۔۔۔۔۔۔“
 ”یہ بے وقوفی میں سب کو کبھی پڑے کی مسٹر! انہیں
 میرے ہولے سے پہلے ہی ردو فل نے اس کے خبردار کیا۔
 “ان حالات میں پولیس سے مقابلہ خود کو مزید خطرے میں
 ڈالنے کے کاروف نہ ہوگا۔“

”تم خاموش رہو مسٹر!“ ذہن نے اسے چھوڑ کر تو میں
 نے بھی خاموشی ردو فل کی تائید میں اس سے کہا۔

”ردو فل! ٹھیک کہنا ہے مسٹر! ان حالات
 میں جبکہ اس پولیس کی تعقیب حراست میں ہے، پولیس
 سے ہمارا مقابلہ صرف خطرناک ہو گا۔ کپا کو کھی سے
 لپٹ ہو جائے گا۔ پولیس اس چوڑے سے نہ پک پکاتی کھی
 ہے جہاں بے رحمی لے گیا ہے۔“

”تو تمہارا کیا خیال ہے کہ ہم یوں ہاتھ پر ہاتھ
 دھرے بیٹھے خود کو پولیس کے حوالے کر دیں؟“ ذہن نے لگی
 سے کہا۔

”یہ میں نے کب کہا؟ تم کبھی قریب میں کمات لگا
 کر چپ تو تھے؟“ میں بولا۔

”اور اگر اس دور میں میں دولاچ میں لینے یہاں
 آج نہیں تو۔۔۔۔۔۔“ ذہن بولا۔

”میرا نہیں خیال کہ لاچ کی جلدی لوٹ آئے گی۔
 نئون دوٹی ہمسرا سے ان لوڈ کر آتا آسمان میں ہوگا۔
 انہیں روک دیا جائے گی وادھی میں۔“ جب کہ ہوسکا ہے
 ہمیں کوئی اور صورت نظر آ جائے۔“

”جلدی سے ایک فیصلہ کرو، گاڑیاں قریب آتی

جادی ہیں۔“ ڈنٹا سون سرانی آواز میں بولی۔
 ”فیصلہ ہو گیا۔“ جان ردو فل دو رنگ بولا۔ ”ساحل
 کے ساتھ ساتھ آگے بڑھتے چلو اور کوئی لاچ نظر آ جائے تو
 اس کو تھامیں۔“ کپا کو کھی کا چپا چپا سکا ہے۔
 ”ابھی ایک دیک کر آگے بڑھا دیا تو کپا کو کھی کا چپک
 خاموشی اور فنیہ تیش میں ایک پتا چھوڑا اور ہم دونوں میں
 اور گرد کا ہوا دھن میں جا گیا۔

”ذہن! میں گھر آؤ خود کو۔۔۔۔۔۔ انہیں سے مسئلہ فائزر
 ڈالا ہے۔ میں چٹا۔ میں سب میں بن کر گئے۔ تاہم
 آسمان پر چڑھنے کے بجائے رنگ بگڑی۔“ کپا کو کھی
 اس کے بعد دوبارہ تاری ہو چکی۔

”اسی طرح تیزی سے آگے بڑھتے چلے جاؤ۔
 جلدی۔“ میں نے کہا اور سب حرکت میں آ گئے۔ ابھی میں
 پر مسئلہ چند قدم ہی آگے بڑھے تھے کہ وہاں دو تین
 بنائے نکاح میں تھے۔ اب تو مجھے میں کئی تنک سارا بام کا
 جھلکی رہی تھی تو نظر آ گیا کہ، کپا کو کھی پولیس کی گاڑیوں کی
 جنگ میں نظر آئی۔ ہم بھی یہی طرح سے پہنچے ہیں کبھی
 پائے تھے کہ کیا کپا کو کھی برست پٹنے کی آواز تھی۔ میرا
 دل کیفیت اچھل کر قلعہ میں آنا آکا۔ پولیس سے آگلی جلدی
 اکٹھن کپا کو کھی کوئی نہ تھی۔

”خبردار! کوئی کوئی فائزر نکرے۔۔۔۔۔۔“ یہ
 جان ردو فل تھا۔ چارے دوتے میں خاما زبک دواغ اور
 بیدار طوطے ہوتے ہوا۔ اس کی بات سن کر کپا کو کھی پولیس
 کے چلائے ہوئے سون کی کوئی بات نہ کر سکتا تھا۔ کپا کو کھی
 ہے پولیس نے انھیں فائزر کیا تھا کہ ہم بولہ کار ان پر کوئی
 دلائے اور وہاں کی بکھر نہیں کر کے اور بچ جائے۔

”آگے بڑھتے رہو۔ رکو۔۔۔۔۔۔“ میں نے کہا۔ ہم
 اسی طرح آگے بڑھتے رہے۔ سون کے سچ چاروں افراد میں
 سے آگے تھے۔ لیکن تھا ذہن کے پاس کسی کو چھوڑ سونا
 بھڑکی ہوتا تھا میں میں ردو فل اور سون بیٹھے تھے۔

ذہن کو شاید پولیس کی چلائی کپا کو کھی اور
 وہیں لگا ہو گیا تھا۔

اچانک ایک اور برست فائزر کو گولیوں کی پوری
 بازہ ہم سے آگے چند قدموں کے فاصلے پر پڑی۔ جس پر
 ذہن کے ایک سچے ساتھی نے بولہ کلاٹ کا مظاہرہ کرتے
 ہوئے اس طرف اپنی کئی کار کے فائزر کپا کو کھی
 کبھی حرکت میں سب کے لیے قاتل ثابت ہوئی، لیکن کلاٹ
 ہی نے پولیس کی گاڑیوں کے سائرن بھانہ شرع کر دیا اور

”پوسٹیں ہمارے تعاقب میں آ رہی ہے، محلے کے لیے پناہ گاہ اور لاٹری کی رقم، بڑا معاملہ۔“
 سون اپنا سر مڑب مڑب گال ہر سال بے شمار آدمی ہواؤں کے تیزخورد میں جھٹکتے ہوئے پڑتا تھا۔ اس کے تیز سارینہ سے کوئی تان کر ہینک کے پاس پوزیشن ملے لی۔ دو ڈلف کے پاس بھی اختیار تھا اور میرے پاس بھی۔ ذہن کی تیز سرگرمیوں میں تھا۔ ذہن نے دور کی جانب دیکھنے کے بعد کہا۔
 ”جائزہ قریب آ گیا ہے۔ اہا کارخ اس طرف کرو۔“
 ”جی! جہاں کارخ لگا ہوا ہے۔“
 ان تینوں مذکورہ رخ آدھریں سے ایک پناہ گاہ پر تیزی سے وکیل تینوں کی طرف بڑھ گیا۔ ایک جیٹا تھا۔ وہ قاتل نہیں تھا اس لیے شاید ذہن نے اسے آخر ہی میں کہا تھا۔
 لاٹری کارخ بولنے لگا۔ بہر حال ایک پروچھوے دل کے ساتھ مڑب مڑب دھڑکتے ہوئے پوسٹیں اکیلی تدر جلد کیسے ایک بلیک رسائی ہوئی ہیں اسے ایک خیال کے تحت ان پرستی ہوئی روشنی کی رفتار کا اندازہ لگا یا تو ایک کوری سانس لے کر دھکیلا۔ اگر یہ پوسٹیں تو اپنے دو بلیک میں نہیں تھیں۔ ہماری طرح کوئی لاٹری کے تعاقب میں تھے ہوں گے کیونکہ ایک خطرہ تھا کہ وہ کوئٹہ کارڈ سے رابطہ کر کے انہیں ہمارے پیچھے کاٹ سکتے تھے۔
 اچانک مذکورہ مشینوں کی طرف سے نکلے سرخ پوسٹیں ہینک کرتے گئیں۔ اس کے ساتھ ہی گولیوں کی ترخا ہوا۔
 ”خبردار! کارخ مر گیا۔“ میں نے چلا کر اہلکاروں کو کراہت دی کہ لاٹری کی تیسری سانس کی گورے۔ اس نے ایسا ہی کیا۔
 ٹھوڑی دیر بعد لاٹری کی رفتار دھکی پڑنے لگی اور یہ ایک کچھڑوہ ساحل کے قریب لگا اڑا ہوا ہوئی۔ ہم لوگ سب جلدی جلدی چھٹا سانس کرتے رہے اور میں نے ذہن سے کہا، وہ اپنے تیز سارینہ سے ہمیں کولا جی میں سوار ہو کر دوسری طرف گلی جا میں تاکہ پوسٹیں جھک جائے۔ اس نے ایسا ہی کیا۔
 ہم لوگ تھک تھک دھکی پڑے آگے۔ جیٹہ اور اس کے ایک ساتھی کی بڑائی میں ہم تیزی سے آگے بڑھنے لگے۔ یہ پناہ گاہ بھائی نہیں تھا۔ اس کی زمین اونچی نیچی تھی اور جاچھا نیلے سے پتے ہوئے تھے۔ اس میں کھین کچھڑوہ کی جس پر ہم کی پائل کر رہے تھے۔

ایک جگہ میں روشنی نظر آئی تھی۔ ہم اسی طرف بڑے۔ آسمان ہمارے تاج پر ہو گئے تھے شاید پائل کمر سے رات جھک آئی ہو۔ اچانک پائلوں کی طرف کمر گھڑا ہوا۔ ہماری بجلی چمکی اور سولہ دھار پائش شروع ہوئی۔ موسم خراب ہو گیا تھا۔ ہم لوگ سرے بڑے ایک بیٹا نکلی جگہ پر آگے۔ سامنے ہی لاٹری دھڑکتا تھا۔ ہمیں جتا چلا کر یہاں کی گزشتہ آگ کی جگہ۔ وہاں ایک عمارت کھڑا تھا۔ یہاں سے پناہ گاہ کا ساحل نظر آ رہا تھا۔ ٹھوڑی ہی دور تھا۔ وہاں دو اہلکار ہمارے انتظار میں کھڑے تھے۔ ذہن نے ان سے چمکے ہوئے چمکے ہوئے کہا۔ اس کے بعد انہوں نے ہمیں سوار ہونے کا کہا۔
 ”دو ڈلف والا چاہتا تھا جس کے قصوں کو سن کر اسکو بھگت دیتا تھا۔ ریت اور برف کے علاوہ پانی پر بھی بارشانی پھیل سکتے تھے۔ ایک بار آسمانی بجلی چمکی تھی مجھے اس کی فواد ی باڈی پر ایک جیٹو جیٹو سرے کھم کا مخصوص ہوا۔ اچھا پناہ گاہ آ گیا۔“
 ہم اس میں سوار ہو گئے۔ اسی وقت گولیوں کی ہینک ترخا ہوا۔ ہماری سب بڑی طرح ہونے لگے۔ چلا کر ایک کمرے کے والے دو اہلکار جیٹوں کے ساتھ تھے۔ کنٹرول روم میں سٹپ پر اہلکار ہونے لگے۔ ہم جہاز کے دروازے پر بیٹھے تھے کہ ہمیں عقب سے لائننگ کی آواز سنائی دی گئی۔ جواب میں ہم نے بھی ان بیٹوں پر گولیاں داغ دیں۔ جہاز کی چوڑی میں سب جگہ تیزی سے حرکت کرنے لگا تھا۔ اس نے دیکھنا شروع کر دیا تھا کیونکہ ذہن کے دو ساتھی جہاز کو ماسکینا کر رہے تھے۔ جن کی رفتار جیٹوں سے زیادہ تھی۔ جب میں ان میں سے ایک کی گزرتی تھی جیٹوں کی سائی۔
 ”بیٹے! اگر تم مقابلہ کرو۔“ ذہن چیخا۔ مخاطب ہم تھے۔ میں نے انکار کیا۔
 ”اب ہمارا بیٹے اتنا خطرناک ہو گا۔ ادھر سے جہاز کی فائبرنگ ہمارے جہاز کو لٹائیں جائے۔“
 جہاز دیکھنا اور ہمیں جہاز کے داخلی دروازے کے دائیں بائیں پر پوزیشن لینے کے لیے تھمک کر رہے۔ ہمیں کسی کی تعداد یا وہ نہیں کسی گزرتی ہوئے میں سے کسی نہیں کی۔ ہمیں کسی سے بھی پڑھنے کی ضرورت نہ رہا تھی۔ جہاز دیکھنا ہوا پانی میں اباد ہو رہی تھی اس کے اچھی بیدار ہو گئے۔ اس نے پانی کی گڑبڑ شروع کر دی۔ تیز سرکنا شروع ہوا۔ وہاں کے جھکنا ہمارے چہرے اور ہم سب گئے۔ ذہن نے دروازہ بند کر دیا اور ہم سب

سینوں پر کر کے بڑی طرح اپنے گئے۔
 ”سہارک ہو در سوار! ہم قحطت کو گھر کے پلو سے پرواز کر گئے ہیں۔“ ذہن نے سہارک کو اپنے ہمیں خوش خبری سنائی تو روڈ ٹھک ہوا۔
 ”کیا تم خطرے کی حدود سے باہر ہو؟“ میرا مطلب نفاذی حدود سے ہے۔“
 ”نفاذی حدود میں جہاز میں کیا خطرہ ہو سکتا ہے؟“ وہ غور سے ہوا۔
 ”بھرتو جہاز میں صحن پر ہاتھ کر کے کوئی جاتا ہے۔“ روڈ ٹھک استہزا کیلئے گئے ہوا۔ ”ہم کوئی کار یا ریکٹر کیسی لے کر نہیں جھاکے ہیں کہ کسی بھی انگریزی میں گلی درویش ہو جائیں گے۔ یہ ہزاروں تیز روڈوں پر چلے آئے ہر وہ۔ اس پر ستر اڑا اس پر پیش ہیئت بڑھا کا بھرسہ لگا ہوا ہے۔“
 ”جہاز اس وقت نفاذوں کی پلہ میں ہے۔“
 ”موسم بھی خراب ہے۔ ہر جہاز سے ہمیں ہو سکتا ہے۔ ہم سرے کوئی رائے میں نہیں ہے۔ نہ ہی میں اپنے بائیں سرے کی کوتاہی پڑے گا۔“ ذہن ہوا۔
 ”تجربہ کیا پڑے تو کیا ہے۔ ہم اس وقت جیٹو جیٹوں ٹیم کے کارکن ہیں۔“ سون نے بھی ذہن کی حمایت میں کہا۔
 ”خبردار! ایک کنٹرولر سے پیش لینے بغیر ہمارا نفاذی کرنا خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔“ میں نے خدشہ ظاہر کیا۔
 ”پیش لینے جا چکی ہے۔ اس کی فطرت کرو۔“
 ”لوگ جہاز کے پچھلے حصے میں چلے جاؤ سب اہلکار ہمیں دوایاں میں تھکا کر۔“ جلدی۔ ”ذہن نے کہا۔ ہم اٹھ کر کھیلے جیسے آگے۔ وہاں کئی اور گاڑیوں میں لوگ بھی تھے۔ وہ ہم نے کہاں میں۔ اس کے بعد ذہن میں چند باتیں یاد آئیں۔
 ”ٹھوڑی دیر بعد ہم سینوں پر آ گئے۔“
 ”پرائیسیٹی ٹیز ایڈیٹر تھا پائلنگ کیمے کی ضرورت اور مودی کی مری ہو اور ہم اس کا صدمہ ہو۔“ کوئی یہ پارس آسمان دھواں دھار ہو رہا تھا۔ تیز خراشے اور پائش شروع ہوئی اور وہ کئی چمک جاتی تو درکنار ہرستا ہوا تھا۔ ہوا میں جیت ڈیک سنٹر چمک رہا تھا۔
 ”ذہن کے وہ آوی جہاز پائلٹ کر رہے تھے۔ ان میں ایک جیٹو تھا۔ وہ کوئٹہ کمر میں گھل پھرا ہوا تھے۔ پانی ٹاپ میں درویش کر رہے تھے۔“
 ”قاتل! مرنز ٹیک کنٹرول ہاؤس سے کال آ رہی ہے۔“

آوارہ گود
 جہز نے ذہن کے اہلکار پر بتایا۔ اس کے چہرے پر بیٹھوٹوں چڑھا ہوا تھا۔
 ”کال! سینیو کر دار اور کیکسی سیت تاکہ ہمارا تعلق ایک جیٹو جیٹوں سے ہے۔“ ذہن نے ہدایت دی۔
 ”بتا دو۔۔۔ لیکن وہ میں قاتل اڑ پڑتے ہو۔“
 ”کر کے کی جگہ سے ہدایت سے رہے ہیں۔“
 ”انہیں اجازت دے گا کہ بتا دو۔۔۔ اور کہہ دو کہ موسم کی خرابی کے باعث مکمل دوست رہیں گے۔“
 ”یہ کہا نہیں کر پناہ گاہ۔“
 ”یہ کہا نہیں کر پناہ گاہ۔“
 ”تجربہ کیا پڑے تو کیا ہے۔ ہم اس وقت جیٹو جیٹوں ٹیم کے کارکن ہیں۔“ سون نے بھی ذہن کی حمایت میں کہا۔
 ”خبردار! ایک کنٹرولر سے پیش لینے بغیر ہمارا نفاذی کرنا خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔“ میں نے خدشہ ظاہر کیا۔
 ”پیش لینے جا چکی ہے۔ اس کی فطرت کرو۔“
 ”لوگ جہاز کے پچھلے حصے میں چلے جاؤ سب اہلکار ہمیں دوایاں میں تھکا کر۔“ جلدی۔ ”ذہن نے کہا۔ ہم اٹھ کر کھیلے جیسے آگے۔ وہاں کئی اور گاڑیوں میں لوگ بھی تھے۔ وہ ہم نے کہاں میں۔ اس کے بعد ذہن میں چند باتیں یاد آئیں۔
 ”ٹھوڑی دیر بعد ہم سینوں پر آ گئے۔“
 ”پرائیسیٹی ٹیز ایڈیٹر تھا پائلنگ کیمے کی ضرورت اور مودی کی مری ہو اور ہم اس کا صدمہ ہو۔“ کوئی یہ پارس آسمان دھواں دھار ہو رہا تھا۔ تیز خراشے اور پائش شروع ہوئی اور وہ کئی چمک جاتی تو درکنار ہرستا ہوا تھا۔ ہوا میں جیت ڈیک سنٹر چمک رہا تھا۔
 ”ذہن کے وہ آوی جہاز پائلٹ کر رہے تھے۔ ان میں ایک جیٹو تھا۔ وہ کوئٹہ کمر میں گھل پھرا ہوا تھے۔ پانی ٹاپ میں درویش کر رہے تھے۔“
 ”قاتل! مرنز ٹیک کنٹرول ہاؤس سے کال آ رہی ہے۔“

ایک ہی سختی کے سوا ہر ایک۔ اس لیے میرے اچھے دوست کا انکار کرتے رہو اور ذہن سے اچھے کی ہرگز کوشش مت کرو۔“

”اگر کوئی نہ؟“ ”دو ذلف نے ہولے سے کہا۔
 سون اس کے ساتھ کچھ بھی۔ اس نے بھی سرگرمی میں ہری بات سن لی تھی لیکن وہ جواب میں دو ذلف کی طرح خاموش نہیں رہ سکا۔“

”دیکھیں کوہم سے اپنی باتیں شیئر کرنی چاہئیں۔ اگر باتیں میں تبدیلی کی کمی ہے تو اسے میں سے حضور کو تکریم کیا جاتا ہے۔“
 ”لیکن انجہاں کی بات صحیح ہے۔“ میں نے اس کی تائید کی۔ ”لیکن انجہاں میں سرخ کال کال کس سے بات کرتا ہوں۔“

مسز چارلی مجھے دوڑھا کر۔ ”تجارتی لینڈنگ ٹرکی یا فنانسی ہمارے خیال سے خلاف نہیں اسلاف ایکشن نہ لے والے، ایسی صورت میں خیال سے کی جاتی تھی۔“ جب میں نے زاردار پر اپنے اس خدشے کا اظہار کیا تو اس نے میری بات قطعیت میں اڑا دی اور بولا۔
 ”میں فنانسی حدود کے اجازت نامے کا فریکوئنسی کوڈ بتا چکی ہیں۔ ایسا کوئی ایکشن نہیں لیا جاسکتا۔ اس کی حدود سے نکلنے ہی جو خرابی رہی ہمارے دکر سے کی۔“ تاہم موجودہ حالات کے چلتی نظر پر دگرہام میں خودی تبدیلی کر دی گئی ہے۔“

”دیکھیں تبدیلی؟“ دو ذلف نے سوالیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔
 ”کیڈا اور ویت نام کی حدود عبور کرنے کے بعد ہمیں بھوکوں جڑا کر لیا گیا تھا۔ اسے کرنا پڑے گا۔“
 ”لیکن اس کے مطابق ادارا اسے ہر حال میں واضح ایکٹریس ہمارے لیے ہے۔“ دو ذلف نے آئی لینڈ میں دنا تھا۔“ میں نے اسے یاد دلایا۔“

”کہا تا کہ دگرہام میں تبدیلی کر دی گئی تھی۔“
 ”یہ تبدیلی اس کے حکم سے کی گئی ہے؟“ اس بار سون نے دریافت کیا۔
 ”ہاں۔“ میں نے اثبات میں ہلایا۔
 ”لیکن اس تو خود پولیس کی گرفت میں ہے۔“ میں نے کہا۔

”باس اپنا پلان چلی کر چکا تھا اور جیلا ہی پر عمل کر رہا ہے تاہم اس زاردار پر پولیس کی کڑی نظر نہیں رہ سکتا۔“

”دیکھیں آج ہماری کمانڈر کے حوالے ہو گئی؟“
 میں نے سوال کیا۔

”جوشوا بارٹی کو لاپاپان پتہ چلا گیا ہے۔ وہ اسے حوالے سے اپنی رہنمائی کرے گی۔“ ذہن نے جواب دیا۔ پھر بولا۔ ”اب مجھے ذرا چلنے سے بات کرنے دو۔“

”کیونکہ ہونے والی طرف حوجہ ہوا اور اس سے کوشش وغیرہ بات کرنے لگا۔“

میری طرح دو ذلف کے ذہن میں بھی ایسی بہت سے سوال گردش کر رہے تھے۔ جس کے بارے میں ہم دونوں دنگا تو کا تامل نہیں کر رہے تھے۔ ہمارا مسز چارلی تھا۔ اس کا رت دیت گیا اور ویت نام نے بھی سوتے جاتے جاتے تھا۔ کاہنی دیر بعد ذہن نے جوشی سرست سے کہا۔ ”میں دیت نام کو عبور کر کے ساؤتھ چا چا کسی کے اوپر سے لپکاؤں۔“

”ہاں ایک چیز ہے۔“ مسز چارلی نے دلائل ہو گئے ہیں اور ریکورڈ پر سے ایک چیز ہے۔“

”جوشو جوشو جوشو کی طرف سے؟“

”جوشو جوشو جوشو کی طرف سے؟“

”جوشو جوشو جوشو کی طرف سے؟“

”جوشو جوشو جوشو کی طرف سے؟“

”جوشو جوشو جوشو کی طرف سے؟“

”جوشو جوشو جوشو کی طرف سے؟“

”جوشو جوشو جوشو کی طرف سے؟“

”جوشو جوشو جوشو کی طرف سے؟“

قویدیں بھی کوئی حیثیت رکھتے ہیں اس سلسلے میں مسز چارلی۔“

”جوشو جوشو جوشو کی طرف سے؟“

”جوشو جوشو جوشو کی طرف سے؟“

”جوشو جوشو جوشو کی طرف سے؟“

”جوشو جوشو جوشو کی طرف سے؟“

”جوشو جوشو جوشو کی طرف سے؟“

”جوشو جوشو جوشو کی طرف سے؟“

”جوشو جوشو جوشو کی طرف سے؟“

”جوشو جوشو جوشو کی طرف سے؟“

”جوشو جوشو جوشو کی طرف سے؟“

”جوشو جوشو جوشو کی طرف سے؟“

”جوشو جوشو جوشو کی طرف سے؟“

”جوشو جوشو جوشو کی طرف سے؟“

”جوشو جوشو جوشو کی طرف سے؟“

”جوشو جوشو جوشو کی طرف سے؟“

”جوشو جوشو جوشو کی طرف سے؟“

”جوشو جوشو جوشو کی طرف سے؟“

”جوشو جوشو جوشو کی طرف سے؟“

”جوشو جوشو جوشو کی طرف سے؟“

”جوشو جوشو جوشو کی طرف سے؟“

”جوشو جوشو جوشو کی طرف سے؟“

”جوشو جوشو جوشو کی طرف سے؟“

”جوشو جوشو جوشو کی طرف سے؟“

”جوشو جوشو جوشو کی طرف سے؟“

”جوشو جوشو جوشو کی طرف سے؟“

”جوشو جوشو جوشو کی طرف سے؟“

”جوشو جوشو جوشو کی طرف سے؟“

”جوشو جوشو جوشو کی طرف سے؟“

”جوشو جوشو جوشو کی طرف سے؟“

”جوشو جوشو جوشو کی طرف سے؟“

”جوشو جوشو جوشو کی طرف سے؟“

”جوشو جوشو جوشو کی طرف سے؟“

”جوشو جوشو جوشو کی طرف سے؟“

”جوشو جوشو جوشو کی طرف سے؟“

”جوشو جوشو جوشو کی طرف سے؟“

”جوشو جوشو جوشو کی طرف سے؟“

لگیں جس میں خانی حکومت نے طاعتی حکومت سمیت اثر چلایا۔ وہ خواست کی بھی کہ قاتلی کی لغائی حدود سے ایک سینہ باندہ کر لیا۔ اہل عیارہ گزشتہ روز پندرہ گھنٹہ آت قاتلی لینڈ سے ساتھ ساتھ پانچا کی جنگل کے اوپر ہر داراز کرتا ہوا غلطیائی لغائی حدود میں داخل ہوا۔ ایک اور قانون جنرل جراتے ہوئے بتائے گی۔

اس عیارہ میں بینکاک کے ترجمہ جیمز سے چوری کیا گیا ہوا تھا۔ قیثت اور دار بدمسہ نے جایا کیا ہے۔ ایک امریکی دی وی جنگل کے ہمسفر خانی قاتلی حکومت کو اپنے "صاحب" سے آگاہ کرتے ہوئے کہہ رہا تھا کہ خانی حکومت کو بین الاقوامی مستزادارے "اینگلیزم" سے بھی اس مسئلے میں مدد ملنی چاہیے۔ یہی خدمت اس معاملے سے دیکھی جھکی نہیں ہے۔ دو ایسے چوری شدہ اوزار ت کو اس کے جائز دار جرم خاتم کلا نے میں بہترین مددگار ثابت ہوتا ہے۔ وغیرہ۔

"اور وہ خانی حکومت کا انچلر ہے۔ رابندر کرنا ہمارے لیے خطرے سے خالی نہیں۔" جوزف منکر نے جیسے بولا۔ اس کا سامی گیری کی تشویش زدہ دلورہ لگے۔ لیکن بروڈیٹ اور کیٹ کے بشور سے ایسی کوئی بات محسوس نہیں ہوئی گی۔ وہ بظاہر ناراض ہی نظر آ رہے تھے۔ البتہ، ذہین جوزف کی طرف دیکھ کر بولا۔

"انچلر نے خانی حکومت کا مدد کیا ہمارے لیے ایک بڑے خطرے کی علامت ہے۔" مگر جیسے ایک پاک سے بچ گیا آیا اور وہ جوزف کی طرف سے پچھلے سوال کے جواب انتظار کے بغیر میری طرف سے گزریہ بولا۔

"جون انچلر خاندن دست پانگل درست ثابت ہوا۔ کمال ہے کہ ہمیں اس کا کیسے اور اس کو کیا تھا؟"

ذہین کے اس پرے پرے کے بے وقت کا سوال پر میں اندر سے ہلکا کر رہ گیا۔ میرے خیال میں اسے بلا جہی بات، وہ دیکھی ان سب کے سامنے نہیں کرنی چاہیے گی۔ تاہم میں نے فوراً اسکا متے ہوئے جواب دیا۔

"یہ تو عام بات ہے۔ حالات جیسے نظر آ رہے تھے ان کی رو سے میں نے اعزاء دیکھا تھا جو اتفاق سے درست ثابت ہوا۔"

جوزف کے چہرے پر ہنر گہرے ہلکے کے سامنے لڑائی اٹھی۔ جبکہ بروڈیٹ اور کیٹ میری طرف بڑے غور اور کھلی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ "دروڈلف کا چہرہ دیکھ کر مجھ کو ساغر آ رہا تھا۔ میرے تجربے اس بات پر مبنی کہ ان

جاسوسی ڈائجسٹ ﴿184﴾ فروری 2018ء

چاروں نے دروڈلف کے بارے میں ذرا سی بھی شناسائی کا انچلر کا ہر ذریعہ نہیں سمجھا تھا۔

"اس میں تم کوئی شک نہیں۔" جیسے روانہ ہوئے۔ وقت بہت احتیاط سے کام لینا چاہیے تھا۔ جبریت ہے کہ ساکھ کا تاجی گزرا آ رہا ہے۔ اس کا کوئی بھی آدمی یوں بے سالی اس سے خطرے سے بھر پور نہیں کوسے اور خلاف کر سکتا ہے؟" بروڈیٹ نے کہا۔ اس کا لہجہ طنز ہی کے غار کا ہوا تھا۔ جوزف نے بھی اس کی بات کی تائید میں اپنے کڑواٹ میں پیش کر دی تھی۔

قہار وہ جگہ جگہ جاتا تھا کہ اس کا چکر دروڈلف نے بروڈیٹ سے کھڑے جواب سے ڈرا دیا۔

"میں تم کو ہر تھوڑے معاملات اس طرح بگڑنے دیتے ہیں۔ یہاں پہلے والا صوبہ ہے جو خیر اور شان دار حالت میں جوڑا کی بددلی کے سبب تاجیہ اس کی درجہ دار اور ساکھ کو کسی ایسے ہی باقی آدمی میں سے ایک نے خانی پوسٹ کو تمام کا کل کر کے بھیجے کی چوری سے متعلق آگاہ کر دیا ہے۔ یہ بات اس کے بندہ کی خدمت میں بھی اس معاملے کی خرابی کی اصل وجہ دیا ہے جو جس پہلے بیان کر چکا ہوں۔" سب قہار سے چرک کر اس کا چہرہ تھکے۔

اس کی بات پر اچھے سے دوستانہ داخل میں ہلنے کے بل کیسے کی جا سکتا تھا۔ دروڈلف اندر سے تلا ہوا تھا اور دل کے پھولے پھولے پھوڑے پھانڈو کا۔ مجھے اس کا یوں پوناٹا ایک لحاظ سے درست ہی لگا، جو کھینک قہار کے نئے کھانچے کا چہرہ تھا۔

"پوش آپ۔" چاکا ہی بروڈیٹ نے دروڈلف کو مجھے سے جھڑک دیا۔

"ہاس کی شان میں ایسا کیسے ہوئے تھیں شرم آتی چاہیے۔"

"میں نے ہاس جوڑا کی شان میں کوئی شک نہیں کیا۔" دروڈلف ہنر سے بولے سوئے اعزاء میں اس کی طرف دیکھ کر سنجیدگی سے بولا۔ "جو حقیقت ہے، وہ دیا بیان کر رہا ہوں میں۔"

"ایسا چھوڑا ایسا ہیبت کی خرابی کے بل بوتے پر ہوا تھا۔" بروڈیٹ بحث پر اتر آیا۔ دونوں ہی اگرچہ اینگلیزم کے خلاف تھے۔ مگر دونوں کی اینگلیزم میں ذہینیت مختلف تھی۔ دروڈلف کے نظروں سے انکسار کے مقابلے میں اس وقت کو سب پر ذہینیت حاصل تھی۔ دروڈلف لیکچر لکھتا تھا۔

قہار یوں تو اینگلیزم میں اس رنگ کی بھی کوئی معمولی شبیہ نہیں تھی کیونکہ اینگلیزم کی ساکھ کو مایا خاطر میں "مستزاد" بنائے ہوئے تھے۔ اس کی دروڈلف کی حد تک ایسی بھی لڑائی لڑتی اور خیر و خیر و خیر و خیر ہوتی تھی۔

"میرا سب درست کھلاڑی بروڈیٹ! وہ دروڈلف دشمنی لگے میں بولا۔ تو کیٹ نے دروڈلف میں مداخلت کرتے ہوئے کالی کا کردار ادا کیا۔

"مگر دونوں کی آپس کی بحث ہے تو ان دونوں سے۔ جس کی بھی خراب بات، وہ معاملہ باغ خوش اسلوبی سے ملے پانچا اس کے کی سوچ۔"

"ہماری یہاں سے اب جلد از جلد روٹھی کا بندوبست کر دیا جاتا ہے۔" ذہین نے بھی متعلق کی بحث میں پڑے بغیر کالیوں میں بولا۔

"لیکن اب ہمارا کم از کم جہاز کے ذریعے لائی کرنا خطرے سے خالی نہیں ہوگا۔ میں اس امر کا یاد دہانی کو آوری بھری بندہ کی خدمت میں ہوگا۔"

"بہتر ہوگا کہ جوڑا اور اسٹارک کو اصرار ہلایا جائے۔ سب اس وقت خطرے میں مگر ہیں۔" اور جہاز سے بھی نہیں چھپا کھینچا لیتا رہا چاہیے۔ "دروڈلف نے بھی مشورہ دیا۔"

ذہین نے اس کی بات کی تائید کے اعزاز میں ہی ان لوگوں سے کہا۔ "لیکن بہتر ہوگا کہ ہم یہاں آئیں میں سر جوڑی سے صلاح نہ کریں، ان دونوں کو اصرار ہی ہلایا جائے۔"

وہ باروں سوچتی ہوئی نظروں سے ایک دوسرے کا منہ دیکھتے تھے۔ بالآخر جوزف نے بروڈیٹ سے کہا۔

"میں تو اپنے ہاس مسز جوڑا سے بات کرنے کے ہوں، جیتنا یہ خبریں انہوں نے مجھ میں لی ہوں گی۔ تم کیا کہتے ہو بروڈیٹ؟"

اس کی بات پر بروڈیٹ نے کیٹ کی طرف دیکھا۔ میں ان دونوں کی اپنے اور دروڈلف کے مسئلے میں توجہ دینے سے آگاہ ہی تھا کہ اپنے دونوں میں ہم دونوں کے لیے کیا خطرے کا منصوبہ چھپائے ہوئے تھے۔ اس سب وہ مجھے کا شکار نظر آتے تھے۔ جب ہی کیٹ نے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ ہم اس اسٹارک سے بات کر لیں گے۔"

انہی نے ہاتھیں ہوتی رہی تھیں کہ چاکا کی جیسے کے معدوم داخل میں تھیں "مپ۔" مپ۔" کی آواز جاسوسی ڈائجسٹ ﴿185﴾ فروری 2018ء

آوارہ گشت

اوپری اور دروڈیٹ نے چمک کر اپنے ہاتھ کی شکل کر اپنے منہ کے قریب لاتے ہوئے کہا۔

"....." شاید ہاس نے خود ہی رابطہ کر لیا ہے۔" کہتے ہوئے اس نے اپنے داغ لڑا سکر پر چند مخصوص الفاظ ادا کیے اور دوسری جانب سے اپنے ہاس کاں اٹھائے ہاتھ کر رہا اور آخر میں یہی بولا کہ "میں ہاس ام بھی یہاں اس سے متعلق بات کر رہے تھے۔"

مگر اس طرح درست داغ اپنے منہ کے قریب کے ہوئے۔ میں نے جلد سے اٹھ اٹھا اور ہاتھ میں کر رہا تھیں کے دوسرے پردہ پر کیٹ کے کی طرف چلا گیا۔ میں ان انہوں سے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

دروڈلف کے چہرے پر مبنی کھواہن کے آگے زوردار ہوئے تھے۔ جبکہ کیٹ میری طرف پر غور دیکھنے کی۔ ہم دونوں کے سامنے کیٹ نے بھی بروڈیٹ کے اس طرح داغ لڑا سکر پر ہاتھ کر کے کہ اٹھ کر اپنے کو غالی اذیت نہیں پاتا تھا۔ جیسے ذہین نے تو پہلے ہی سے تھا کہ بروڈیٹ اسٹارک سے میرے اور دروڈلف کے مسئلے میں موجودہ حالات میں کوئی "ذہانت" یا "منصف" لینے کے لیے اس طرح اٹھ کر تھا کہ کجائی میں وہ اسٹارک سے اس قیمت کی لکھ کر گئے۔

میں نے جین ساہو گیا۔ ہم بظاہر بروڈیٹ کی اس حرکت کو نظر انداز کر کے آپس میں ہاتھ کر رہے تھے۔ خودی دیر مزید تو کیٹ نے بھی اپنی کجی چھپا دی اور دھوکا دیا کہ وہ اپنے ہاس کا سامی بروڈیٹ کی قہار تھا۔ ہلے کی میری کجی سے خطرے کا لالہ رہ جائے گی۔ مجھے اب ہمارے بارے میں ان ٹیٹوں نے کئے ان ساری منصوبہ بنایا تھا کہ اس کا مجھے پتا نہ تھا۔ تاہم کسی جو دالنے کو "خاندن" کا دھوکہ دے دیا تھا۔ بات یہاں جو ٹپکے ہوئے وہاں لکھنے میں بروڈیٹ نے اسٹارک سے بھی کی۔ اب یہی میں معلوم تھا کہ وہ داغوں کا ساور کر کویت کا ہوا۔

"میں ذرا لکھ کر دیکھ رہی ہوں، پلیز!" میں نے ان لوگوں سے مددرت چاہی اور چاکا کیٹ روڈلف سے کہا۔ "دروڈلف ذرا میرے ساتھ آؤ۔" وہ میرا تیراں سامی میری طرف دیکھتے ہوئے اپنے جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا میں جب تک تجھے کے لگا کے دالے دروازے سے باہر آ گیا۔

میں اندر جیسے سے آٹھوں دم قدم چلا ہوا دروڈلف جاسوسی ڈائجسٹ ﴿184﴾ فروری 2018ء

بہر طور... میں نے اسے حوصلہ دیتے ہوئے کہا۔
 ”خبرے کے ذہن سے نکل جائیں۔ اس کے بعد میں
 چکڑا ہوں۔“
 ”ہاں... ہاں۔“ چمک ہے۔ ”اس نے پہ مشکل
 کرا ہے ہوئے جواب دیا۔

میں نے ٹانگ کو ایک مناسب رفتار سے زیادہ نہیں دوڑا
 پار تھا۔ اس کا پٹنل لڑ لڑا کرتا تھا۔ جس کی گتھے اسے
 چلانے میں قدرے ہلکا بہت ہو رہی تھی۔ میں نے گردن
 موڑ کر اپنے عقب میں بھی دیکھا تھا سرست کوئی ہمارے
 قلاب میں نہ تھا۔

میں نے ہانک دو تین کوٹھک بڑھانے کے بعد
 اطمینان کیا اور پھر ایک نیم جھنگلا ملائے میں آ کر دیران
 جگہ پر ہانک دوک دی۔ کہنے کا مکمل میرے پاس تھا۔
 میں نے ہانک دو دتے ہی ڈیڑھی روڈ تک سنبھال کے
 نیچے اتار دیا اور اس کے پہلو کے کنارے چھانک کر
 اس کے درخت کا جازہ لینے کو لگی۔ وہاں اسی کے پہلو سے
 ”چھاڑ“ ہو کے کھال کو چرنی کی ہول نکل گئی مگر جھٹکا
 اور دلی مصافحہ کوئی گہرا درخت نہیں آیا تھا۔ میں نے فوراً اس
 کی طرف کا چھاڑ کر اس پر پٹائی بنا کر باغیچہ کی ایک
 جڑ یا ٹخن بند ہو گئے۔ اسے سر دی لگا شروع ہو گئی تھی۔
 شاید چونکے کے باعث ایسا ہو کر زور سے ہوا تھا۔ میں
 نے اپنی جگہ تھکا تھکا کر بیٹھا۔

”یہ سب کیوں ہو گیا؟ درست کیا۔“ چمکا اندازہ ہے
 جیسوں؟“ روڈلف نے پچھا۔ میں نے اور کدو تقریریں
 دوڑائے ہوئے کہا۔

”بیمہ! خیال ہے کسی بات پر ڈین و فیرہ کی ان سے
 آٹن ہو گئی ہوگی۔“
 ”سیان میں تو بائی تی۔“ وہ زخمی ہونے کے باوجود
 تلخی میں مگر اہستہ سے ہلا۔ ”سوجھو حالات میں ڈین اور
 ہادی اہستہ اہستہ ان کی نظر میں آئے ہو گئے۔“
 برو جیب آخری کال اینڈ کرنے نیچے کے اندر
 گیا تھا جس میں اس وقت بھی جھٹکا تھا کہ اسے اٹار دیا
 جو کالی طرف سے کوئی تپا ہدایت کی ہوگی۔

”ہوم۔“ جھٹکا کہتے ہوئے۔ ”میں نے پروجہ انداز
 میں تائید کیا۔“ لی وی پر پٹنے والی خبر میں اور تقریر کے
 ہمارے پیچھے گئے تھے یہی پہلی غلط ساز ہو گیا۔ وہاں پر
 بوجھ نہ ہوں گے۔

”بیمہ! خیال تھا کہ۔“

نے مجھے کی چوری کا راز فاشی ہونے کے باوجود اس ویل
 جاری رکھتے ہوئے نہیں داند کر دیا۔“ روڈلف ہلا۔
 ”کیسا کہ با کا کالی اور میں آئی ہے۔ وہ اس
 سوسے کو کسی صورت میں بھی ضائع نہیں جانے دیا جاتا
 گا۔“ میں نے خیال چن کر کیا۔ ”تھالی پر پیس کے اتھوں
 بھر برادر کر لیے جانے کا بھی اسے خوف ہو گا اور اس نے
 میں فوراً ہانک دو کر کے میری سمیت کوچ کر جانے کا حکم
 دیا۔ زیادہ کم از کم یہی ڈیڑھی تو اپنے انجام تک جانے۔“
 ”ویل تو اب کی اور وہ مجھے بھی مگر اس کے کسی بھی
 لگے پر بار دیتے ہیں۔ یعنی ڈین اور چھوڑ دیا۔“

”چھوڑ گئے۔“ چمک ہے۔ ”کوئی حکم تو اور تم پر تھا مجھے اور
 کاسا کو بھی ساتھ چھوڑی۔“ میں نے لکڑا کر کدو حیرت
 سے میری طرف دیکھنے کا ہمراہی کیے میں مستر ہو۔
 ”کیا مطلب؟ کیا تم کو کاسا کو سے پیچھا چھڑا
 چاہتے تھے؟“

”یقیناً! میں کی اس کا زرخیر آئی تھی تھا۔ خیر! اس
 اب کیا کیا جاوے؟“

”ای وقت ہی اسکو زچلو۔ ہم اپنی پوئل پر پس کو
 انظار کر دیں گے۔“ اس نے کہا۔ ”دور سے بھی سمجھ
 لوگوں کے لیے کمرہ طوطا ہات ہو جائے گا۔“ ایک کمرہ کاسا کی
 حکام کی طرف سے ہی سپورٹ حاصل ہے۔ وہ ان کا
 راستہ خود ہی صاف کر دیں گے۔“

”کہہ کر ڈالو نہ تھا۔“ ایکٹرم کے عطف ہونے
 کے بعد روڈلف کے دل میں بھی ان کے لیے نرت پر دوان
 پڑنے لگے تھے۔

”شہزی! آجی! اہر! یہ تم نے مجھے ان دونوں سے
 بچا ہوا۔۔۔“ وہ ہر اظہار یاد کرتے ہوئے ہلوات میں نے
 دوستانہ انداز میں مسکراتے کہا۔

”دوست بھی کہتے ہو اور ہر بھی ادا کرتے ہو، یہ
 پرافرض تو ہوتا ہے کسی توڑی ہونے کے باوجود ایک
 عقبت سے ڈھکھڑا ہوا تھا، رڈتہ میں اس کو زور ملی
 گئی کہ لٹاؤ جن کا ہوتا۔“ میری بات پر وہ سر جھٹک کر
 مسکرایا۔ ”خبر تھا کہ اسے کوئی کالی ڈیم نہیں چھٹا تھا۔ مجھے
 سر دی خبریں ہو گئی تھیں۔“
 ”نکل چلو۔۔۔ اسے پہلے کہ وہ لوگ بھاری کتوں
 کی طرح ہادی خون کی پوسٹھوے ہوئے ہونے کو نظر آ گئے۔“
 روڈلف ہلا۔

میں نے اسے سہارا دیا اور ہانک پر بٹھانے کا تو

بہتر طرح چمک گیا۔ ہانک کے پہلے سے بہت سارے
 آٹن کی دھیر پھری تھی۔
 ”اور۔۔۔ یہی آٹن کیے لیک ہو گا؟“ میرے من
 سے بے اختیار روشنی زدہ انداز میں برآمد ہو کر دوسرے
 ہی لمحے مجھے یاد آ گیا کہ۔۔۔ ہو کر نے وقت کیلے نے
 جب اسے شاردہ ہل سے مجھ پر چلی چلی تھی تو میں نے
 کوئی سے بچنے کے لیے ہانک کا استعمال کیا یا قاضی
 کے باعث اس کا اگلا حصار پر کو تھا ہادی کو میرے
 بجائے اس کے پٹنے جسے میں کھن کی تھی۔ اس کوئی نے کس
 لیک کر دیا تھا۔

تاہم پھر میں نے ہانک کو اٹارنے کی کئی
 کوشش چاہی مگر وہ اسٹار نہ ہوگی۔ یہی شکر تھا کہ وہ
 یہاں تک آئی تھی۔

”اس کا آٹن بہر کا ہے۔“ میں وقت ضائع کیے بغیر
 پہلے آٹن کا نام لگا۔“ روڈلف ہلا۔

میں نے اسے سہارا دیا اور چل پڑے۔ ہم دونوں
 پہلے ہی آگے بڑھ رہے تھے۔ سرست میں اب بھی مڑنا کی
 کوئی راستہ بھائی نہیں دے رہا تھا۔ اس جزیرہ کی سارو
 ملائے کا کون سا راستہ ایسا قاضی پر کارن رہے ہوئے
 ہمیں اسکو زچ ہی تک پہنچنے میں آسانی ہوئی۔ اس سے ہم
 پاگل ہی واقف تھے۔ روڈلف کی حالت، ایک خراب
 پاگل سے بہر حال میں امدادی خبر دوتی اور درخت خراب
 ہو چکے ہوئے میں سکا تھا۔ مجھے تو اس کے بازو اور درخت خراب
 قدم بھی ملنے کوئے نہیں ہو رہے تھے۔ کیونکہ بیڑی خون
 سے بھر گئی ہو گئی تھی۔

میرے ہر امر کا دالے جس میں جان روڈلف کا ساتھ
 میرے لیے انتہائی اہم ثابت ہو سکتا تھا۔ مجھے اور اب کو تھا
 کہ وہ ایکٹرم ہی نہیں بلکہ لودش اور ہادی کے معاملے سے
 جانچ کر ایک اور باکل ہولار سمیت تھے۔ بی۔ جی (جیش)
 بڑا کئی تھی کہ ہمارے میں بھی بہت بھگ جان کی رہتا
 ہوگا۔ ابھی مجھے اس سے متعلقہ معاملات کے بارے میں
 صراحت سے گفتگو کرنے کا موقع بھی کہاں ملتا تھا۔

”اوس۔۔۔ ڈراؤک جاقوس۔“ شہزی! امیرا ڈور درو کر
 ہے۔“ ایکاب روڈلف نے پٹنے کی اور میں اسے
 سنبھالے ہوئے کر گیا۔ ہم دونوں ایک لمحے درخت سے
 کٹاں پر چھٹے ہوئے۔ کوئی اور موقع ہوتا تو ہم اس جزیرے کی
 خوب صورتی اور کھارہ کر کے لطف اندوز ضرور ہوتے
 ہادی بکھر میں یہ جزیرہ ایک ہی سے کھل میں نظر

آہوار کھد

آ تھا۔ میں درمیان سے ابھرا ہوا جس کے کنارے دھلائی
 تھیں۔ ان پر ہر گھوٹاں کا میدان پھیلا ہوا تھا۔ سرسبز
 میدان اور گتھے درخت، خوش رنگ پھولوں بھری قد آدم
 چھاپاں، کھن کی سڑکوں اور کھن دھلائی ان کے
 دامن میں کھن کھن سفید اور نیلے رنگ کے چرنی مکات
 بڑے پھولوں سے تھکتے۔ ایک جگہ پر گولف کا میدان
 بھی نظر آیا۔ آبادی کے آج بھی نظر آ رہے تھے مگر بہت کم۔
 آسان پر ہلڈر میں بادل چھانے ہوئے تھے اور
 ان کا رنگ سرخی ہونے کا قاضی کا واضح مطلب تھا ایک
 حب میں دو بار بارش ہونے والی تھی۔ ایسا ہوا تو ہم دونوں
 ہی سر دی میں اسکو طوطا بنا دیا۔ جانی کے میری کوشش تھی کہ
 جلد از جلد کس کو طوطا بنا دیا۔ جانی کے میری کوشش تھی کہ
 بہت جلد امدادی خبر آگئی تھی۔

مجھے ادا دیکھ جانے جانے اور ایک اونچی زمین پر
 چھوڑا سا کھن آٹن آٹن تھا۔ یہ چوڑا مکان قاضی پر سفید اور
 بنارنگ تھا۔ اس کے آگے چھوڑا سا کھن اور کھن کا جنگل نظر
 آ تھا۔ جیش ادا بے سے طور پر منتقل تھا۔

”روڈلف! میرے دوست۔۔۔ ذرا رات بچو، وہ
 مکان دیکھو رہے ہو، وہاں شاید مجھ جھٹکا ہوا ہے۔“
 ”چلو! قسمت آ رہا ہی میں کس طرح ہے۔“ وہ زندہ
 دلی سے مسکرایا مگر ہادی تو خود کراہ کے بھی رہ گیا۔ میں
 نے اسے سنبھالا اور باور میں آ کر چل پڑے۔ ابھی مگر دیکھ
 مکان سے جس جاکھ کو کے قاطع پر سے پہنچنے کے
 ایکاب بالوں نے کرنا شروع کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی
 سولار دھار بادش شروع ہو گئی۔ پانی کے اس قدر سولے
 ہونے تھرے کہ گئے کہ سر اور چہرے پر پھٹنے لگے
 تھے۔ پھر سولے گئے گئے پڑے ہوئے۔

”ایکس! بادش میں تو میرا درخت مل جائے گا شہزی!“
 روڈلف کہا۔

”فرق نہ کرو۔۔۔ مکان چھوڑ دوں گے قاطع پر
 ہے۔“ میں نے اسے تسلی دی۔
 شراٹے دار بادش ہو رہی تھی۔ میں نے روڈلف کو
 سنبھالے ہوئے چھوڑ دیں کی دھار کر دی۔ یہاں تک
 کے مکان کے چوٹی چھوٹا ادا ہلے کے قریب جا پہنچے۔
 کھن کا چھوڑا سا جھٹکا ہوا تھا۔ اسے دیکھ کر مجھے جیش اندر
 دالی ہونے لگے۔ کیا ایک ایک کس ہو سکتا ہمارے آگے
 ایک۔ ہم تک گئے۔ بادش میں اس کے جسم کے کھٹے بال
 ہو چکے تھے چمک کے تھے چھوڑا ہوا بار پنے ہونے کے بعد دے

کون کون رہتا ہے؟ اور دو لوگ کہاں گئے ہوں گے؟
 میں نے دیکھا کہ میرے اس سوال پر ملی کی
 غصہ بھری آنکھوں میں ایک بار بھر جھلک کے سامنے
 لہراہٹے تھے۔ مگر پھر فوراً ہی ختم ہو گئے۔ وہ دور سے
 اصرار سے جواب دیا۔

”میری سارا اور میرے گرینڈا رہتے ہیں میرے
 ساتھ۔“ وہ گاڑی میں اسکوٹرائی سے ہونے لگا۔ سودا
 وغیرہ لانے کے لیے۔ اب بارش کی وجہ سے شاید انہیں
 لوٹنے میں بکھیر رہا ہو۔
 ”اور تمہارے بیٹے کی؟“ اس بار دو زلف نے سوال
 کیا۔ جنہی پر خاموشی اور ہنسی۔ میں نے کچھ کہنے کو ہونے
 رو دو زلف کے سوال کو طعنے لگنے اور دلی سے بولا۔
 ”اوس کے بیٹے کی! ایشی گڈ ہے۔ بتاؤ تمہارے گھر میں
 فون موجود ہے؟“

”ہاں۔ دوسرے کمرے میں رکھا ہے مگر وہ دونوں
 سے ڈر پڑے۔“ اس نے جواب دیا۔
 ”اوس کے سوچتے ہیں بی! ایشی تمہارے لیے دوپ
 کا نیا ٹائوڈ بچہ بڑھ رہا۔“
 ”اوس کے بی! سوٹ اور دو زلف ایڈ جان اگل۔“!

وہ بھی مسکرا دیا اور بچن کی طرف بلی کی۔
 ”بیٹی! چھاری اور اگلی بھی ہے۔۔۔۔۔ اگھر۔۔۔۔۔ مجھے
 ڈر ہے کہ کہیں یہ لوگ ہمارا دوست کی طرح سے دکھار دیو
 جائیں۔۔۔۔۔“ دو زلف نے اس کے جانے کے بعد ہونے
 سے بالآخر خاندان سے الگ اگھار دیا تھا جو میرے ذہن میں بھی
 سربلبار رہا تھا۔

”کیا میں بھی سوچ رہا تھا دو زلف!“ میں نے
 پُرخیاں کھینچ کر کہا۔
 ”میرا خیال ہے۔“ وہ گالی کو چھوڑا۔۔۔۔۔ ہم نکل چلتے ہیں
 یہاں سے۔“ دو زلف نے اس کو دیکھ کر خیال کے چٹکی نظر
 سنجیدگی سے بولا۔ ”مگر میں بھی ہوتی ہوں۔ کیا بہت ہے۔
 انگریز والے اپنے معاملات کے لیے بہت سے روم اور بے
 حس ہوتے ہیں۔ یہاں آں پچھتو تو ہماری وجہ سے اسے
 چھوڑنے سے ضرورت مگر کھڑا بنانا اڑائیں گے۔“

جان رو دو زلف۔۔۔۔۔ کا تعلق چونکہ لیڈ اسکول سے تھا
 اسی لیے وہ ان سے۔۔۔۔۔ انھیں کس وجہ سے اور کچھ سے کھرا رہا
 تھا۔ کیونکہ وہ تربیت یافتہ اور بچھوتے، خود رو دو زلف دیا نہ
 تھا اور یہ حالت کا تو ادا پورہ پورہ بددعا ہوگا۔ وہ بھی کسی
 دو خاندان پر بھی تھا۔ لیکن۔۔۔۔۔ میری بات اور بھی۔۔۔۔۔ میں ان

میں اپنی بددعتی نے کھڑا کر رکھی اور اس۔۔۔۔۔ ہا ہا۔۔۔۔۔
 ہا ہا جھوٹ کر دین پر گر پڑا۔
 ”سوری!“ میں نے نہیں ڈرا دیا۔۔۔۔۔ میں نے
 معذرت خواہانہ انداز میں اس سے کہا اور چند قدم اس کی
 طرف آیا اور مسکراتے ہوئے بددعتی اس کی طرف بڑھا
 دیا۔۔۔۔۔ تب سے اس نے فوراً ہی جھپٹ لی مگر میں نے جھک کر ہا ہا
 اٹھایا اور پھٹا۔

مگر میں سے وہاں آ کر میں نے دو زلف کے دھمکی
 پٹی کرنا شروع کر دی۔ ”ڈی باؤ کی جینڈا جی اچھو! میں کر کے
 اس کی پیٹاں میں بڑھ کر دی۔“ کچھ چن کر دیکھی مگر قریب
 فریج تھا۔۔۔۔۔ میں نے پلٹ کر دیکھا۔۔۔۔۔ پیچھے کھڑی کی۔ اب
 اس کے ہاتھ میں بددعتی بھی تھی۔ وہ میری طرف دوڑ کر
 مسکرائی۔ جواب میں، میں بھی مسکرا دیا۔ اس معصومی
 خوبصورت کھیل کا ذرا سا نابل پکھٹا تھا میں پچھتا تھا۔

”بیٹی! ہانی کا ایک گلاس لیا جائے؟“
 ”فیئر۔“ وہ یوٹی اور پانی کا گلاس بھر لائی۔
 دو زلف کو میں نے دو اچھو! میں کی گالیاں دیں۔ کچھ واقعی
 ہانپ کر کھپول دیکھنے کو ہونے تھے۔ وہ بھی میں نے اسے
 گلے کے لیے سے دے دیے۔

”دوست! تم تو ہرے ہرے ڈاکٹر ہو۔“ دو زلف کو۔
 کچھ سکون ملا تو وہ اس کر بولا۔ میں نے جواب میں جس
 مسکرائے پر اکتفا کیا تھا۔ اب میں کہا کہ یہاں سے یہاں
 میری کار کو ڈرائیونگ کا حصہ تھا۔ اگلی تو اس نے مجھے بائزر
 سرجری کے نہیں دیکھا تھا۔ پھر اس پر چیروں کے سے پہاڑ
 ٹوٹ پڑے۔۔۔۔۔ میں کوئی وہ کر تیکر اور روایت کی طرح
 انگریز کم کے اساتذہ دنگ کا تربیت یافتہ انگریز ہوتا تو شاید
 یہ اعلان نہ پچھتا ہوتا۔

”میں آپ دونوں کے لیے کچھ کمانے بیٹے کے لیے
 لاتی ہوں!“ دو زلف نے اس سے کہا اور پاس سے جان کی طرف
 پشیمانی کے تو میں نے اسے پکارا۔
 ”بیٹی! ہے بی!“ وہ مرگئی اور میری جانب گھولی۔

اس کا سن نہ کیا۔ میں نے اسے ایک چھوٹی سی اور گولی سی
 (مگر نہ سمجھتا تھا) سے ایک چھوٹی سی اور گولی سی
 پیادری پٹی بھی ہو اور تمہارے اگلے ہیں۔ اسی لیے برا
 مت نہ مان، میں نہیں ہے بی! یہ نہیں گے۔“ اتنا کہہ کر میں
 نے فوراً توڑ کر دیا۔ اب اس کی آنکھوں میں کچھ دھمکی کی
 جھلک نظر آئی تھی۔
 ”آرام سے بیٹھ جاؤ اور میں نے بتاؤ کہ یہاں کون

میرے سراپا پر ڈالی اس کے بعد اس نے کتے سے کچھ کھا دیا
 فوراً پلٹ گیا کیڑی نے۔ میں اندر گئے کا اشارہ کر دیا اور خود
 پلٹ گئی۔

میں اس کے پیچھے چل پڑے۔ جب دو زلف سے
 اندر داخل ہونے کو مجھے اس کی سیٹھ لاس پیٹنے کی وجہ
 سمجھ آئی۔ مگر سٹیزل جینڈا قلم نگار تھا میرے ہی جسم
 میں دیکھ کر پاپا کون تھا مگر جب اس کے بعد جالی وار
 شٹر ہٹا تو میں نے دیکھا۔۔۔۔۔ ایک چھوٹے قد کی لڑکی برآمد
 ہوئی مگر مشکل چوڑے ہندو سال ہوئی۔ اس نے شائستہ
 ٹیکس اور بلاؤڈ میں رکھا تھا۔

”جیت جی! تمہاری کس سے دستہ موم میں ہے یا ہے
 لباس میں بھی۔ اس کے بال سرخی ہاں تھے اور چہرہ گول
 تھا۔ بال ہوائے کتے تھے۔ وہ خاموشی نظر آ رہی تھی مگر
 اس کا انداز تھا۔ وہ پچھلے تو دروازے پر ہی کھڑی تھیں
 جالی وار شٹر سے دیکھ کر۔“
 ”نکڑ۔! بہت پیارا نام ہے۔۔۔۔۔“ دو زلف نے
 تکلف سے یاد پڑھ کر کہا۔ ”پاکل۔۔۔۔۔ تمہاری
 طرح۔۔۔۔۔“
 ”جی! فرسٹ ایڈ باکس تو ہو گا مگر میں۔۔۔۔۔“
 ”پاکل۔۔۔۔۔“

”جی! فرسٹ ایڈ باکس تو ہو گا مگر میں۔۔۔۔۔“
 ”پاکل۔۔۔۔۔“
 ”جی! فرسٹ ایڈ باکس تو ہو گا مگر میں۔۔۔۔۔“
 ”پاکل۔۔۔۔۔“
 ”جی! فرسٹ ایڈ باکس تو ہو گا مگر میں۔۔۔۔۔“
 ”پاکل۔۔۔۔۔“

”جی! فرسٹ ایڈ باکس تو ہو گا مگر میں۔۔۔۔۔“
 ”پاکل۔۔۔۔۔“
 ”جی! فرسٹ ایڈ باکس تو ہو گا مگر میں۔۔۔۔۔“
 ”پاکل۔۔۔۔۔“
 ”جی! فرسٹ ایڈ باکس تو ہو گا مگر میں۔۔۔۔۔“
 ”پاکل۔۔۔۔۔“

”جی! فرسٹ ایڈ باکس تو ہو گا مگر میں۔۔۔۔۔“
 ”پاکل۔۔۔۔۔“
 ”جی! فرسٹ ایڈ باکس تو ہو گا مگر میں۔۔۔۔۔“
 ”پاکل۔۔۔۔۔“
 ”جی! فرسٹ ایڈ باکس تو ہو گا مگر میں۔۔۔۔۔“
 ”پاکل۔۔۔۔۔“

کر کہاڑی نے کی کوشش کر رہا تھا۔ بال اس قدر تھے کہ وہ اس کی
 پیشانی اور کونوں تک کو چاٹنے کی کوشش ہو رہے تھے۔
 ”جی! فرسٹ ایڈ باکس تو ہو گا مگر میں۔۔۔۔۔“

”جی! فرسٹ ایڈ باکس تو ہو گا مگر میں۔۔۔۔۔“
 ”پاکل۔۔۔۔۔“
 ”جی! فرسٹ ایڈ باکس تو ہو گا مگر میں۔۔۔۔۔“
 ”پاکل۔۔۔۔۔“
 ”جی! فرسٹ ایڈ باکس تو ہو گا مگر میں۔۔۔۔۔“
 ”پاکل۔۔۔۔۔“

”جی! فرسٹ ایڈ باکس تو ہو گا مگر میں۔۔۔۔۔“
 ”پاکل۔۔۔۔۔“
 ”جی! فرسٹ ایڈ باکس تو ہو گا مگر میں۔۔۔۔۔“
 ”پاکل۔۔۔۔۔“
 ”جی! فرسٹ ایڈ باکس تو ہو گا مگر میں۔۔۔۔۔“
 ”پاکل۔۔۔۔۔“

”جی! فرسٹ ایڈ باکس تو ہو گا مگر میں۔۔۔۔۔“
 ”پاکل۔۔۔۔۔“
 ”جی! فرسٹ ایڈ باکس تو ہو گا مگر میں۔۔۔۔۔“
 ”پاکل۔۔۔۔۔“
 ”جی! فرسٹ ایڈ باکس تو ہو گا مگر میں۔۔۔۔۔“
 ”پاکل۔۔۔۔۔“

”جی! فرسٹ ایڈ باکس تو ہو گا مگر میں۔۔۔۔۔“
 ”پاکل۔۔۔۔۔“
 ”جی! فرسٹ ایڈ باکس تو ہو گا مگر میں۔۔۔۔۔“
 ”پاکل۔۔۔۔۔“
 ”جی! فرسٹ ایڈ باکس تو ہو گا مگر میں۔۔۔۔۔“
 ”پاکل۔۔۔۔۔“

”جی! فرسٹ ایڈ باکس تو ہو گا مگر میں۔۔۔۔۔“
 ”پاکل۔۔۔۔۔“
 ”جی! فرسٹ ایڈ باکس تو ہو گا مگر میں۔۔۔۔۔“
 ”پاکل۔۔۔۔۔“
 ”جی! فرسٹ ایڈ باکس تو ہو گا مگر میں۔۔۔۔۔“
 ”پاکل۔۔۔۔۔“

جاسوسی ڈائجسٹ ۱۹۳ فروری ۲۰۱۸ء

گریہ شناس

نور دہلی

ہیارو محب... انصیت ہونے کے باوجود لوگوں کے ساتھ مل جل کر دنیا کا تکلیف دہ ہوتا ہے... وہ سب ایک ذرا سے کام کر رہے ہیں... مگر اچانک ہی گریہوں نے حقیقی رنگ اٹھایا۔ وہ ناشروع کر دیا...



اپنے مالک کی رنجش میں کایا کرنا

جو رے کلف نے ترکیب ہال کے انٹیک دوم میں میز پر بیٹھ کر ایک ڈسٹر میں اور ڈرائی کا سٹیک کھانے کے لیے کھانا لیا۔ وارڈ روم اور کھانے کا انتظام کرنے والی ملازمہ بلیم، آکس کی کالے کپڑے میں داخل ہوئے ہوئے ہوئی۔ "میں نے وہ معاملہ کر لیا ہے جس کے بارے میں گفتی بنا تھا..."

جاسوسی ڈائجسٹ (195) فروری 2018ء

"سب لوگ ادھر ہی رک جاؤ۔ کوئی دروازے پر آنے کی کوشش نہ کرے۔" میں نے سرسراہٹ آواز میں کہا اور کینٹ سے پھینکا ہوا اشارت پھل کال میں سب کو یک دم ساٹھ سوگھ گیا۔ میرے ہاتھ میں پھل دیکھتے ہی عورت کے منہ سے دہلائی کچا خارج ہوئی تھی۔ سوچ غصے کے چٹیرے پھل... دروازے کا چھروست کدہ کیا تھا۔

میں ہر صحت دروازے کی طرف بڑھا اور مشکل چٹ والے دروازے کے اوپر ٹرم میں کھینچنے سے پردہ درا سر کا کہ باہر چھٹا تو حشیہ و حد لایا ہوا تھا جس نے آگے سے اس کی کٹھڑی کوئی مگر کچن میں گریں دے دی اور میری بنا کر چھٹا کٹھڑی طرح چوک گیا۔ باہر کا منظر میری سوچ کے بالکل برخلاف تھا۔ تاہم میرے چہرے پر خوشی کے آثار خرد و خوراد ہو گئے تھے۔

باہر پھینک کر ایک گاڑی کوئی تھی اور تین افراد کار سے اترے آئے۔ اپنے مخصوص بیو بی نظام میں وہ پولیس میں ہی گئے تھے مگر صرف دو، تیسرا اور کوئی عاشارہ سر قیاد اس کے ہال پر بڑے ہوئے تھے اور شیک کی بھی سبکی حالت تھی۔ پولیس کے گروہ اور اس ایک سروردار عورت تھی۔ میں بھی یہی پلانکس کے گرائے کھانا بجا ہوا وہی منسلک عورت تھی۔ اس کے منہ سے کچا خارج ہوئی تھی۔

"سوری سیم! میں کچھ اور سمجھا تھا۔ اچھا ہوا پولیس آگئی۔ دروازہ کھول کر انہیں اندر بلاؤ۔" میں نے برہمنی کانوں سے میری طرف دیکھا اور دروازہ کھول دیا۔

میں اس کے مقب میں کھڑا رہا۔ "کدہ ایک آئینہ...! آہت آپت ایسے وقت پر آئے لیکن... میں اس شخص کا اندیشہ آئے دوں گی۔"

وہ تینوں دروازے پر آکر رک گئے تھے۔ میں نے دیکھا ہوا تھا کہ وہ جہان عورت ہمارا ہال پر بڑے ہوئے ہالوں والے شخص کی طرف اپنی انگلی سے نفرت انگیزی سے اشارہ کر رہی تھی۔ گریڈ پانچ دروازے پر آگیا تھا اور اس کے ساتھ لٹی تھی۔

"پاپا...! لٹی خوشی سے چلتی ہوئی دروازے سے باہر دوڑ گئی اور اس لیے ہالوں والے شخص سے جا کر لپٹ گئی، اس آواز نے کئی بڑی عورت سے اسے خود سے لپٹا لیا تھا۔ بارہا یہ دیکھ کر آگ بکولا ہوئی اور "کم ان کی..." کہتی ہوئی باہر کھینچ چلی کیڑے سے فیسے سے اس شخص سے

ہونی رشتوں کی خود فریبی اور پرائیویسی جاننے والیہ انہوں کی ہیہ فرض محبت میں پھونسن اور پائے والیہ نوجوان کی سستی خیز سرگزشت کیے مزید واقعات آئندہ ماہ

جاسوسی ڈائجسٹ (194) فروری 2018ء

موم چھین کا انتظام کر سکتی ہو؟“
”ہاں، میں دوسرے موم چھین کے رکائی تھی۔ وہ سچے کے
پیکے دیکھ کر ہوتی ہیں۔“

ہورڈ اسے لٹری کی روشنی دکھاتا ہوا سچے تک لے کر
آیا وہاں ایک میز پر دو کرسیوں پر بیٹھ کر موم چھین کے
”کیا تمہیں پھرے گاؤں کی کھلی چلی گئی ہے؟“ جو نے
پوچھا۔

”میں جا کر دوں گی۔“
وہ سچے کے ہوتے دیکھ کر ہی ہمارے اس سوچا
کہ مجھے پتہ تھا کہ میں جا کر ملڈز کو دیکھتا ہوں لیکن وہ اپنی
گولوں کا اندر سے میں چھوڑ کر نہیں جاتا تھا۔ کئی کئی بار
آٹھ پر کئی اور موم چھین میز کے وسط تک رکھ دی۔ پانچ سٹ
بعد ہورڈ واپس آیا۔ ”کتنے کے پھرے گاؤں میں کھلی
نہیں ہے۔ اب میں تیسری بار کرانتھا کر آؤں گا۔“
جو بولی۔ ”میں ملڈز کو لینے چاہتی ہوں۔ وہ ابھی
میں ملے موم چھین آئی آؤں گی۔“

دو دھیمے سے کھل کر کھڑے کی آواز آئی۔ ہورڈ قہقہہ
لگاتے ہوئے بولا۔ ”خیاطہ سے جا۔ میں کوئی اندر سے
میں کھات لگاتے نہ بیٹھا۔“
”فاشٹی ہو جاؤ۔ ہورڈ۔“ چارلوٹ نے کہا۔
”کیوں ہماری کئی مہمان کو ڈرا رہے ہو؟“ اس کا اشارہ
سارہ کی طرف تھا۔

”مہمت ہو کھرے چارلوٹ۔“ سارہ نے کہا۔ ”میں
مہمان نہیں ہوں۔“
”اس کا انحصار اس بات پر ہے کہ تم یہاں رہنے کا
فیصلہ کرلو۔“

”میرا ایک اور ارادہ ہے۔ مجھے پھرے چکر پھرے۔“
جو نے ان دونوں کی فوج جھونک پر کئی کوچہ میں دی
اور موم چھین سنبھال کر خاتے کی میز پر اتارنے لگی۔ ایک
بار پھر کھلی ہوئی۔ ”میں کھانا طوطا کے زور پر کھا رہے ہیں جس کی وجہ
سے کھل آئے ہیں کئی کھانے کھاتے تھے۔ اس نے اسٹورم
کا زور دھول کر ڈاڑھ لگا دی۔“

”یہ بت کہنا کہ تمہیں موم چھین جانے کے لیے آج
نہیں لیں۔“
جب کوئی جواب نہیں آیا تو اس نے اونچی آواز میں
کہا۔ ”ملڈز تم کہاں ہو؟“
وہ اندر سے ماسے ماسے ہوتی ہوئی آگے بڑھ کر
ہمکھو اس نے دیکھا۔ وہ قہقہے میں تھا۔ ملڈز پشٹ کے

انے احتیاط کی تو ہم بہت جلدی میرا جانے۔“
”جو ایک۔“ ابھی ترس ہے۔ وہ جانتی ہے کہ اسے کیا
کرنا ہے۔“ ہورڈ نے کہا۔

وہ پوچھ رہا تھا کہ میں روٹو تھا اور اس ڈرا سے میں
مشہور مصنف سرست باہم کا کردار ادا کر رہا تھا۔ لیکن
دو مرتبہ کی طلاق یافتہ عورت اور چارلوٹ اس کی سوشل
سکریٹی تھی۔ میں۔ جو نے موم چھین کیا کہ وہ دونوں اس
ہنگامے کے دوران فاشٹی بھیج رہی ہیں۔

دو دھیمے سے آئی آؤں گی۔ ”میں ملڈز کو لینے چاہتی ہوں۔ وہ ابھی
میں ملے موم چھین آئی آؤں گی۔“
دو دھیمے سے کھل کر کھڑے کی آواز آئی۔ ہورڈ قہقہہ
لگاتے ہوئے بولا۔ ”خیاطہ سے جا۔ میں کوئی اندر سے
میں کھات لگاتے نہ بیٹھا۔“

”فاشٹی ہو جاؤ۔ ہورڈ۔“ چارلوٹ نے کہا۔
”کیوں ہماری کئی مہمان کو ڈرا رہے ہو؟“ اس کا اشارہ
سارہ کی طرف تھا۔

”مہمت ہو کھرے چارلوٹ۔“ سارہ نے کہا۔ ”میں
مہمان نہیں ہوں۔“
”اس کا انحصار اس بات پر ہے کہ تم یہاں رہنے کا
فیصلہ کرلو۔“

”میرا ایک اور ارادہ ہے۔ مجھے پھرے چکر پھرے۔“
جو نے ان دونوں کی فوج جھونک پر کئی کوچہ میں دی
اور موم چھین سنبھال کر خاتے کی میز پر اتارنے لگی۔ ایک
بار پھر کھلی ہوئی۔ ”میں کھانا طوطا کے زور پر کھا رہے ہیں جس کی وجہ
سے کھل آئے ہیں کئی کھانے کھاتے تھے۔ اس نے اسٹورم
کا زور دھول کر ڈاڑھ لگا دی۔“

”یہ بت کہنا کہ تمہیں موم چھین جانے کے لیے آج
نہیں لیں۔“
جب کوئی جواب نہیں آیا تو اس نے اونچی آواز میں
کہا۔ ”ملڈز تم کہاں ہو؟“
وہ اندر سے ماسے ماسے ہوتی ہوئی آگے بڑھ کر
ہمکھو اس نے دیکھا۔ وہ قہقہے میں تھا۔ ملڈز پشٹ کے

کر سہے۔ انہی اور اس کے گھر کے اٹھارے کرنے کی کوشش
کرنے لگی۔ اس سے پہلے کہ جو نے خبردار کر دی وہ اپنا پیغام
ڈی کر بھیجی گئی۔ اس نے اس کے گھر پر اور فرسٹ ایڈ میو
پہنچا لیکن جو اس نے پتے پہنچنے پہنچنے کے پیچھے رکھا تھا۔
میں کھانا کھا کر ملڈز لے کر سیریل کے دور دراز کے نکل
گھاس میں پانی استعمال کرنے کا فیصلہ کیا۔ قاتلہ اور
سنگ پورسنگو (سنگ پورس کی شکل) کے متبادل کے طور
فالتے کا چٹن اور مین استعمال کرتے تو انہیں اگلے روز کے
کے لیے سفیر پر پوچھ کر تیار کر دیتا۔

میں ان دنوں کو بھی نہیں اور ہاتھ۔ موم کر ما؟
گرم ترین دن ہونے کے باوجود پھر طوفان نے پھر سے
علاقے کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ بارش اور اس کے
اداکار باہر سے ایک دوسرے کو کچھ رہے تھے۔ جہاں کہ
پریشانی کو کھینچا۔ وہ اس ڈرا سے بہت زیادہ انحصار
کر رہا تھا۔ اسے امید تھی کہ کل ان خودی اور اکادوں کی
کار کردہ کی اس امید کو کھینچا اور چونکہ اس کے گھر کے
دو کیٹی ٹیمز شروع کرنے میں اس کی مدد کر رہی۔

وہ آج پہلے کھل کر اپنے پانچوں اکادوں کو لپیٹ
دے رہا تھا۔ کئی طرح انہیں سالوں کی ادائیگی کے ساتھ
ساتھ اپنے تاثرات کا اظہار کر رہا ہے۔ اس نے اپنی کوچہ میں
پر گزرنے کی سارہ کے ارد گرد ملڈز لا رہا تھا۔ اسی وقت جو
سارہ کے پاس آئی جو تین گھنٹے کی ڈی آئی گویا ہوائے ہوتے
تھی۔

”پہلے میں تمہاری آئی پر پتہ پاؤں۔ ہورڈ ہم پر فز
حالیہ کرکٹس کے۔“ اس نے کہا۔

سارہ نے اپنا ہاتھ آئی پر بڑھا دیا۔ بارش کے لپیٹ
کے دوران اس کی دھیمے کی ٹھنڈی سارہ پر کسی ہوئی۔ سارہ
کی حالی میں شادی ہوئی تھی۔ اس کا شوہر جوش پہلے فوج
میں امر تھا۔ بعد میں اس نے ملکات کا پیشہ اختیار کر لیا۔
اسی وقت میں وہ بلیو میں کسی متحدہ کی کارروائی میں
معمول تھا۔ لیکن اس نے سارہ سے دوہرا کیا کہ وہ ڈرا
دیکھنے ضرور آئے گا۔

جو نے اسے کہنے کے بعد کہا۔ ”اب یہ دم جلدی
ٹھیک کر لیں۔“

”پانکل۔“ بارش نے کہا۔ ”اسی ہاتھ میں اسے شادی
کی تقریب میں لے کر جو وہ ڈرا سے دوسرے کے کرداروں کو
دکھائے گی۔“
”میں شام تک اس کی پٹی کھل جائے گی اور اگر اس

”کون سا؟“ جو نے پوچھا۔
”میں نے اپنے پردے کے بارے میں بتایا تھا کہ
جب سے اس کی بیوی کی ہے وہ اپنے سچی گھن میں گھوم رہا
کر رہا تھا ہے۔ اب ملڈز ہوا کہ وہ وہاں ایک جھرمک کا تیار
ہے تاکہ جب اس کی بیوی ایلو لوسو روٹی کو دیکھ کر وہاں
آئے تو حیران رہ جائے۔“

سارہ شری اس کرسی پر آ کر بیٹھ کر جو دم لائن اس کے
لیے پکڑے ہوئے تھا۔ ”اوہ میری کھا میٹھ سے اس کی
خوابش کی۔“
”ہوتی کی؟“ چارلوٹ نے دیکھ کے سارہ اور دم کو
دیکھتے ہوئے پوچھا۔
سارہ کے گالی سرخ ہو گئے، وہ جھپٹتے ہوئے بولی۔
”جو دم کی گالی ہم ملڈز میں رہتے تھے۔“
”کوئی بات نہیں۔“ ملڈز نے کہا۔ ”اب تم اپنے
شوہر سے کہیں ہو کہ وہ اپنے گھن میں اپنا ایک جھرمک کا
دے۔ مجھے یقین ہے کہ تمہاری ماں اسے دیکھ کر خوش ہو
جائے گی۔“

”ہاں۔“ چارلوٹ بولی۔ ”تم تیار سے کہو کی تو وہ
اکادہ نہیں کرے گا۔“
وہ دم نے شخص کی اعزاز میں چارلوٹ کو دیکھا۔ وہ
ڈرا سے اس سارہ کے شوہر کا کردار ادا کر رہا تھا۔
دو بولیں اور بولی۔ ”مجھے بتاتے جھونک کر رہی ہے۔“
سارہ نے کہا۔ ”میں کھانا پانے کا کھر۔ ملڈز۔“

”شروع کر دو یوں۔“ ملڈز ڈیوٹی۔ ”ہورڈ۔“ کیا تم
آؤں گی؟“

”پانکل،“ اس سرورام میں گرم چائے کا کارہ ہی کھ
اور ہے۔“ وہ بولا۔
”ڈرا سے کے عبادت کا بارش اسٹیشن کے آئے
کے بعد ہی ان کی منگھو چارلی ہی کے کھانے کے بعد ملڈز
نے سب ڈرا اور اس کے کھانے کا پوری بارش ملاقات کی کرے
میں اس کے لیے سوکھتے ہیں کہ کچھ نہیں۔ اس کے بعد وہ
خانے میں اپنے کمرے سے چلی گئی تاکہ ہورڈ کی ڈائریکٹ
کا حلیا جن ٹھیک کرے۔“

”جھرمک کر لیں۔“ وہ بولا۔
”پانکل۔“ بارش نے کہا۔ ”اسی ہاتھ میں اسے شادی
کی تقریب میں لے کر جو وہ ڈرا سے دوسرے کے کرداروں کو
دکھائے گی۔“
”میں شام تک اس کی پٹی کھل جائے گی اور اگر اس

بل چت پڑی ہوئی تھی اور اس کے سینے میں برف کا ٹکڑا تھا
 ٹھنڈا تھا اور ہوتا جو ملزور دی سے لڑائی میں لیکن بعد میں فیصلہ
 ہوا کہ اسے ہائی اسکول کے طالب علم کے گھر میں نہیں دیا
 جائے گا جو در اسے میں پارٹیڈر کا کردار اور کر با تھا۔ اس
 لیے ملزور نے اسے اس دور میں دیکھا۔
 جو کھیلوں کے دلچسپی کی۔ اس نے ہم سب کی روشنی
 میں ملزور کے بلاڈز کا کارٹنا اور اس کی پیش رو کیجئے گی۔
 اسے ملزور ہی اندازہ ہو گیا کہ ملزور زندگی کی بازی ہار چکی
 ہے۔ اس نے ٹھکانے کو سرسبز دی اونچی کی اور کمرے کا
 جائزہ لیتے تھے۔ اسے ملزور کی فرنیچر ایک کھینچ کر لگی ہوئی
 تھی۔ اس کی میز کے برابر میں پڑے تھیں جو کھن کے
 دیکھ کر اتر آئے تھے۔ جو کلا کو تیزی سے صوفہ پر با تھا۔
 اس نے اپنے آپ پر ہاتھ پڑے کہ گھر سے ماسٹریس
 شروع کیے۔ جب وہ باہر آئی تو اسے لباس میں چاقوں کی
 موجودگی کا احساس ہوا۔ اس نے کمرے کے دروازے کو
 تالا لگا دیا۔
 پہلے تو کئی گھنٹیں نہیں آیا پھر سچے جانے کے لیے
 میز چوں کی جانب لپکے لیکن جو نے کسی کو چاہی نہیں دی۔
 اس کی وجہ یہ کہ سیریز کے دوران دور جبرائیا سوچ آیا
 جب ان میں سے کوئی چھپ کر غارت خانہ میں جا سکتا تھا۔
 ریسرک شروع ہونے سے پہلے بارش طاقی کرے میں
 اس کیجہ دیکر با تھا جبکہ وہم ہال میں کلوار سیریز شروع
 ہونے کا انتظار کر رہا تھا اور مرداروں پر اپنی ہاؤس کبھر سے
 بات کر رہی تھی۔ اسے ملزور کی پرانی جوتی کے گتے ملے پلٹ با
 تھا۔ چارلوٹ اور دیان لیوگ روم میں بیٹھی با تھیں کر رہی
 تھیں۔
 دیان نے ہاری ہاری سوچا کہ وہ کیا اور سوچے گی کہ
 ان اور چند خوشوں کے درمیان کوئی بھی نہ خانے میں جا سکتا
 تھا یا پھر بعد میں جب بارش نے ایک سین دور با رہے گئے
 فیصلہ کیا تو سب اڑھ اوڑھ ہوئے اور دس منٹ تک ریسرک
 کر رہی۔ اس میں دوران میں کوئی کچھ نہ جا سکتا تھا۔
 بارش کہہ با تھا۔ ”مکھن ہے کہ اس نے کسی دوسرے
 نہ خانے کا دروازہ کھولا اور کوئی اس کے پیچھے پیچھے اندر
 آ گیا ہو۔“
 ”ہورڈز نے کہا۔ ”کیا یہ ممکن ہے کہ کوئی شخص
 اس طوقہ میں باہر کھڑا ہو۔“
 ”لیکن ایسی کوئی بات ضرور ہے۔“ دیوین بولی۔
 ”مگر ہم میں سے کسی نے اسے نہیں کیا تو ضرور وہ باہر کا
 شخص ہوگا۔“

”اور اور چلائی ہوگی۔“ سارہ نے کہا۔ ”خو طوقہ ان
 اٹھا دیکر ہر کام کی آواز کھینچیں گے۔“
 بارش نے چٹرا اڑا، اور باہر آئی آکھیں صاف کرے
 ہوئے کلا۔ ”یہ بہت بڑا نقصان ہے۔“
 ہورڈز بولا۔ ”میرا خیال ہے کہ کل کا شیشی کرنا
 پڑے گا۔ یہ کی اچھا ہے کہ فائزر نرڈ نے جسے بچے بود
 ہے۔“
 ”یہ اچھی ہے کیسے کہہ سکتے ہو؟“ دیوین نے کہا۔
 ”مگر ہمارے سرخ شہر کا کہنا تھا کہ یہ دن تھای
 آبادی کے لیے بہت اہم ہے۔ دور دور سے سارے آتش
 ہازی کا نظارہ دیکھنے آتے ہیں اور دکان داروں کی خوب
 آمدنی ہوتی ہے۔“
 چارلوٹ بولی۔ ”اور اس سال دلچ کر لول اسے
 رضا کار خدمات کے حوالے سے پارک کر لے۔“
 ”انہیں یاد کرنا چاہیے۔“ دیوین بولی۔ ”اس نے اپنی
 اسکول کے کمرے سے قتل مشاہدہ کے طور پر کام شروع کر
 دیا تھا۔“
 جو بولی۔ ”میں نہیں سمجھتی کہ تم ہوا ملزور ایک
 دوسرے اور اچھی گھبرا جاتی ہیں۔“
 ”ملزور ایک گھبرا جاتا ہے بڑا ہائی کلا ٹیلو تھے۔
 پیرا خیال ہے کہ ان دونوں کے درمیان اس سے بھی گھبرا
 تعلق تھا لیکن وہ جنگ میں لڑا گیا۔“
 چارلوٹ نے ہوا پر پہلو بدلتے ہوئے کہا۔ ”پہلیس
 والے تک آئیں گے؟“
 ”شاید وہ طوقہ کے قہقہے کا انتظار کر رہے ہوں
 گے۔“
 اسی وقت جھنجھکی آواز آئی۔ جو بولی۔ ”وہ آگے
 ہیں۔ میں انہیں اندر لے کر آئی ہوں۔“
 پشمن سارے اپنے ساتھ لائٹیں اور زیادہ طاقت
 والی دیاں لپکے لے کر آئے۔ پشمن چیف اپنی گردنوں
 ہماری چماتے دلا اٹھتا تھا۔ اس نے دیر سے آئے پر
 مضرت کی اور جو سے قہقہہ ہوتے ہوئے بولا۔ ”تم
 ریٹکلف کی لڑائی ہو؟“
 ”ہاں اور میری ہاں کی غلامی تھیں۔“
 ”سب سے پہلے تم نے لائی اور دیکھی تھی؟“
 ”ہاں۔“ جو نے اسے دیکھنے میں جانے کے
 بارے میں بتایا۔

”کیا تم سمجھتی ہو کہ یہاں پر موجود لوگوں میں سے کسی
 ایک نے اسے کیا ہوگا؟“
 ”نہیں، میں ایسا نہیں سمجھتی۔ وہ بہت اچھی عورت
 تھی۔“
 ”اس کے باوجود کسی نے اسے قتل کر دیا۔ تم میرا
 مطلب سمجھ رہی ہو؟“
 ”ہاں، اس سے یہ مطلب بھی لیا جا سکتا ہے کہ کوئی
 باہر سے آیا ہوگا۔“
 ”مگر وہ چھری کی نیت سے آیا تھا تو کیا نہ خانے میں
 بہت جتنی چیزیں تھیں؟“
 ”ہو سکتا ہے کہ وہ سوچ سچ کر آیا ہو۔“
 ”مجھے بارش نے بتایا ہے کہ ملزور دراما کے لیے
 ضرورت کی چیزیں لوگوں سے اور حمار یا علیہ کے طور پر بھی
 لیتی تھی۔“
 ”ہاں، کیونکہ ہمارے پاس زیادہ بجٹ نہیں ہے اور
 ملزور باہر سے نہ لے کر نہ تو کون کھانا لائی اور اسے
 معلوم تھا کہ ان کے اسٹور اور در خانوں میں کیا سامان رکھا
 ہوا ہے۔ جب ہمیں ضرورت کا فہم نہیں ملتا تو پھر نجری
 دکان سے سیر کر یاں ادھار لے لیتی۔“
 ”کیا اس نے ایسے سامان کی کوئی گھرت بنائی تھی جو
 ابھی وہاں کرنا ہو؟“
 ”میرا خیال ہے کہ ہاں، ڈر لاگ کم میں رکھتے ہیں۔“
 ”میں نے اسے ملزور کی میز پر رکھا تھا۔ کیا تم
 سمجھتے ہو کہ اس میں سے ان چیزوں کا کوئی کچھ ہے؟“
 ”میرے ذہن میں جو سوالات آ رہے ہیں، وہ دو چور
 ہا ہوں یہاں زیادہ نہیں ہوئے۔ اسے کوئی اس وقت
 ہوا جب پشمن جنگ سے واپس آئے تھے۔ ایک پاسی کو
 معلوم ہو گیا کہ اس نے اس سے دفائی کی ہے اور اس کا
 انتظار کیا تھا۔ یہاں سے اسے کوئی بارڈر اور اندر میں اپنے
 آپ کو ہارنے کی خوشی کی۔“
 ”جی بولی۔“ ”میں نے بھی اس کے بارے میں پڑھا تھا
 جب میں دانشمن میں تھی۔“
 ”تم یہاں آج کیج رہے ہو۔ جیسے یہ غلامت کیسے لی؟“
 ”کیا بارش نے تم سے کہا تھا؟“
 ”میں اور سب تو ہمیں الیڈ اس نے پبلک میٹھ نرس
 اپنی ایک سے تکرہ کیا تھا کہ اسے آج بھی کی ضرورت
 ہے۔ وہ کسی زمانے میں اسکول میں ہوا کر لئی تھی۔ اس نے
 مجھ سے ڈر کیا۔ اس طرح مجھے یہ غلامت مل گئی۔“

”مگر ہم دوسرے ایکٹرز کی بات کریں۔“ چیف
 گردن بولا۔ ”توسفر شہر اور بارش کے علاوہ سب نہیں
 پیدا ہوئے اور بڑے سین ہارن میں یہاں سات اٹھ
 سال سے رہ رہا ہے۔ صرف ہمارے فشری اور دار ہے اور
 تم۔ لیکن میں بھی وہاں آئی ہوں۔“
 ”ہاں۔“ جولی۔ ”میرا صرف یہی ایک گھر ہے۔“
 ”میں وہ لاگ تک دیکھا جاؤں گا کہ کہیں کوئی چیز
 غائب تو نہیں ہے۔ کیا تم کوئی دس پچھل سکتی ہو؟“
 ”ہاں۔“
 ”جو گھر کی تو پانی پانی لیں اس کا انتظار کر رہی تھی۔
 اس نے اس کے لیے پانی کا پائپر اور خود گاڈ پلٹ میں
 درست چکن کال کرکھانے کی گھرا ہے لیے برازی کی ایک
 گھاس بنایا اور اس کی چیل کر کے ستر پر ہم دراز ہو گیا۔
 برازی کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لیتے ہوئے سوچ رہی
 تھی کہ کیا سیریز میں صحت لینے والے کسی شخص نے ملزور کو
 قتل کیا ہوگا۔ اس کوئی کن نہیں تھا۔ الیڈ اس نے سن
 لینے کی عادت تھی اور جو بات بھی اسے معلوم ہو جاتی۔ اسے
 دوسرے تک پہنچا کر کلف اندر ہوئی تھی۔ نہیں اس کے کل
 کی یہ دیکھتیں کہ اسے کسی کا راز معلوم ہو گیا اور قاتل کیے
 ٹھکر، وہ کوہرہ اسے درواز پر قہقہہ کر دے گی۔ اب سال
 یہ پیدا ہوا ہے کہ اس کے علاوہ کون ایسا شخص ہے جس کا کوئی
 راز ملزور کو معلوم ہو گیا اور وہ اسے قاتل کر چکا نہ رہا
 ہو۔“
 اس نے ذر ریگ میں پرکھی ہوئی آگنی جگ کی فریم
 شہہ تصویر کی طرف دیکھا اور بولی۔ ”تم کیا سمجھتی ہو کہ میں
 اندازہ لگاسکتے ہیں کہ کسی کو کون دس کی میں نہیں سمجھ
 کیا یا کرکھانے کی۔“
 ”دوسری جگہ وہ ستر میں تھی کہ بارش کا خون آ گیا۔ وہ
 کہہ با تھا، میری کرکھ کے صدمہ سے خون بہا ہوا ہوا ہے۔
 اسے ملزور کے بارے میں معلوم ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ
 گوشہ جب گردن سے اسے خون لیا تھا وہ کھرا اور
 دلچ کر لول سے قاتل کرنے والے ہیں۔ شاید وہ ہم سے
 ڈرا کہ اس کی تاج شہر کر کے کے لیے نہیں۔“
 ”یہ دقت اس باتوں پر تو جب اپنے کا نہیں، ہمیں
 ملزور۔“
 ”میں یہ بات جانتا ہوں لیکن میں سے اپنی بہت
 بحث کی ہے۔ یہ صرف براڈ کاسٹ بلکہ میں کیونکے سیر کے
 لیے۔“

شہزاد آباد سے محمد اعظم ترین کا خیال

”معذرت خواہ ہوں کہ ملاقات کا وقت طے کیے بغیر
پہل آئی۔“ جوئے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

لیکن میں تم سے پاکسی اور سے ملڈرڈ کے ہارے
میں بات نہیں کرنا چاہتی۔ میں نہیں جانتی کہ وہ کیسے مری۔ تم
نے خانے کا دروازہ مغلقل کرو یا تھا۔ اس لیے ہم اس کی
اشیاء بھی نہ دیکھ سکے بلکہ میں انوکوں سے کہہ رہی تھی کہ اگر وہ

سے پولیس کے کام میں مدد غلت تو نہیں سمجھو
بہ طور پر ان لوگوں سے بات کروں جو
موجود تھے۔"

معا یہ کام کر رہی ہو۔ کیا تم نے آج صبح

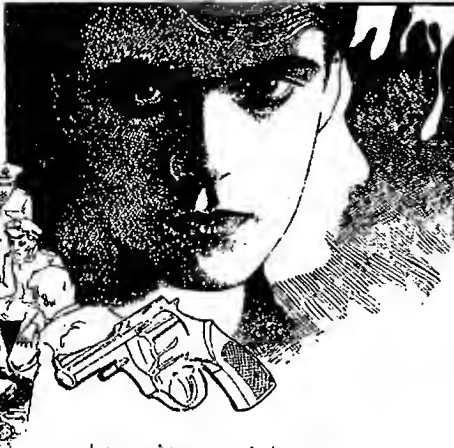
اس لیے میں نے اسے مل نہیں کیا۔“

”چلو، ہاشا کرتے ہیں۔ مجھے وہ سچے
 بھی ملتا ہے۔ اس نے لاگ بک منگوائی

سرین منصور

جس عمل کو ہم احسانِ حرمی کہتے ہیں، گھڑی سے پہلے
... وہ بعد میں مکمل دلچسپی میں ایک آن کر ہی جاتے ہیں...
پر عمل کا وتر عملِ حرمی کا ہے... وہ پرسوں سے اس
سلوک کے عادی ہے... اوروں کے پرورش کرنے پر مجبور
... جس پر ان کی نگاہوں میں ہر چاک تھا... ساز و ساز
میں ڈوبے وہ اس گھڑی کے منتظر تھے... جو اس کی آخری گھڑی
... ہوگی۔

ایک شریف اور ہر معاشی شخص کے درمیان ہونے والا سنگین ٹکراؤ.....



سماں جنٹ جوئے ریز وٹلمیر فہرلیٹ والی پولیس کار سے اترتاوہں کی نظیریں کافی شاپ پر پڑی جوہر بھین کی 65 کریم اسٹریٹ پر واقع تھی۔ اگلے ہی لمبے اس کا سامنے سرانگ رساں مارک گرینک اس کے برابر میں آن کھڑا ہوا۔

گر تک نے ریزو کی نظر وں کا تعاقب کرتے ہوئے

جاسوسی ڈائجسٹ 205 فروری 2018ء

”کادوسرا نشانہ بننے والی ہو۔“

میں جا کر رہا ہوں۔“
جہان نے اپنا سانس پھرتا ہوا دیکھا اور
”تم یہ بڑے کچلے ہو، اتار دیتے جبکہ میں تمہیں پہچان
سکتی ہوں۔“

ہوئی۔ ”اور چند منٹوں بعد اس کی علامات.....“
 لیکن اس کی محبت کرنے والی بیوی کے علاوہ اس کا
 کوئی گواہ نہیں تھا اور کسی طرح بھی یہ ثابت نہیں ہو سکا تھا کہ
 ”میں نہیں جانتا کہ تم میرے چہرے پر غراؤ میں داخل
 اور اگر کسی نے مجھے تمہارے گھر سے نکلے ہوئے دیکھ لیا تو وہ
 پہچان نہ سکے۔“

یہ سب کچھ کہہ کر وہ اس طرف بڑھنے لگا۔ چوتھائی اور اس نے
 اپنا ہتھکڑا اٹھا لیا۔ اس نے اسے نظر سے گزر لیا اور
 اس کی جیب سے اس نے ایک نوٹ نکالا۔ اس نے نوٹ کو
 اس کا توڑا اور پھر اس کے ہاتھوں میں سے اسے نکال لیا اور
 اسے جیب سے نکال لیا۔ اس نے اسے دیکھا اور اس نے

[illegible]

جوتے ایک لمحے کی تاخیر کے بغیر چپ کر ڈن کو فون کیا اور خود دروازے پر آکر کھڑی ہو گئی۔ چند منٹ بعد گورڈن کے سامنے کمرچلے والے ایک شخص کا رخ پڑا۔

جس نے کہا: "اور ملہڑ روکھ ہو گیا ہوگا۔"

"میں نے اُسے بتایا کہ ہم دونوں ڈرامے کے ایک سینہ کی دیوہیل کر رہے تھے۔ اس دیوہیل کو اسی شخص

ہوئی میری خدمت کرتی ہوئی میری حیاں اتر گئی۔“
 لیکن جب وہ پورا ڈراما دیکھ سکتی تو اسے معلوم ہو جاتا
 کہ اس میں ایسا کوئی عنصر نہیں تھا۔“

”اس نے پہلے ہی ہمیں بتادیا تھا کہ وہ تماشائیوں میں چمک رہا اور ادا کرنا چاہتا ہے۔“

اس سے یہ گھبرا گیا۔ اسے ڈر تھا کہ کہیں دیوان کچھ نہ اُگل دے۔ اس لیے اس نے جنہیں بھی راستے سے ہٹانے کا فیصلہ کر لیا۔ آخر تھراپری کی اس سرحد پر پہنچ کر، وہ حوش آئے۔

مقدمہ میں کامیاب ہو جاتا۔ بہر حال آئندہ کبھی پورس کے کام میں مداخلت مت کرنا۔ ضروری نہیں کہ ہر بار یہ کمی جمہاری خفاحت کے لیے موجود ہو۔“

اور اس نے ولویں کے شوہر کے بارے میں سوچنا شروع کر دیا ہوگا۔“

جاسوسی ڈائجسٹ ﴿204﴾ فروری 2018ء

جاسوسی ڈائجسٹ ﴿204﴾ فروری 2018ء

مارک: بعض اوقات حسرت ہو سکتی ہے۔ آخری آدمی کے لیے بے پروائی آسان ہے۔ اکیس نہیں دیکھو۔ گریڈ مارنے والا انٹرنیٹ ہے۔ اس نے غلط کام کا انتخاب کیا اور غلط طریقہ اختیار کیا۔ اس کے بعد کیا ہو سکتا تھا؟ اسے انٹرنیٹ سے لگا رہے ہیں اور وہ آخری معاشی رجسٹر سے دور ہے۔

”اسٹریٹجی خوف کے حالات میں چیز بے خوف ہوتی ہے۔ اس نے ویس بزار ڈاکٹر کی کوئی اور سیر کے انگوٹھی پہنی ہوئی تھی۔ اس لیے یہ بچنے کی کاروائی نہیں ہے۔“
 ”نظروں اور ہڈیوں پر اسٹروں سے تپتا ہے کہ گولی کی طرف داسے اور دالے برسوں سے نہیں کھولے گئے۔ چند چھریوں اور دالوں کے بعد انہیں نے ان دور دالوں میں آگئی چھریوں کو اور انہیں منتقل کر دیا۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ گولی چلانے والی کسی کے سیریا مارکر بچ چکا یا پھر دونوں کا مکان بھرت پور ہے۔“
 ”اگر ڈاکٹر دالوں میں موت کا منج روت بتا دے تو ہم کسی کو کھانا کھا کر دیں۔“

”یہ دے دے تو بھٹے ہوئے۔“ لاش منج سڑے سات بجے روایت ہوئی۔ یہ لوگ عام طور پر گیارہ بجے تک سناٹا ہو جاتی ہے۔ غالباً اسے کڑھت بیک گیارہ بجے کے بعد کوئی داری کھلی۔

”اب ہم کہاں سے شروع کریں گے؟“
 ”میں ٹولی کا ٹیڈا کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔ اگر اعلیٰ ویک کے کسی شخص نے یہ کیا ہے تو اس میں ٹولی کی رضامندی شامل ہوئی ہوگی کہ وہ اور ایک خوفناک دوسرے کو برداشت کرتے ہیں لیکن دونوں میں بالائی کے خواہش مند ہیں اور انہیں کوئی بات چاہیے۔ کوئی ان کی کال سے دار ہے تو خوفناک اس کی چھڑے گا۔ عا پر کہ اعلیٰ ویک کسی مقام ہوئے ہوں گے، اگر وہ بھی متاثر کی تیار کر رہے ہیں تو ہم اس کا پامانی پکا کر سکتے ہیں۔“

”اگر خوف کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ کیا ہمیں اس سے کوئی بات کرنی ہے۔“
 ”یقیناً بلکہ نہیں اس لیے پہلے ملنا چاہیے۔ وہ اسے اپنی عزت افزائی کیجے گا۔ بہر حال اسٹریٹجی خوف کا خاص آدمی تھا اور وہ بہت اہمیت دیتا تھا۔“
 ”گرگ نے کچھ سوچے ہوئے کہا۔“ سیریا خیال ہے کہ پولی کا ٹیڈا کو بارے ملنا چاہیے، اگر ہم کسی کو کرتے ہیں کہ وہ اسٹریٹجی کے معاملے میں جان بول دے گا کہ اس نے اسے نہیں مراد تو ہمیں خوفناک کا ذہن سے مٹنے میں غمزدگی آسانی ہو

جائے گی جیسا کہ انٹرنیٹ سے کہہ سکتا ہوں اسے خودی اپنے آدمی کو کر دیا ہو۔ دوسری بات چالاک ہے اور میں نے ہمیشہ اس کی جگہ میں مشکل کر سکی۔“

”یہ دوسرے ہوتے ہوئے بولا۔“ میں نے بھی۔
 ”خوفناک وہ چاہتا تھا۔ اس میں اس کی ایک کانجی ذہن نہیں پڑھا چکا تھا۔ چلو پہلوں سے بات کرتے ہیں۔“
 ”ٹولی کا ٹیڈا کو بارے میں دیکھ کر جلد اور سیریا کو دیکھ کر دیکھنے میں ایٹھٹی اٹھ سو گزشتہ برس سے بڑھتی تھی۔ طاقتور آدمی کا سرور اور ذہن اب بڑھ چکے تھے تو ان کے طار ان میں سب سے زیادہ حقیقت پر اعتماد رکھتی تھی۔ طاقتور قانون دانہ کرنے والے اس برس سے کوئی دسی نہیں کی بکھو سمجھتا تھا کہ ان لوگوں نے کب سیریا کا انتخاب کرنے میں غلطی کی ہے۔ اس کا پاپ کا مدار ان کی سالانہ تک باجھ کی خرابی کے ذریعے فیصلہ کیا جاتا تھا۔ اب اسے پہلے کی تحفہ ہوئی تھی جڑوں کے دور سے اس کے ہاتھ پاؤں سے بکھڑے ہوئے۔ باپ کا حضور بھی کوئی نہ فیصلہ کر لیا کہ وہ کسی کوئی شفقت دالاکا نہیں کرے گا۔ اس کا پاپ طاقتور آدمی اڑھتے سے پہلے کا ہے۔“
 ”یہ زور اور ایک ایک چھوٹی میز پر اس کے سامنے چنے ہوئے تھے۔ ان کی یہ طاقت ٹولی کے ویلہ کاؤز کے ایک فلاؤنگ میں ہو رہی تھی۔“

”میں آؤں گا۔“ ٹھیک ٹھیک کر سکا ہوں جو نے؟“ ٹولی نے کہا۔ ”امید ہے کہ یہ ٹھیک اور پکار دے گی۔“
 ”راسل میں اور مارک ذاتی حیثیت میں ہیں۔“
 اس نے پہلے ٹولی کو دیکھا۔ ”میں میری بات کہہ رہا ہوں، اس آدمی کے قتل سے مارا کوئی شخص نہیں ہے۔ پانچا کا وہ مر گیا لیکن مجھے یہ طریقہ پسند نہیں ہے اور نہ میرے آدمی اسے آتے ہیں کہ میرے علم میں اسے بھرتی کر دیا جائے۔ اسے روایت کرنا۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔“
 ”ٹھیک ہے، ٹولی، مجھے اہمیت دیتا ہے۔“
 ”یہ میرے حق میں اچھا ہے۔ میں ایک اور مسئلہ سو گیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ خوفناک میں بات سمجھ کر میرے ساتھ آج اس صاف ہیں۔ میں نے اسے خودی اپنے آدمی کو مراد یا ہو تو ایسی صورت میں کوئی مسئلہ نہیں ہوگا۔ میں نے اسے ایسا نہیں کیا اور وہ سمجھا ہے کہ اس نے اس شخص کو قتل کر دیا ہے تو وہ ہمارے پیچھے ضرور آئے گا اور اس کے گرد کسی کی تیار کرنا نہیں اور اسے اس علم ہو جائے تو وہ بھی تیار کرنا بات کا ثبوت کیجے گا کہ اس نے اس کے آدمی کو قتل کر دیا ہے۔ تم میری یہ تیار کرنا ہے

ہو؟

”میں دوسرے ہوئے بولا۔“ اگر اس لک کے پیچھے خوفناک کا ہاتھ ہے تو وہ چہرے کا کچھ نہیں دیکھ سکتا ہے کہ اس نے ایسا کیا ہوگا اور میرے پاس کیا ہو سکتی ہے۔ یہ میری تیار کرنا ہے کہ اس کا سرور میں اس کے اندر کوئی حرکت ہے تو خوفناک اسے مرکز میں چھڑے گا اور اسے طور پر اضافہ کرے گا۔ اگر کسی کی رہی یا ان لوگوں میں کسی کوئی تیار کرنا تو ہمیں کسی کو بند کر سکتے ہیں لیکن ان لوگوں میں ایک جہاں میں سمجھ رہا ہوں۔“
 ”یہ تو میرا کارڈ کی حرکت ہے۔“
 ”ٹولی نے کلمے کا پتہ ہوئے کہا۔“ اگر اس کے کسی آدمی نے اپنے طور پر یہ کارڈ کی ہے تو زیادہ امکان یہی ہے کہ خوفناک اسے پاگل بن یا غیر ارادی کلمے کے اور اپنے ہاتھ ہاتھ اضافہ کے مطابق اس کا فیصلہ کرے گا کہ اس کے میرے سے فاصلے کا رعب کیا اور میرے آدھوں کو نقصان پہنچا کر یا ہم خوفناک میں پڑ جائے گی۔ اس کے بعد وہ بیان نہیں دے سکے گا۔ اسے مارا کو دیا جائے گا۔ وہ دالوں میں کھان چکا ہوتا ہے۔“

”یہ زور اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔ گرگ نے بھی اس کی تحقیر کی۔“ خوفناک نے۔“ یہ دے دے کہا۔“ (سطحاً فراہم کر کے) کا حکم۔ میں خوفناک میں تھا۔ پانچا کاؤں کا کوئی اچھا میرے کسی سائی سے اپنی ہی کوئی نہیں کیا اور اسے سمجھا دیا کہ وہ اس شخص مکمل ہوئے تک نہ دوسرے کام لے۔“

”ٹولی کی کھڑا ہو گیا کہ وہ ہم کو کب سے دوسری طرف آیا اور اس نے زور دے دیکھ لگے ہوئے کہا۔“ بہت خوب جوئے، ہمیں نہیں دیکھ سکتا۔“
 اس نے سیریا کو گرگ کی سرخ کے کوادری اشارہ دیا پھر دوسری سرخ دالوں اس نے رخصت ہو گیا پھر مرگ پر آگئے جب دالوں کا کہ پاس پہنچ کر گرگ نے کہا۔
 ”مجھے یہی جرت ہوئی ہے جب میں نہیں ٹولی چھے لوگوں سے بات کرتے دیکھتا ہوں وہ دن تو پولیس دالوں و قریب نہیں آتے۔“
 ”یہ دے دے بولا۔“ میں نے اسے لوگوں سے ملنا چاہا تھا۔ میں نے سیریا کے کمرے کے لیے اتاری ہوئی ہے۔ خوفناک نے بھی نہیں گئے۔“

”اوکھ خوفناک میری سر سے جگہ جگہ تھی۔ اس کا بدن مضبوط اور کھانا ہوا تھا اور وہ جسمانی طور پر ٹولی کا طاقتور دکھائی دے رہا تھا۔ ان کی غماخت برائے حق کے علاقے میں واقع

بندل

ایک بار میں ہوئی جہاں اس نے لپکا ہوا سائبر ہمارا کھا کر دیا۔“
 ”کیا وہ اعلیٰ ویک اسے روایت یافتہ ہے کہ وہ دو پولیس دالوں کو بیٹھ ماراں سے کھڑا رہ سکتا ہے؟“

”یہ دے دے دل میں دل میں اسٹریٹجی خوف کے خوفناک نے بھی نہیں دیکھا۔ اس نے سیریا کو قتل کر دیا اور اس کی تیار کرنا میں نے نظر دیکھے ہیں تاہم اس نے اپنے آپ پر قابو پاتے ہوئے کہا۔“
 ”اسے بات دے دو۔“ میں نے اس کی بھی بیٹھ ماراں میں دیکھا کہ وہ اسٹریٹجی خوف پر چڑھا ہے اور اس کے منہ سے کلمے کے واقف ہیں۔ لپکا ہوا سائبر ہمارا کھا کر دیا ہے۔ جگہ سے پاس نہیں کر کے اسے محمول دہرات ہیں کوئی نہیں لپکا ہوا آدمی کو قتل کر دیا ہے۔ میں نے اسے اپنے طور پر نہیں کر لیا ہے اور اس نے میرے پیچھے بھی کوئی نہیں لپکا ہوا۔ دیکھنا کہ اسے کیا ہو سکتے ہیں۔ یہ سیریا ہمارا کام ہے اور سائبر اس سلسلے میں اسے ہوا اور نہیں تو ہماری ہے۔ یہاں آئے ہیں تاکہ اس کی ثبوت دے دے اور ہم سب ایک بڑی شکل سے بچا جائیگا۔“

”خوفناک کے ہاتھ کی فٹیں اور گہری ہوئیں۔ وہ سچ لگے ہیں۔“
 ”یہ دے دے دیکھو۔“ میں نے لپکا ہوا سائبر ہمارا کھا کر دیا تھا۔ دھڑکی کے لیے یہ ٹولہ کرلو کہ میں عام قاتل نہیں ہوں اور اگر ہوتا ہے تو بھی وہ تو کچھ سے اس نے ضرورت نہیں کی۔ لپکا ہوا خوفناک کی طرف میں لوگوں میں ابھی تک تھا۔ اسے کا مقصد نہیں سمجھا۔ کیا تم مجھ سے اسٹریٹجی خوفناک اسے کہتے ہو؟“
 ”اب گرگ کے ہونے کی بادی۔“
 ”میں اس معاملے میں ختم کر دیتا چاہیے۔ میں یہاں اس مقصد کے لیے آیا ہوں۔“
 ”یہ دے دے دیکھو۔“ میں نے لپکا ہوا سائبر ہمارا کھا کر دیا تھا۔ دھڑکی کے لیے یہ ٹولہ کرلو کہ میں عام قاتل نہیں ہوں اور اگر ہوتا ہے تو بھی وہ تو کچھ سے اس نے ضرورت نہیں کی۔ لپکا ہوا خوفناک کی طرف میں لوگوں میں ابھی تک تھا۔ اسے کا مقصد نہیں سمجھا۔ کیا تم مجھ سے اسٹریٹجی خوفناک اسے کہتے ہو؟“
 ”اب گرگ کے ہونے کی بادی۔“
 ”میں اس معاملے میں ختم کر دیتا چاہیے۔ میں یہاں اس مقصد کے لیے آیا ہوں۔“

”مجھے بھی یہی کہنا ہے۔“ یہ دے دے بات کر آئے۔
 ”یہ دے دے سائبر کی بات میں دھڑکی سے اسے کہتے ہیں۔“
 ”یہ دے دے سائبر کی بات میں دھڑکی سے اسے کہتے ہیں۔“

”سراغ رساں لیفٹیننٹ اپنی ہریوز جہت سے اچکھیں پڑا ہے ان ٹکڑوں کیسوں کو دیکھنے کی جوں جوں معلوم اٹھاؤ گا میں ہر گن گن کر آ رہے ہوں۔“

”کیا تم نے زدم سٹن آفٹرا آؤڈ ڈی ریل ٹی شکی نہیں دیکھا؟“ سراغ رساں اپنی کے پائین ماربنٹ بائیکل نے پوچھا۔

”نہیں۔“ لیکن انہما ہمارا ریل ٹی شڈ سے کوئی کئی دہائی نہیں۔“

”یہ تو بہت بڑا ہے۔“ سراغ رساں کے مقب سے ایک آواز اُبھرئی۔ ”ہمارا شو پر منتے ناب گائیو میں شامل ہو رہا ہے۔“

”سراغ رساں اپنی آواز کی سازگاری سمجھ گئی۔“

”میں نے سرائوئی رنگت والا ایک دروازہ طاقت مفس موجود تھا۔ جس سے گھر سے رنگ کی ایک ڈسٹی ڈال دالی جتوں اور کٹلے کار کی ایک ڈسٹ شرت پھٹی ہوئی تھی۔“

”میں اس ریل ٹی شڈ کا پڑا پڑو ٹرو ڈکٹ میں ہوں۔“ اس دروازہ سے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا۔ ”میں نے ہی تم کو گولڈن کیا تھا۔“

لیفٹیننٹ اپنی نے اثبات میں سر ہلادیا۔ ”تم نے فون پر بتایا تھا کہ یہاں سے شو کے افراد میں سے ایک ہر دفاع ہے۔“

”کیا تم سینڈی کا کرس ہے۔“ فو ڈکٹ میں نے کہا۔

”وہ کل سپرہوڈا سے لگی اور ایک تک داکس ٹی آئی۔“

”دلا سے کئی جی؟“ لیفٹیننٹ اپنی نے قد سے جمرائی سے کہا۔ ”میں سمجھی گئی۔“

”ہمارا ڈکٹر جوڈ سے قطعی حلف ہے۔“ پڑا پڑو ہر نے سراغ رساں کی بات کاٹے ہوئے کہا۔ ”میں اپنے عقابے میں حصہ لینے والوں کو دنیا سے کات کر اپنے شو تک محدود نہیں رکھتے۔ وہ معمول کے مطابق اپنے کام کا شوق پڑ جاتے ہیں، ڈسٹ پر بھی باہر پھٹے پھٹے ہیں اور اپنی نادر زندگی بسر کرتے ہیں۔ البتہ شام ڈھلنے کے بعد یہاں داکس آ جاتے ہیں اور پھر ہمارے گھر سے چلتا پڑتا ہو جاتے ہیں۔“

”لوٹ آئے۔۔۔ کیوں؟“ سراغ رساں اپنی نے پوچھا۔

”سینڈی ہمارے شو کی مستقل حصہ لینے والی وہ ممبر ہے جس سے ہمارے ناظرین غرت کرنے سے چار کرتے ہیں۔ وہ سنہ چھٹ، پندرہویہ اور داکاں ہے۔ اس کی وجہ سے ہمارے ریل ٹی شڈ کے ناظرین کی تعداد میں بے حد اضافہ ہوا ہے اور ہماری بینک بھی تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ اس کے بغیر ہمارا شو ایک عام شو اور ہمارے گا۔“ فو ڈکٹ میں نے پوچھا۔

”کیوں تو کوئی چوڑا ہو سکتا ہے کہ وہ کہاں ہوگی؟“

”شاید ان تینوں کو معلوم ہو جس کے ساتھ ساتھ میں حصہ لیتے ہیں۔“ فو ڈکٹ میں نے کہا۔ ”وہ تینوں چھوٹے گھر سے ہیں موجود ہیں۔“

ستم ایجاد

سیر انور

لعلطوں کی چوٹ ایسے زخمی کوئی ہے کہ یہاں دیکھتے کہ ہاؤ جود تسلی نہیں ہوتی۔۔۔ ان کی چوٹیں وہ چہن وہ بہ فراد رکھتی ہے۔۔۔ اپنے فن میں ماہر عورت کا کام چار جو ہر روز ایک ایک سدھم ایجاد کر لیتی ہیں۔۔۔

تکلف وہاں سے نہایت کی راہ دیا ہے وہاں کا نقشہ۔۔۔



لیفٹیننٹ اپنی نے پڑا پڑو کو ساتھ لے کر مارا۔ وہ انہماں کی بات سے وہاں سے کئی حصے میں ہے ہونے ایک کمرے میں لے گیا جہاں ایک خانو اور دو ممبر بیٹھے ہوئے تھے۔

”ایسا تعارف کرنا کہے کہ ہمارا رساں اپنی ان سے مخاطب ہو کر بولی۔“ میں یہاں اس لیے موجود ہوں کہ ہمارے شو کے ناظرین سے ایک سینڈی کا کرس غائب ہے۔ میں امید کرتی ہوں کہ تم لوگ اس کو تلاش کرنے میں میری مدد کر سکتے ہو۔“

”میں یہی خواہش تو یہ کہ تم اس تلاش نہ کر پاؤ۔“ ایک دروازہ سے کئی نے کہا۔

”کیوں؟“

”سینڈی کبھی ہے اس لیے۔ وہ ہمارے شو کے دو سادھ صاحبین کو خوف زدہ کر کے یہاں سے چھوڑ کر جانے پھرتا ہے۔“

”کیسے ممکن ہے؟“

”اے جب جب چلا کر ایک ٹری کی ٹیوں سے مرنے کی حد تک دور پہنچے تو وہ دروازہ پر پڑتی ہوئی اور سادھی لڑائی کر لے آئی اور انہماں اس ٹری کے نیچے اس کی ڈریسنگ ٹیبل اور اس کے جوتوں میں ڈال دیا۔ وہ ٹری خوف زدہ ہو کر چھوڑ گئی۔“

”اے ہاں درست ہے۔“ اس گروپ کی خانوں نے اس بات سے اتفاق کرتے ہوئے کہا۔ ”جب اس پر چا کثافت ہوا کہ ہمارے روم سٹین میں سے ایک شخص کو شو تک بلایا، اسے لڑتی ہے تو وہ اس شخص کے سامنے اپنی ہت پرکھا لگی اور شو تک پہنچی تو اس شخص میں حسد نے کئی۔ دو شخص اپنی زندگی بچانے کی خاطر چھوڑ کر چلا گیا۔“

”وہ سادھ شیشان اور تم کہاں ہے۔“ سراغ رساں اپنی نے دوسرے شخص سے پوچھا۔ ”شہزادہ سینڈی کا کرس کے بارے میں کیا خیال ہے؟“

”میرے خیال سے اس شو میں اس کی موجودگی کا واسطہ چڑا ہے تا کہ پڑا پڑو کو معلوم تھا، پڑا پڑو کی پیشگی کوری تھی۔ وہ اپنی گناہ اور اذیت نامہ کی تو عرصہ پہلے لوگ ایک شو کے ساتھ ساتھ میں دیکر شو کو دوست دے کر کامیاب کر سکتے ہوئے لیکن اس صورت کی چاہیں اور پڑا پڑو ماربنٹ ناظرین اور حوجہ کرتی رہیں اور وہ اس شو کی جانب کھینچے چلے آئے۔ اور ریٹنگ میں ہماری کامیاب طلب اپنی دروازہ کے لیے آدھی میں اضافہ ہوتا ہے۔“

”کیا میں جہاز نامہ پر چسکی ہوں، بلینز۔“ اپنی ریزہ نے جانا کہا۔

”کیا تم پچاس دھنچک ہو؟“ دروازہ سے شخص نے کہا۔ ”جو کوئی کی جہاز کوٹھا ہے وہ ہمارے سامنے واقف ہے۔“

”سورہی۔“ سراغ رساں نے شانے لپکا دیا۔

”میں جن تک کر رہی ہوں۔“ دروازہ سے بتایا۔

”اور میرا نام کئی اور دوشن ہے۔“ صورت نہ کہا۔

”اور میں بوب لڑا کی ہوں۔“ دوسرے شخص نے کہا۔

”کیا تم میں سے کسی کو معلوم ہے کہ کسی سینڈی کا کرس کہاں ہو سکتا ہے؟“

”وہ ایک پیڑرو وچ والی بائیل پاپیر ہے۔“ کئی اور دوشن نے کہا۔ ”جن اس ساطوں کو چپک کر وہاں سے اور اس کی کم کے سارے پرکھ کر سکتے ہیں۔“

”ایک پھر ان اسٹور میں جاؤ جہاں ڈاکٹ اپنی اشیاء لیٹے فروخت کرتے ہیں۔“ جن تک کر رہی نے بتایا۔ ”وہ اپنا بیشتر وقت اور پھان چڑوں پر خرچ کرتی ہے تا کہ ہمارے ساتھ شریٹس اور کئی ڈاکٹ کرے۔“

”مجھے نہیں معلوم کہ وہ کہاں رہتی کہاں جاتی ہے۔“ بوب لڑا نے کہا۔ ”اور مجھے اس کی پڑا پڑی نہیں۔ وہ کسی بھی ایک صورت میں رہی۔ کئی بھی اس شو میں اس کا ساتھ دیا پندرہ نہیں کرتا۔ میری خواہش یہاں ہے کہ ہمارے کسی خاص نہ کر پاؤ۔“

جب میں اسی وقت ماربنٹ بائیکل نے سراغ رساں اپنی ہریوز کو ہمارے سامنے اس بلا یا۔

”مجھے اچیش ہے اس کی فون آیا ہے۔“ اس نے سراغ رساں کو بتایا۔ ”سینڈی کا کرس کی لاش شو کے وسط سے ایک میں پڑی پائی ہے۔ اے۔۔۔ کی کیا کیا ہے۔“

”لوٹ۔“ سراغ رساں اپنی نے کہا۔ ”ان تینوں افراد سے گفتگو کرنے کے بعد مجھے یہ سن کر حقیقت کوئی جمرائی نہیں ہوئی اور میرے خیال میں ان تینوں میں سے کوئی ایک کسی سینڈی کا کرس کی موت کا ذمہ دار ہو سکتا ہے۔“

”وہ کیسے؟“ ماربنٹ بائیکل نے پوچھا۔

”جب سراغ رساں اپنی، سادھت کو ایک طرف کرنے میں لے گئی اور وہ لعلطوں میں ہانے لگی۔“ ان تینوں روم سٹین سے گفتگو کے دوران میں نے بے حد بات چلنے پر غور کیا کہ ان میں سے ایک سینڈی کا کرس کا تذکرہ کرتے ہوئے اس کے لیے مشکل ہے، ہمیں استعمال کرنا تھا۔ جیسے کہ ہمارے ساتھ حاکم ادواب زندہ نہیں ہے۔“

”وہ کون ہے؟“

”بوب لڑا؟“ سراغ رساں اپنی نے کہا۔ ”جہاز سے حراست میں لے لو۔“

علوم

شکر علیہ

اسماں کے مزاج کی طرح موسم کا بھی کوئی اعتبار نہیں... دونوں کا مزاج تغیر پذیر ہے... کبھی دروز شب پر دمجنوں ایک ہی کث... ایک ہی باسیت آمیز یکساں طاری رہتی ہے... یا پھر بلی بھر میں وہ اپنا رنگ بدل لیتا ہے... فریبی موسم، اسمانی فطرت اور موسم فطرت کے دلنشین... دل آویز... اور پھر فربہ انداز کا یادگار احوال...

موسم کی غرور ہو جائے والے دو کرداروں کی سفر و روپ چپ داستان

راجہ سے پرہیزگار قسطنطنیہ شرف اور وقت ہوا جب ہم دونوں جیل کے بچن میں آگئے ہوئے۔ ہماری ڈیڑی برتن دھونے پر لگائی گئی اور ہمیں اس کام پر کوئی اعتراض نہیں تھا۔ ویسے بھی ہم قیدی تھے۔ اعتراض کرنے کی پوزیشن میں ہی نہیں تھے۔ جیل کے چوبیڑی کو کوئی زندگی کام نہیں تھا۔ ایک لحاظ سے تو ہم دونوں خوش قسمت تھے کہ ہماری ڈیڑی بچن میں لگائی گئی تھی۔ ورنہ اگر ہمیں باہر دم دھونے پر بھی مامور کر دیا جاتا تو ہم کیا کر سکتے تھے۔ راجہ جی بری طرح نوجوان تھا۔ میں نے اس کی اس کی عمر کو نہیں پہنچی۔ تاہم میرا اندازہ تھا کہ وہ بچپن سے زیادہ کا نہیں ہے۔ مجھے اس جیل میں آئے تقریباً ایک سال کا عرصہ ہو چلا تھا جبکہ راجہ جی دو درجہ۔ وہ ایک ماہ پیلے یا بنبر ملاسل ہوا تھا۔ اسے شیوات اسمگلنگ کے جرم میں پانچ سال کی سزا ہوئی تھی جبکہ میری سزا اس سے گنیمز بادوگی۔

میرا نام افروز ہے۔ میں ایک امریکی تھی ہوں اور امریکا کی ایک جیل میں جیل کے جرم میں سزا میں ایک قید کاٹ رہا ہوں۔ راجہ جی کی جیل تھا۔ وہ ایک بڑا عمارت اور ایک سے شیوات اسمگلنگ کی کوشش میں امریکی بارڈر پر گرفتار ہوا تھا۔ وہ چور سے شاوروں والا ایک قہار اور گڑبگڑ جہاں تھا۔ چورے پر ایک طرف دھم دھنکھن سے اس کی شخصیت کو خاصا خوفناک بنا دیا تھا۔ پادی انتھان سے وہ ایک فنڈی ای معلوم ہوتا تھا اور یہی کسی کسراں کی قدآور اور عجب دار شخصیت نکال دیتی تھی۔

تاہم اس کا انداز ہتھکڑی کی عامی کی شخصیت کے برعکس نامہذ بانہ تھا۔ اگرچہ اسے جیل میں آئے ایک ماہ کا

سے سڑی کی شدت میں بھی خاصا اضافہ ہو گیا تھا۔ میں اگرچہ اپنے بستر پر بیٹھا ہوا تھا لیکن میں نے بھی کٹاف اپنے کندھوں تک اوڑھ رکھا تھا۔ برف پادی کو دیکھ کر اندازہ ہوا تھا کہ وہ جلد سہرے والے ہیں...

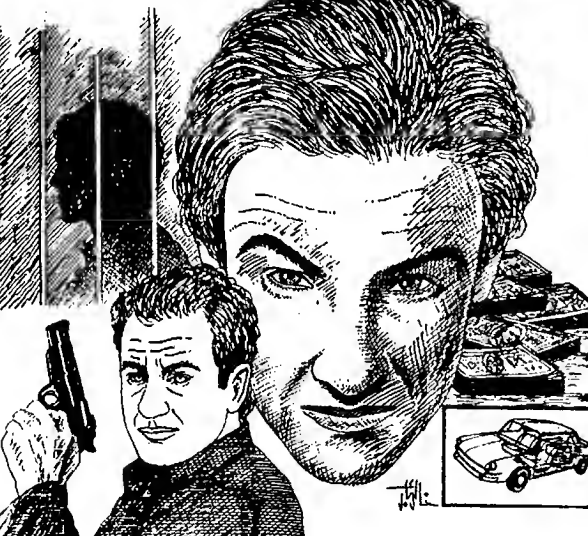
”یہ موسم نے اچانک ہی اپنی جون تھیل کر لی ہے۔“ راجہ جی نے کتاب ایک سائبر روکے ہوئے لاک آپ کے اگلے درجن دان سے ہار جا کر آواز لے کر ہوئے۔ ”وہی ہے۔“ کتاب کی بدلتے موسوں کے موسوں سے متعلق ہے۔

”ہاں۔“ میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ ”انسان کی طرح اس موسم کا بھی کوئی اعتبار نہیں کتب بدل جاتے۔ ویسے اگر آج میں جیل میں ہوں تو اس میں اس موسم کی ہر بات بھی شامل ہے۔“

”کیسا مطلب؟“ راجہ جی نے حیرت سے استدلال کیا۔ ”ہم دونوں بچے تھے۔ ہمارے دو درجہ تقریباً مختلف موضوعات پر کل رات بات چیت بھی ہوئی تھی مگر

ان دنوں میں ایک ایک آپ میں بند کیا جانے لگا جس کی وجہ سے کتب کا سلسلہ بھی۔ غورالت پڑ گیا۔ ہم دونوں کی خامی سے کوئی واقع ہوئے تھے لاک اپنے آپ میں خوب جتنی تھی۔ ہم لاک آپ میں اپنے اپنے بستر پر دروازہ ہوتے تو ہمارے درمیان مٹا اس وقت تک جا کر رہتا تھا جب تک کہ ایک کو نیند نہ آجانی۔ ہر لاک آپ میں دو قیدیوں کی مختل تھی اس لیے ہمارے لاک آپ میں کوئی تیسرا قیدی موجود نہیں تھا۔

آج بھی میں اپنے کام سے فارغ ہوئے تو حسب معمول شام کا علیحدہ صرا میل چکا تھا۔ تمام قیدیوں کو کوئی کدو حوالا سے بند کیا جاتا تھا۔ ہم بھی اپنے لاک آپ میں موجود تھے۔ میں اس وقت اپنے بستر پر بیٹھا تھا جبکہ راجہ جی اپنے بستر پر دروازے کی کتاب کے مطالعے میں مصروف تھا۔ جیل کی لائبریری سے یہ کتاب اس نے آج ہی ہماری کمروائی تھی۔ مجھے نہیں معلوم کہ اس... کتاب کا موضوع کیا ہے۔ تاہم یہ نیکو وہ بڑے اشیاء کے مطالعے میں کس کس قاص لیے میں نے بھی اسے فطرت کرنا مناسب نہ تھا۔ آج موسم بھی اچانک بدل چکا تھا ہوا ہوئی تھی۔ یکنخت برف پادی کا آغاز ہو گیا تھا جس کی وجہ



جاسوسی ڈائجسٹ (218) فروری 2018ء

فیلمیں چھاپاری کے شاہکار اور مضمونی ناول

جہانگیر نیکس

450/-	اسان اور دنیا	475/-	مظفر علی	550/-	آزاد لٹریچر کی	550/-	آخری مہم
300/-	پاکستان سے تعلق رکھنے والے	550/-	خاک اور خون	500/-	گشہ و قافلہ	475/-	اندھیری رات کے مسافر
450/-	آخری چٹان	450/-	کلیسا اور گ	300/-	استان کا	300/-	شناخت کی تلاش
225/-	موسا علی	590/-	قافلہ جاز	450/-	پروسی رشت	625/-	قیصر و کرنی
325/-	سفیر جرم	425/-	تجن قیاس	500/-	پروفیت بنی تاشین		
475/-	شاہین	300/-	پارس کے				

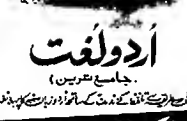
سبق آموز نکتہ سلسلہ

165/-	اقول حضرت علی الرضی	165/-	اقول تبرکات	195/-	دیکھاتے گستان سعدی	140/-	اقول شمس	160/-	دیکھاتے روئی	170/-	لچب و عجیب خاقانی	190/-	دیکھاتے دولستان سعدی
150/-	لچب و دیرت انجیر تائیں	180/-	ایمان اور ذوق انور	180/-	بڑے واقعات	165/-	بڑے لوگوں کے روشن واقعات						

042-35757086 022-2780128
021-32765086 051-5539609 042-37220879

ہاں ایک آسانی سے ملا جا سکتے ہیں۔ اساتذہ اور انجیل ٹیکہ
 ہی کہہ رہے تھے کہ کئی سو سال پہلے دروازہ نہیں ملے۔
 "اؤ، کے، میں نہیں دلا دلاؤ گا اگر کی رقم دے دوں
 گا۔" فیملے پوچھتے ہی میں نے اساتذہ سے کہا۔ "مگر تم پیسے
 کیش نہیں وصول کرتا جاہو گے یا پینک کی صورت۔"
 "پینک کی صورت میں۔" اساتذہ نے سادہ سے
 لہجے میں جواب دیا۔
 میں نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ اگرچہ ہم
 کاروباری افراد عام طور پر ایک دوسرے کو بے منت چیک
 یا بے ادب دے کر ذریعے کے لئے اور اس کی بے ڈھانڈ
 مجھے عجیب بھی لگی تھی۔ تاہم میں نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔
 دینے بھی جب میں اس پر ہمسرا کر کے ہونے پہلے دے
 گیا ہر ایک پر تھا تو مجھ پر دے پیسے نہیں کیش میں وصول کرتا یا پینک
 کے اور دے دے گا۔ لیکن پھر کاش پڑتا تھا۔ اس وقت میرے
 اعتماد اور ہمدردی کے لیے۔ انہم بابت تو اس کے اور میرے
 برسوں پرانے دوست کے کہنے کی تھی۔
 اگلے دن میں نے چیک سے رقم ٹھکانا اور اساتذہ
 مجھ سے کہہ کر رقم لے گیا۔ جیسے وہ اس نے مجھ سے
 کہا کہ وہ آج شام تک یہ تمام پیسے کیش میں آ لیتا کر دے
 گا۔ میں انٹرنیٹ پر گولڈ کی کرنٹ پرانہ دیکھ سکا ہوں۔
 وہ دے کے سٹاپاں اس نے شام کو ٹون کر کے مجھے بتا دیا کہ
 اس نے کون سے دینے پر گولڈ میں جیسا انویسٹ کیا ہے۔
 میں نے بھی انٹرنیٹ اور آکس پاس کے ایک دو گولڈ ہلڈز
 سے گولڈ کی کرنٹ پرانہ ٹکن کر لیا۔ میرا چسپا کاروبار میں
 لگ چکا تھا۔ اب مجھے بس ایک وہاں ہاٹا دکھانا کہ وہاں ہمارے
 میں ٹھکانے ہیں۔
 اگلے ایک ہفتے تک میرا اساتذہ یا بائیکل سے کوئی
 رابطہ نہ ہوسکا۔ میں اپنے کاروباری معاملات میں ابھار رہا۔
 مجھے جن افراد کے پیسے ادا کرنے تھے۔ ان سے بات نہیت
 کر کے وہ ماہ کی سہولت بھی لے لی۔ اس دوران میں اس
 بات سے بھی لاعلم رہا کہ اس وقت گولڈ کی ٹیکس میں کس قسم
 کا تاراج چھوڑ جا رہی ہے؟
 میں نے دوبارہ گولڈ کی ٹیکس کو دقت کو دیکھا کیا
 جب کی وی برائے کی ٹیکس میں دیکھا تو دیکھ کر ہمارے میں
 غریبی۔ غریبی کرنٹ پرانہ تک کہنے کی گواہی اور ان
 چیک سے آگیا۔ سونے کی ٹیکس میں پکاروں کی ادائیگی ہوگئی
 تھی۔ موجودہ ریت کو دیکھ کر میرے لیے بے اندازہ کرنا
 مشکل نہیں تھا کہ مجھے پچاس ہزار ڈالر سے زائد کا نقصان ہو

چکا ہے۔ میں ایک برٹش میں تھا۔ اس حقیقت سے آگاہ تھا
 کہ کاروبار کی دنیا میں نقصان اور سوانح ساتھ ساتھ
 ہیں۔ لیکن نقصان اٹھانے کے بعد بھی اساتذہ سے کوئی
 گفتگو نہیں کی تھی۔ تاہم اب میں مزید نقصان اٹھانے کا تحمل
 نہیں ہو سکتا تھا۔ میں نے اپنا سوا پاس اٹھا اور اساتذہ کا نمبر
 ڈائل کر دیا تاکہ اسے کہوں کہ وہ میرے گولڈ کے سارے
 سووے ٹیکر کر دے۔ میں اس سے زیادہ ورک نہیں لیتا
 چاہتا تھا کہ اساتذہ کا سوا پاس اٹھا جا رہا تھا۔ میں نے بائیکل کا
 گاڑی پر گاڑا تو وہاں بھی کرنٹ حال کی تھی۔ میں نے ٹیکس پر
 نوٹن ایک جانب دیکھا۔ اب شام ہونے کو ایک تھی۔ میرا
 رات کو چارہ تھا کہ کرنٹ گاڑی پر اساتذہ کے ٹیکس پر جانوں
 مگر وہاں پر والی اٹلی ٹی برف باری نے جانک شدت
 اختیار کر لی تھی۔
 قہر چاہے موسم کا یا یازوج کا بھی کسی دیوالی جان
 بن جاتا ہے۔ میں نے برف باری کی شدت دیکھتے ہوئے
 اساتذہ سے ملاقات کا ارادہ کیا کہ ملتی کر دیا۔ یہی مجھے
 برف باری کا موسم پڑا تھا۔ اچھا لگا تھا۔ تاہم آج ہی برفانی
 موسم سے مجھے کوئی شہر متفقہ ہونے پر مجبور کر دیا۔ اپنی کہانی
 سنانے سے ہونے میں بھڑکے کے لیے خاموش ہو گیا۔
 "مگر کیا؟" میں نے اساتذہ سے کہا کہ اساتذہ سے تہذیبی ملاقات
 ہوئی؟ "مجھے خاموش ہونے کو دیکھ کر راجہ نے اپنی طبیعت
 سے باز آ کر ہونے پر چھا۔
 "نہیں۔" میں نے پینکلی سکرابٹ کے ساتھ جواب
 دیا۔ "اگے دن اساتذہ سے گفتگو پر کیا تو میرے ہاتھ تالان
 ہوا تھا۔ میں نے اس کے ایک دو سہاویں سے سہاویں
 جامل کر نے کی کوشش کی تو پتا چلا کہ میں پہلے اسے ایک
 ٹیکس میں سوار ہو کر کہیں جاتے دیکھا گیا تھا۔ اس کے بعد
 سے اس کے قہقہے پر تالا لگا ہوا ہے۔ میں نے وہیں سے
 بائیکل کی رہائش گاہ کا رخ کیا تو وہاں بھی ایسی صورت
 حال کا سامنا کرنا پڑا۔ آکس پاس کے سہاویں سے علم ہوا
 کہ موصوف چند دن پہلے اپنے بھائی چچوں کے ہمراہ آکر چلیا
 لنگ کالنی کر گیا۔
 میں بڑی ہو کر اپنے گھر واپس آ گیا۔ اس وقت
 میری ذہنی حالت بھی ایسی تھی کہ میں طرے کے اندر
 اور دوسرے دن میں میں جسم سے بے تھے۔ اساتذہ کہاں چلا
 گیا تھا۔ بائیکل میں آکر خلیا جا رہا تھا۔ کیا میرے ساتھ
 میرے سب سے عزیز دوست نے فراڈ کیا تھا۔ میں پیسے



اردولفت
 جامعہ عربیہ اسلامیہ
 مولانا محمد رفیع الرحمن صاحب مدظلہ العالی

اردولفت
 جامعہ عربیہ اسلامیہ
 مولانا محمد رفیع الرحمن صاحب مدظلہ العالی

موسم اور مزاج کا گھیر بڑی تیزی سے درخا ہوتا ہے۔

انسان جلی پھر میں ایسے فیصلے کرتا رہے جن کا عام حالات میں وہ ضروری نہیں کرتا۔ اس کا کچھ کر کے اپنے احساس ہونے لگا تھا میری رگوں میں خون کے بہانے پر اورداد رہا ہو۔ مجھے خود پر ہوا تو کچھ رہا تھا شاید مجھے کئی خدمت سے میں اپنے ہوش و حواس کو بچا تھا۔ میں نے اپنے کوٹ کی جیب سے روپا لورڈ گاڑی اور پھر گاڑی کا دروازہ کھول کر اس کی جانب بڑھ گیا۔

”اسکات“ اس کے پیچھے جاتے ہی میں نے کرن دار میں سے گاڑی اڈا لی۔ میری آواز سننے ہی دو یوں اچھلا پیسے اس کی جھوٹے لنگہ اڑا دی۔ میری تیزی سے پلٹ کر گئے دیکھا اور پھر میرے ہاتھوں میں روپا لورڈ دیکھتے ہی اس کا رنگ سلیڈ کر گیا۔

”اسکات! تم نے مجھے دھوکا کیا، اپنے بچپن کے دوست سے“ میں نے فراتے ہوئے کہا۔
”تمہیں اس جگہ کا پتا کیسے ملا؟“ اس نے جواب دینے کے لیے اس سوال کو دیا۔ ”میری غیر متوقع آمد کے لئے مجھے اسے بتا سنبھل چکا تھا۔“

”تو ایک اذلی کینے اور خود غرض انسان ہو۔“ میں نے زہر خنجر میں ڈالا۔
”ناگین کو چھارے نہیں ڈالا؟“
”ناگین کا نام نہ کرو کہ وہ مجھ پر کے لیے خاموش ہو گیا۔“
”میرے علم میں یہ بات نہیں تھی کہ ناگین میرے اس ٹھکانے کے بارے میں جانتا ہے۔“ قدرے توقف کے بعد وہ بولا۔ ”بہرحال اب تم میرے ساتھ کئی سڑک کرو گے؟“

”میرے پیسے کیا ہیں؟“ میں نے سوال کیا۔ اس وقت شاید یہ حرف پارٹی کی وجہ سے اس کی ذہنی درجہ کا نام نہ بولنا تھا۔ میں نے اس کا جواب دیا۔ ”اب اس کے روپا لورڈ کا رخ اس کی جانب کر دیا تھا جس کی وجہ سے اس کے ہنر سے پر اس آگئی کے تاثرات نمایاں ہو گئے تھے اور پھر اس کی گھبراہٹ غریبی کی ایک توجہ میرے غمخوئی میں روپا لورڈ تھا اور دوسری توجہ اس کی طبیعت سے غمخوئی واقف تھا۔ جانتا تھا کہ میں نے اس پر کوئی چلانے سے بھی روک نہیں کر سکتا تھا۔ شاید اسے مجھے سے معاملت آئیں گے میں کچھ کرنا تھا۔ میں نے اس کے معاملات میں مداخلت کرنے کو فریض میں پڑ رہا تھا۔ میرا پارا مسل

قہا۔ میرے حواس آہستہ آہستہ بحال ہونے لگے تھے۔ مزاج کے تغیر کے نتیجے میں غاری ہونے والی پہلی کیفیت آج تھا۔ دور دور ہونے لگی۔ کھلنے کا شعور غریب کی بیاحتیاسی ہونے لگا کہ میں نے فیصلہ اور اشتعال کے عالم میں کیا کر ڈالا ہے۔ میں ایک امریکی شہری تھا اور اس حقیقت سے بھی غولی واقف تھا کہ امریکا جیسے ملک میں شہری کا راجہ ہونے کا کیا سر اہمیت کی۔ اگرچہ اس کی پاس ابھی بھی کئی ذہنی درجہ کا نام و نشان نظر نہیں آتا تھا مگر یہ ممکن تھا کہ مجھے اس کی آواز سے کسی کو توجہ اسے سنبھل کر دیا دی ہو اور یہ بھی ممکن تھا کہ میں نے کبھی کوئی اطلاع کر دی ہو۔ اس کے لئے فوراً اس جگہ پر تیز تھا۔

میں نے روپا لورڈ دوبارہ اپنے کوٹ کی جیب میں ڈالا اور تیزی سے چلا ہوا اپنی کلاں میں روپا لورڈ۔ کچھ ہی دور میں میں وہاں سے دور چا چکا تھا۔ میں نے رد پر پہنچا تو میرے صاحب پر پہنچا ہوا ڈاؤن ہوا حاکم کی طرف سے اس وقت میرا ذہن بہت تیزی سے کام کر رہا تھا۔ میں جانتا تھا کہ اس کاٹ کی کلاں در یافت ہوئے ہی نہیں تھیں قاضی کا حاش میں سرگرداں ہو جانے کی۔ اس وقت میرے مناسبت لگ رہا تھا کہ میں بھی امریکا چھوڑ کر کسی دوسرے ملک چلا جاؤں تاہم اس کے لیے یہی کئی چھند تو ابھی جاتے اور چند لوگ اب بات بات قوی اس کاٹ تھا کہ نہیں فرمیں کہ میں اس کاٹ ہو رہا ہوں۔ یہ تو دور پر آگیا ہی بات مجھ کو آئی کہ میں اپنے قیث پر پہنچا، اچھا ضروری سامان کیوں اور پھر اس کار میں سنبھل گیا۔

حکومت کی جانب سے سنبھل دیا جانے کی قانونی تازہ کاری ہو گئی۔ اگر کوئی مقدمہ مجھے اور نہیں کوئی تازہ کاری میں ملوم ہونے سے پہلے میں امریکا بارڈر اس کر جاتا۔ تو فوراً دور پر امریکی پولیس کی گرفت میں آئے سے مخلوط ہو جاتا اس وقت میری کچھ شہر قانون کی گرفت سے بچنے کا سوچ رہا تھا اور میں نے اسے اس پر نہیں کرنے کا فیصلہ کر لیا مگر یہ تو میرے دہم دہم دکان میں بھی نہیں تھا کہ جس موسم نے اس کاٹ کو تار پڑا دیں وہ دیا، وہ مجھے بھی نہیں ہونے دے گا۔

میں اس وقت میں رد پر کارڈرائیو کر رہا تھا یہاں ٹریفک کا رش تھا۔ میرے آگے اور پیچھے گاڑیوں کی کئی قطاریں پر جو کس۔ یہ ممکن کی تیز رفتار میں نہیں رہی تھی اس لیے میں بھی بہت جلد رست دلی سے ادا کر رہا تھا۔ یہ میرے لیے کسی مجھ کو سڑکوں کی تعداد میں

لگ گئیں۔ شاید آگے کچھ ٹریفک جاگ ہو گئی تھی۔ شاید بارش پانی کی وجہ سے کچھ راستہ بند ہو گیا تھا۔ میرے پاس اشتعال کے سامروں کی آواز سن رہی تھا۔ میں پیدل گئی آگے بڑھ گیا۔ کچھ دیر کے بعد کچھ کار کے پرجوش جادے والی سرور میری شہر کی۔ مجھے تھک ٹھک ہلاک رہی اور پیسے نے مجھے ابھی تک سے کلرڈ بھی کر لیا۔ کئی سے اس کاٹ کی کلاں بیکر پھریس کی اطلاع کر دی اور پیسے نے اس پاس کے گھر میں گئے کسی کی دلی کیسروں کی دوسرے میری گاڑی میں بھی بطور اطلاع بیکر ہلاک کر لیا جس کے بعد میری کار کی کلاں میں بھی بطور اطلاع بیکر ہلاک کر لیا۔ بعد میں اس کے لیے یہ ممکن کہ یہ کچھ نہیں تھا اس کاٹ کوٹ میں نے ہی کیا ہے۔ یوں میں بکڑا اور کیا اور تھارے ساتھ جلی کی ملاطفتوں کے پیچھے ہوں۔“ میں نے سکرانے ہونے لگا تو میری کلاں کوٹ کے پیچھے ہوں۔“

”گوگا موسم نے اس کاٹ کو مرادے اور جہیں پھنسانے میں بھی گئی روپا لورڈ ادا۔“ وہ نے حقیقت ہی کہ کر م کیس کوٹ میں کاب ہو جانے تو شاید فوری طور پر امریکی پولیس کی دوسرے سے دور ہو جائے مگر خراب قسم کی وجہ سے تم نہیں گئے۔“

”ان۔“ میں نے نہ خیال لیے میں کہا۔ ”یہاں یہ بات مجھے معلوم ہونے لگی۔“ غور کیا جائے تو حقیقت اسے انکار نہیں کر سکتے۔ یہ بکڑے جاتے اور اس کاٹ کی موت میں موسم کا اہم کردار ہے اگر پر داز میں مشورہ نہ ہوتی تو اس کاٹ مرنا اور میں نہیں جانتا میں ہوتا۔“

”پیسے کو کبھی اس کی موت سے کسی قیث سے۔“ راجہ نے کہا۔ ”تم جس خراب موسم کی وجہ سے بکڑے گئے، اس کاٹ جس خراب قسم کی وجہ سے مارا گیا، میں نے اسی موسم کا فائدہ اٹھانے کی کوشش کی تھی۔“

”مضبب یہ کہ تم یہ جانتے ہو کہ میں یہیں اس کاٹ کے جڑ میں جاتا ہوں۔“ وہ بول کر یہ بھی جانتے کہ میں کیسے بکڑا؟

”میں اپنی کلاں کی ڈاک سے اب تمہاری ہاری ہے۔“ میں نے جواب دیا تو راجہ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ وہ بکھیر رہا تھا لی غالی گناہوں سے مجھے دیکھتا رہا گیا۔ اپنے کسی کو بکڑا اور بکھیرا۔

”یہ ان لوگوں کی ہے جب امریکا اور کسیکی



جاسوسی داستان
ایک ادارہ، چار ماہانہ مطبوعات

جاسوسی داستان جیسٹ سسٹمز ڈائجسٹ لائبریری کا گزشتہ نمبر
میں ایک نیا اور دلچسپ کہانی کا آغاز ہوا ہے جس کا نام ہے
"جاسوسی داستان کے سب سے دلچسپ کہانے"۔



جاسوسی داستان کے سب سے دلچسپ کہانے
63-C نیٹرز ڈائجسٹ سسٹمز ڈائجسٹ لائبریری کا گزشتہ نمبر
میں ایک نیا اور دلچسپ کہانی کا آغاز ہوا ہے جس کا نام ہے



کے بارڈر پر غیبات اسٹاک کی روک تھام کے لیے
اجتہاد غیر معمولی اور سخت اقدامات کیے گئے تھے۔
امریکی میں زیادہ تر غیبات سٹیکس سے ہی اسکل ہوئی
ہے۔ تاہم ان لوگوں میں سے ایک بھارتی سٹیکس کی جس کی وجہ
سے امریکی میں غیبات کی قیمت آسمان سے ٹپکنے لگی
تھی اس کی وجہ سے میں نے بھی بیرونی لے کر امریکی
جانے کا فیصلہ کیا۔ روزانہ اس سے پہلے میرا دھندلا سٹیکس
تک ہی محدود تھا۔ یہاں تک کہ وہ بولنے کی وجہ سے امریکی میں
غیبات کے جوڑ بڑھ گئے، وہ کسی بھی غیبات فرد کی
لیے عامہ شخص سے بھی میں نے پھیل کر کرتے ہوئے
غیبات لے کر جانے کا فیصلہ کیا تھا۔

"پول سوز؟" اس کی بات سن کر میں نے حیرت
بھری نگاہ سے دیکھا۔ "مگر اس طرح تو یہ سطر خاصا طویل اور
دشوار گزار ہو جاتا اور پھر غیبات کا ٹیکہ دھروا کر تو یہ سطر
مزید مشکل بن جاتا۔ اس کی بھاری اور سختی ہے۔"

"اس بارے میں تمہاری معلومات بالکل درست
ہیں۔ مجھے بارڈر پار کرنے کے لیے تقریباً پندرہ کلومیٹر کا سفر
کرنا تھا جس میں تقریباً پانچ کلومیٹر بھاری علاقہ اور پانی
میدانی علاقہ تھا۔" راج نے بھی لہجے میں جواب دیا۔ "مگر
کاؤی پر غیبات لے کر جانے کا بار بار یہ خطرہ تھا۔ کیونکہ ایسے
رستے جہاں سے گاؤں گاؤں کو گزرتے تھے ان کو کوئی سے چیک
کیا جاتا تھا جبکہ پول چول کرتے ہوئے سرحد کی جانچوں کی
تلاشوں سے بچا جاسکتا تھا۔

"امریکی اور سٹیکس کو سرحد کی علاقہ خاصا طویل ہے۔
سارے علاقے پر نظر رکھنا ممکن نہیں ہے۔ بھاری راستوں
تک تو ہماری بات سمجھ میں آتی ہے مگر مکمل میدان میں تو ہم
دور سے یاد رکھ لے جاتے۔" میں نے ایک بار پھر مکمل کلائی
کرتے ہوئے اسے استفسار کیا۔ "جہاں تک میری معلومات ہیں
میں نے سٹیکس سے امریکی داخل ہونے کے لیے سب سے خطر
رستہ دیا ہے جہاں تقریباً پانچ کلومیٹر طویل مکمل میدان
واقع ہے اور پھر سرحد کی جانچوں کے پاس میں نے دور میں
بھی موجود ہوتی تھی جو رات کے اندر میرے میں بھی کا راکہ
ہیں۔ تم نے سرحد پار کرنے کے لیے اس راستے کا انتخاب
کیوں کیا یہ بات میری سمجھ سے بالاتر ہے۔"

"میں نے موسم کا کردار دیکھا ہے وہ میرے
دوست۔" راج جیسی غیر لہجے میں بولا۔ "ان لوگوں میں امریکی اور
سٹیکس کے سرحد کی جانچوں پر مشدہ بار بار تھا۔ وہ دھند
جیچہ پچے سے لے کر تقریباً دو دن تک پوری شدت

میں چار بچے تھے میرے چار بچے اسے سڑکا آغاڑا۔ چند گولیوں کا سڑک کر کے ہی بچے اندازہ ہو گیا کہ اتنا خون اٹھا کر سڑک کے کنارے ایک جاں نسل کام ثابت ہو گا۔ پھاڑی راستوں میں اتنا زخمی آگے آتے رہتے ہیں اور جرحاتی چھڑتی وقت خاموشی سے طرف ہوتی ہے۔ میری سانس میں پھان شوروں ہو گئیں گھر میں نہت کرتے ہوئے اپنا سر چھاری دکھا۔ کچھ بچے کے قریب اندھرا چھایا اور آلودہ دھندلے ہر نئے کو اپنی لپیٹ میں لیا شوروں کر دیا۔ میں راستے میں صرف ایک بیک بکھ دیر کے لیے ٹکا کر اپنی بے تحشہ سانسیں بحال کر سکیں۔ اس کے بعد میں نے سسکل آگیا سڑک چھاری دکھا۔ بچے کے قریب دھندلے آگے شہت اختیار کر لی کسی کمرے کے لیے چند فٹ آگے دیکھ پانچ ماہ کی بچی نہیں رہا تھا۔

میں اب بھی کچی پھاڑی راستوں پر ہی بوجسز تھا اس لیے بہت مشکل کر آگے بڑھ رہا تھا۔ میں جانتا تھا کہ میرے اطراف میں بعض جگہ گولی کھاتیاں بھی موجود ہیں۔ میری ذرا سی کھلی کھلی کھسے موت کی مین گھرائیوں میں سسکل سسکی۔ کسی بھی پلے پلے ٹھوکر بھی لگ جاتی تاہم کیونکہ میں احتیاط سے چل رہا تھا اس لیے کسی بے چارے سے محفوظ رہا کسی گھٹے کے تو اترو سڑک کے بعد میں نے پھاڑی راستہ نہ کر لیا۔

اب میں پچیس میدان میں تھا اور میری مصلوبت کے مطابق یہ میدان پانچ چوکو بیڑے سے زیادہ طویل نہیں تھا۔ میں اپنے سڑک ایک بڑا حصہ لے کر چکا تھا۔ اب کاسالی تھو سے زیادہ دوری پر نہیں گئی۔ میں نے تیزی سے آگے بڑھتا شوروں کر دیا۔ مجھے اس کا کیا اطمینان تھا کہ شوروں سے راستے پر گھوڑے ہوں۔ ورنہ اس دھند میں جہاں چند فٹ سے آگے بڑھ کر دھائی نہیں دیتا تھا۔ راستہ کھٹکے کا قوی امکان موجود تھا۔ اگرچاہے میں اندازہ سے آگے بڑھ رہا تھا۔ گھر کے لیے کسی مشکل راستے پر جا رہا ہوں۔ اس وقت تک کے لیے کاروبار نہ رہے تھے کہ آلودہ دھندلے سے کچھ کھالے کوکل اپنا تھا۔ میں جانتا تھا کہ اس پاس کھلی اس کی سردی چیک پوسٹ کی واقع ہوئی کہ اگر موسم ہوتا تو شاید تک دہ دھچک بھی گئے ہوتے گھر اس دھند میں یہ کچھ نہیں تھا۔ یہ وعدہ کیا طرح سے مجھے اس وقت اہم کر رہی تھی۔ میں گویا اس کے پیچھے چھپ کر آگے بڑھ رہا تھا۔ اگرچہ اس موسم میں راستے کا کچھ نہیں تھا۔ میں مشکل کا سامنا تھا تاہم میں اسے جان سکتا ہوں دالے دھندلے ٹھیلوں کو دیکھ کر مجھے اندازہ

چنگیز ختم ہو دو جاتی ہیں... مگر اپنے پیچھے ان گنت داستانیں چھوڑ جاتی ہیں... جنگ کی لمحات نہایت دردناک اور فیصلہ کن ہوتے ہیں... اوسے یہی فیصلے کن لمحوں کا اختتام جب اپنی زندگی بچانے کے لیے دوسرے کی موت از حد ضروری تھی... چونکا دینے والے انجام کی دردناک کہانی...

خوف وزیر بیت کی فضا میں مائل لیے دالوں کا گھٹن احتقان.....

دشمن

وسیم بن اشرف



اور بارود کی بارش میں تیزی آتی جا رہی تھی۔ دری تپکن اور فری اسٹیلز کے درمیان جلی اس جنگ سے آکر لینڈ کے ٹوکروٹ شرو کی لپیٹ میں مل گیا تھا۔

☆ ☆ ☆

جس مکان کی چھت پر بڑی نے تپکن سنیں رکھی تھی، وہ بلی کے قریب تھا۔ بڑی نے رائل کونیا جرات میں سامتی رکھا ہوا تھا۔ اس کے پاس ایک چوٹی زور دیتی تھی۔ اس چوٹی زور دین میں اندھیرے میں کسی دیکھا جا سکتا تھا۔ طاقتور رینگ کا سسل چلوں میں اس زاہوا تھا اور تیز رفتار گھر کے ساتھ چڑھنے کے گور میں موجود تھا۔ دیکھ کر بڑی نے ایک مضبوط تھیلے میں ڈال کر دو چوڑا سا تھیلہ لگا دے۔ کچلی کچا زیادہ صاحب ہو گا، مضبوط ڈوری کے ساتھ کمرے سے باہر نکلی۔ وہ بڑے حالات کا سامنا کرنے اور بڑے پائے کی کل تیزی کے ساتھ چھت پر مہمراہ لیے لپٹا تھا۔ اس لیے لینے لینے کا سا زیادہ جلا اور چھت سے نیچے

گوگیوں کی خوشترت اور دھماکوں کی گونج تھوڑی سے لپٹے حاجت کھن گولے... جانتا تھا رنگ سے بھر پور دھت پکلی ہوئی تھی۔ شہر میں اس کی کار کا گار۔ انسان انسان گئے بھی گئے کہ دھند میں جان بھانے کے لیے چھپ گئے تھے۔ سڑکوں پھولیں، بازاروں میں ہو گا عالم تھا۔ کسی نامی کا عالم ہوتا کہ کسی کرنے کی اور کسی سٹائی دیتی اور کثرت رنگت اور دھماکوں سے کانوں کے پردے سے کھن گولے ہوتے تھے۔ جن کا سرور اپنی تازت دھن کی گھڑی لیے آخری جنگ دکھا کر دور رہا بے گئی (آکر لینڈ) کے کاروں میں کم ہو چکا تھا۔ بادلوں سے جھانکا جانے اور کھل کی خوفناک تہ کی بے سہے طور پر تیز رفتار تھا۔ رات اپنا دکان سے پکڑے تھے اور میرے پسے لپیٹ دی تھی۔ ڈی ٹی بی مکان کی چھت پر بڑے کتا اندازوں سے لپٹا لٹا کٹے والے کات پر گور کر رہا تھا۔ رسول راک کے دن تھے۔ جن جوں اندھیرا اپنے چن پکڑا رہا قاتلوں آگ

انجانا کھیل

امجد حادیہ

بعض اوقات چلتے چلتے زندگی میں اچانک ایسے موڑ آجاتے ہیں... چوبندم اصل راستے سے ہٹ چکا ہوتا ہے... مجبوریاں اسے ابھی کے غلط راستوں کے انتخاب پر مجبور کر دیتی ہیں... جبکہ ہر لمحہ اس کا ضمیر اگستا ہے... ملامت کرتا ہے کہ وہ نائب ہو گئی راولپنڈی... مگر یہ ضمیر اور مجرم اپنے مفادات کے لیے اسے ناکردہ جرائم میں ملوث کرتے چلے جاتے ہیں... ایک ایسے ہی نوجوان کو پیش آنے والا حادثہ جس نے اس کی زندگی کو آنے والے دنوں کو یکسر بدل ڈالا...

جائے انجانے میں شروع ہونے والے جرم کے کیل کے اتار چڑھاؤ.....

رات کے پچھلے پہر چلنے والی سرد ہوائ چار ہی تھی۔
خرم گھٹتے ہوئے دماغ کے ساتھ اپنی سوچوں میں گم لانا میں
بیٹھا تھا۔ کئی روٹیاں میں وہ اندر سے ہی کا حصر لگا رہا تھا۔
وہ یوں بیٹھا ہوا تھا جیسے سو مئی سے نہیں، ہر طرف سے بے
پردا ہو چکا ہو۔
وہ آج شام ہونے والی اپنی انتہائی ذات و رسوائی
برداشت نہیں کر پاتا تھا۔ اگر ایسا ہوتا ہے کہ انسان کو اس
کی اپنی ہی بے وفائی کے باعث ذات و رسوائی کا سامنا کرنا
پڑتا ہے لیکن اس ذات و رسوائی پر غلامانہ طور پر مسلط کر دی
جائے۔ اپنے ذمے سے فائدے کے لیے دوسروں کو گریب کر
دیکھ دیا جائے۔ حسد کی وجہ سے دوسروں کو نیچا دکھانے کے
لیے ہر ایک کو دیا جائے۔ ایسے میں سے کسی کے ساتھ فہم
آگت ہی نہیں، قہر جین جاتا ہے۔ کبھی خیر بھری آگت اس
وقت خرم کے اندر لاکھوں کے اندر ہوتی ہے۔ دوسری کبھی نہیں
سکھتا کہ ایسے حالات کا بھی سامنا کرنا پڑ جائے گا۔

جاسوسی ڈائجسٹ ﴿232﴾ فروری 2018ء



خوش تھے۔ خوابوں، میڈیوں، ایسکوں اور توانائی سے بھر پور
تھے۔ دوسری کبھی نہیں گئے تھے کہ ان کے ساتھ یوں کسی کو
سکا ہے۔

دو سات دوست تھے۔ ہاشم، ایمان، ولیہ، ارسلان،
میرب، ملائکہ اور وہ خود۔ یہ یونیورسٹی کے دنوں میں وہ ایک
دوسرے کے دوست بننے چلے گئے۔ ان دنوں روٹی کی وجہ
میڈیکل تھی۔ بہت سارے خوابوں کے ساتھ انہوں نے اپنا
ایک میڈیکل بیڈ بنانے کا سوچا تھا۔ ایمان اور ولیہ کنار
بجائیے تھے، ہاشم بہت اچھا لڑام بھال تھا۔ ملائکہ کی یورڈی
امیر کی۔ اس کے والد شہر کے معروف بزنس میں تھے۔
ارسلان کے والد کی دور میں مشہور سوسائٹیوں کے ساتھ
کام کرتے تھے۔ اس لیے ارسلان کی کھلی ہی سوسائٹی
میں بہت تھی۔ ارسلان اور میرب دونوں اچھا لڑام بھال
تھے، ان کی آواز بھی بہت نرم تھی اور وہ خود انجیل لڑام
آلات میں مہارت رکھتا تھا۔ وہ بھی مختلف طرح کے

جاسوسی ڈائجسٹ ﴿233﴾ فروری 2018ء

بک کر لیا گیا شیر بھر میں چند امیر بگیوں پر ہورنگ بھی لگ گئے۔۔۔ اور بہت سارے لوگوں کو قاعدہ ہو بھی کر لیا گیا۔

اسی بیٹلی میں ان دنوں تیزی سے مقبول ہونے والی فلم دی وی اسٹار ساڑھو کا نام بھی شامل تھا۔ اسی کی خاص پر فائز کسی بھی سر پرگرم کے لیے حوام کو بخش کر دی تھی۔ حتیٰ اخبار کی اسی میز پر شو کو اہمیت دے رہے تھے۔ سب کچھ ٹھیک خاک بھل رہا تھا۔ پر گرام سے دو بٹے پیلائے ایک ایک خبر سے نکل لائی۔

”خبر ہی ہوتا سیٹھ دیوڑ والا۔“ ابھی سے منگھ خیز اعانہ میں بچھا تھا۔

”ہاں یولو۔“ اس نے نقل کیے۔

”جانتے ہیں سہنا نام نے ہمارے علاقے میں، ہم سے پہلے غیر اتار پڑا پر گرام کو رکھ لیا۔ یہ کیا کر رہا ہے؟“ اس بار سے سسٹرواڈے والے کچھ میں پچھا تو خرم نے خود پر ہار کھتے ہوئے کہا۔

”میں سمجھا نہیں کہ کون ہو اور کیا کہتا چاہے ہو؟“ خرم نے پچھا۔

”ہاں، تم میں نہیں جانتے، یہی تمہارا قصور ہے، ہمیں جانتے ہوئے تو پہلے ہی سے اجازت لینے، خیر، اب بھی اجازت نہ سکتے ہو۔“ اس بار سے کافی حد تک تنبیہ کی گئی۔

”اجازت؟“ میں سمجھا نہیں، میرا مطلب ہے تم کسی سرکاری دھنگے سے ہو جس سے ہم نے اجازت۔۔۔۔۔ اس نے پچھا جاتا ہوا دوات کاٹنے ہوئے جھوٹکر بولا۔

”مگر فوراً کہیں۔ اس علاقے میں ہمارا راج ہے جو چاہے ہیں دی ہوتا ہے اور تم ہو کر نہ بنائے گا پر گرام کر رہے ہو۔“

”مجھاتم سرکار ہو، تمہارا راج بھی ہوگا، یولونوں کر کے گا مقصد کیا ہے؟“ خرم نے سید کی بات کرتے ہوئے پچھا۔

”تم میں نہیں جانتے ہو، اس لیے تم تمہاری بے فکری معاف کرتے ہیں مگر اجازت پھر کی لینا ہوگی، تمہیں دلا کہ دہے تم کب بچائے نہ گئے۔“ اس نے پھر اسی سسر بھرے لہجے میں کہا۔

”یاد تم چوٹی کی ہو، ایسا لانا انہیں نہیں ہوتا، کیوں دماغ خراب کرتے ہو۔ ان کا تم کو۔“ اس بار خرم نے اُسے جھڑک دیا۔

جاسوسی ڈائجسٹ ﴿234﴾ فروری 2018ء

”تو پھر جو چاہتے ہو وہ وہیں مکہ موصلا“ اس نے مذاق اڑانے والے انداز میں کہا تو خرم سخت لہجے میں بولا۔

”میں یاد رہے جو ہو سکا ہے کر لیا۔ آئندہ خوں من کر نہ آئے۔“

”بہت پچھو گئے۔ ہاں اگر سمجھ آجائے تو یہی خبر پر کال کرنا، ہمیں تیاروں کا کہہ لیاں رقم پچھائی ہے اور ستر ہزاری اس کے ساتھ دھکی کے بعد اب رقم ہے جس میں لاکھ۔ یہ کہہ کر اس نے فون بند کر دیا۔

خرم پھر ان اسی فون کال کے بارے میں سوچ رہا۔ اس نے اپنے کسی ساتھی کو اس دھکی کے بارے میں بتایا۔ اس کا تیار ہونا خیال تھا کہ اگر اس نے فون کال کے بارے میں انہیں بتایا تو خوں من سے ان کا دھیان ہٹ جائے اور وہ بہترین پر فائز کش دے دے سکیں۔ اسے یہی خیال تھا کہ سوامند ہوتے ہیں وہ میں سے کسی نے انہیں دسرب کرنے کے لیے تمنا کی ہوگی۔۔۔ وہ کہتا تھا کہ سوامند اس کی وجہ ہیں۔ ان سے خبر کی توقع نہیں ہوتی انہیں غلام اور کرد تباہی سب سے اتفاق ہوتا ہے۔ اس نے بھی سمجھا کہ اس کے اور کوئی کامد ہوگا۔ جیہ روشت نہیں کر رہا ہے۔ سو اس نے اس فون کال کو پھر اعانہ اڑا کر پر گرام کو کہہ لیا کہ بتائے میں کیا کیا۔ مگر اس کے دماغ میں یہ کال دی۔ اس نے اپنے تلفذ ذرائع سے معلوم کرنا چاہا۔ چند ایسے دوستوں سے ایک باخبر دوست کے لیے پراس نے خبری خبر سے کال اڑی وہی وہ خبر کس سے دے دیا۔

پر گرام سے چند دن قبل اسے بتا چل گیا کہ یہ کون لوگ ہیں جس سے یہ جتنا کلمہ ہے ہیں۔ وہ فخر میں خود فٹنوں کا ایک ٹیک تھا جس کا سرفراز سماج پر ہوا جو وہ جتنا لینے کے علاوہ کسی اور سے جرائم میں ملوث تھے۔

اس کے دوست دجائے تھے اسے بتایا کہ سماج پر ہدی اور اس کی گھنٹہ خور کھوٹ کر ٹیک ہے جو پوسٹ کو مطلب ہے۔ اس لیے سماج پر ہدی اس لیے لٹا ہے بدکار بتا ہے۔ دوست نے اسے سماج کے تین چار فکڑوں کے بارے میں بتا دیا اور شہر دیا کہ وہی خیر ہو اسے والے گاؤں کے ایک ٹیک میں رہے۔ وہاں جا کر اس نے اجازت مانگ کر اور دست دھیر دے کر جسے کی رقم میں کی کر دانی کی کوئی کرو۔ خرم پریشان ہو گیا۔ پریشانی اس کے مکمل نہیں تھی۔ اب وہ دوستوں کو بتاتا تو کسی پھونکس ہو سکتا تھا۔ اس نے سب کچھ دقت کے ساتھ کر دیا۔ ملا لاکھ اس کے دوست نے

وضاحت سے بتایا تھا کہ سماج پر ہوتا ہے دی کرتا ہے۔ اگر اس نے کہا ہے کہ یہ کیا نہیں جو سوا فخرم چاہتا ہے تو وہ اس پر کل کرے گا۔

پر گرام والے دن ان کی توقع سے بھی بڑھ کر لوگ آئے تھے۔ ہاں بھر گیا تھا۔ انہوں نے پہلا گیت چھیڑا تو بال سے جتنا تھا حوصلہ افزائی ہوئی۔ لیجان اسٹنڈ پر سے تھے۔ انہوں نے بہترین پر فائز کش دی کی۔ دو تیرا گیت تھا، لوگ خوش سے بہم دے رہے تھے۔ لیجان اسٹنڈ پر سے دی گئی تھا۔ ایسے میں اپنا کمانچ پر لٹا لٹا اسے اور خال بولیں گے نہیں تھے۔ اسی دوران اپنی میں ایک کچھ لکھ کر ہاں میں گھڑ کر گئی۔ کچھ لوگ اس پر چڑھ گئے۔ انہوں نے تیار چھیڑا اور دو ڈوبے۔ اگر سسر اور کوڑا۔ دوسب انہیں جاب میں جا کر کمانچ سے بھاگ گئے۔ چند من میں اس قدر افراتفری مچی کہ انہیں کبھی نہ آسکے خود پائے میں چلے اور تھا کہ اپنا کمانچ ہو گیا کیا ہے۔ وہ موسیقی کی لائٹ ڈرہے رہے تھے۔ اس کے ساتھ جس کا دل کر تا ان کے کئے چھیڑ بھی چڑھ دیتا۔ وہ خود برقی آلات بچا رہا تھا دو چار افراد اسے بھی مارنے لگے۔ اسے یہ بتا ہی نہ چلا کہ کون مار کر چلتا ہے۔ اس کے کپڑے پھٹ گئے۔ بدن سے تیس تیس اٹھ دی تھیں۔ دوسب کچھ ہو گیا جس کا انہوں نے قصور بھی نہیں کیا تھا۔

دوسب جان بچا کر کمانچ آگئے تھے۔ پہلے تو ان کا پلان تھا کہ یہاں آکر پر گرام کے کاماب ہو جائے گی خوشی حاصل کیے گی لیکن اس وقت وہ دلت میں ڈوبے اپنی بہن کے ساتھ کچھ دیر لڑائی میں پھنسے۔ یہ کہہ کر اپنا تہوہر بھینک کر جاتا تھا کہ یہ سب کی کوئی ہے کیا ہے۔ یہ سب اور ملا لاکھ میں گھر دیں گے۔ بھینکے چلے گئے۔ وہاں میں آہینا۔ تیسیں ایور دور کی لہریں آئے اذیت دہر بھینک کا احساس دلا رہی تھیں۔ اس کے شوق کی سوگندیں وہ خود کوئی قدر نہیں لگتا تھا، اسے اپنے آپ سے شرم آ رہی تھی۔ وہ دھڑو پر قابو نہیں پا رہا تھا۔ اس سے اپنی دلت برداشت نہیں ہو پاری تھی۔ ٹھنک دوا کی ایک تہلہ سے اس کا جود کپکا اضافہ۔ وہ اٹھ اس کا راناغہ خوں من میں کچھ سوچا اور الٹ گیا۔ وہ اپنے کمرے میں گئی۔ ٹھنک دوا کی دلت سے اس میں سے پھل نکلا۔ اس کی میز پر دیکھا، ساتھ میں اس پر ایک میز پر اٹھایا اور پلٹ کر باہر آ گیا۔ پھر جس میں اس کی بائیک کڑی کی۔ وہ اس کی جانب بڑھا۔

جاسوسی ڈائجسٹ ﴿235﴾ فروری 2018ء

انجانا کھیل اسے باہر نکالا۔ اسے پورچ سے باہر نکالا۔ انجانا کھیل کو لگا کر دیا۔ وہ بائیک پر بیٹھا اور تیزی سے بھاگ چلا گیا۔ راست کا آخری شہر پر ہوا تو گھٹا۔ وہ بائیک بھاگتا ہوا جا رہا تھا۔ وہ سسر کے علاقے میں آ گیا تھا جہاں ان کا دلتا تھا۔ وہاں بہت سارے ٹھکے بن چکے تھے۔ وہ اس کا دلتا میں گر گیا۔ اس نے سماج پر ہدی کا ٹھکانا معلوم کر لیا تھا۔ سماج پر ہدی کی طاقت یہ بھی کہ سسر کا سب سے بڑا برسی میں میں دلتا تھا۔ اس پر ہاتھ رکھتا تھا۔ اسے پوسٹ کا کوئی خوف نہیں تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اگر پولیس کے پتھر کی لیا تو کچھ دیر بعد اسے چھوڑ دیا کی جیوری ہے۔ لہذا ہر اس کا سامنا کرنے والا کوئی نہیں تھا سوائے خلاف سیاست کے کھڑے سب سے بھڑک گیا کہ۔ اسے پوسٹ سے زیادہ بھڑک گیا کہ غم نہ رہتا تھا۔ ان دنوں سماج پر ہدی جس کو قصیر دھڑکھٹک رہا تھا، اس کے لیے جیوری میں بھی مل رہا تھا۔ خرم غم میں آ جا تھا۔ کچھ دیر ٹھنکے اور دیکھنے کو اپنے بھوٹے میں آ گیا۔ بائیک چار دیواری کے ساتھ کڑی۔ پھر پھل کلاں کر اڑھ اور دھڑک کر بائیک پر چڑھا اور ٹھکے کے اندر کود گیا۔

پھر جس میں چار دیواری بھی ہوئی تھی۔ ایک فیس اس پر بڑا سو رہا تھا۔ اس کے قریب ایک لکھی پڑی تھی۔ اس کے سر ہانے ہی ایک مارچ کی رنگی تھی۔ وہ بے آواز قدوس سے اس کے پاس آ جا تھا۔ وہ چوکیدار تھا مگر بے خبر سو رہا تھا۔ خرم نے ہانے کے پاس چائیاں تلاش کر کے اس کی کوٹوش کی، چند لمبے ہاتھ سوار اتار دیا پھر کچھ دیر کے جاگ جانے کے باعث پیچھے نہیں گیا۔ وہ غراؤناہ کا خوشیوں چاہتا تھا۔ اس نے پہلے اپنا دروازے پر کوٹوش کر کے کا سو پیا۔ وہ دروازے پر کھل کر اس کی بٹ بٹھا کر بٹھا کر آواز ڈال دیا کھٹا چلا گیا۔ چند لمبے کک کر کہ اس کی پھر اندر آواز دیا ایک کمرے میں لائٹ روشن کی۔ اس کی بیٹی رہتی پر جانب ہوئی تھی۔ خرم کچھ دیر کھل کر سوچتا رہا کہ کیا کرے۔ اوپر کی جانب بیڑیاں چار دیواری میں۔ سماج پر ہدی وہیں رہتا تھا۔ خرم نے خوف تھا کہ اس کے علاوہ ہاں کچھ اور بھی ہو سکتے ہیں۔ جیسے سماج پر ہدی اس کے دماغ میں آیا، اس کے اندر سے ایک شہ بھر لہریں۔ وہ تیزی سے بیڑیاں چڑھتا چلا گیا۔ اس کے سامنے چار دروازے تھے۔ ان میں سے ایک میں سماج پر ہدی ہو سکتا تھا۔ وہ دے دے پاؤں آگے بڑھا اور پر دروازے سے پرانے گا کر ٹھنکے۔ اس پورچ سے اس کے سامنے پورچ میں دسے قدوس پر کچھ لگا بھی

”فحک ہے، جسہیں چرٹ زیادہ تو نہیں گی؟“ انکھڑ
 سلام نے پوچھا۔

”نہیں دن نہیں نکلا، ہائی؟“ وہ کہتے کہتے کرک کا
 انکھڑ سلام نے سر ہلاتے ہوئے اسے جانے کا اشارہ کیا۔
 پائیس کے سنے لے اپنی کارروائی مکمل کی اور دونوں لائیں
 پست رائم کے نیچے اندر دریں۔

انکھڑ سلام ہمارے پر داؤ پڑا گیا۔ قاتل کے
 جانے ہوئے اسے بھی چار کا لڑا گیا جس کی قاتل کو جلد از
 جلد واروٹ لیا جاتا ہے۔ اسے قاتل سے پہنچائی کر کے قاتل کی
 حکومتی پادری سے قتل دیکھنے والے سیاست دان اکرم
 چوہدری کے آنے کی اطلاع دی۔

”اکرم چوہدری صاحب کو میرے پاس بھیج دو۔“
 انکھڑ سلام نے اپنی کمر سے بیٹھے ہوئے کہا۔ اس کے
 چہرے پر تا کواری کے خزاںات دیکھے جاسکتے تھے۔ لیکن
 جب اکرم چوہدری آیا تو اسے اٹھ کر ملا ٹھیک سلیک کے
 بعد اکرم چوہدری اپنی اصل بات پر آیا۔
 ”جینی جلدی کو سامنے کے قاتل کو واروٹ نکالو۔“
 وہ ایک کمرے کو، جوہر سے انکھڑ کے چہرے کو دکھا،
 نکھار کر گھاس گھاس کیا اور بولا۔ ”سامنا جانا بہت غاص بندہ
 قاتل۔ اس سے بھڑھادی کرک ٹوٹ گئی ہے۔“

انکھڑ سلام نے اسے جھین دلا کر جینی جلدی مکمل ہوا
 وہ قاتل کو کھڑا کر رکھ بیٹھے کے دم لگا۔ اور اپنی پوری
 کام کے اس کے وقت کر دے گا۔ اکرم چوہدری اسے
 جانے سے ہی تکیا کر تا رہا۔ اس کے سنے لے کا اشارہ دیا تھا
 کہ جیسے کہ انکھڑ سلام نے سامنے چوہدری کے قاتل نہ
 پکڑے تو وہ انکھڑ کو ہی کر دے گا۔ اس کے سامنے کے
 بعد انکھڑ کے چہرے پر بھڑھادی کرک ٹوٹ گئی۔ اسی
 وقت اس کا اسسٹنٹ قاتل کر کے سامنے دیا ہوا۔ انکھڑ
 نے اسے بیٹھے کا اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔

”نہ سامنا کی لائیں زیادہ ایک بائک جسے قاتل تلاش
 کرنے کے لیے سامنے لیا ہے اور اسے کسی کار کا بھی اس اور یہ
 اکرم چوہدری کسی اس سٹیلے میں آیا تھا۔“ اسسٹنٹ قاتل
 نے کرک بیٹھے ہوئے بائک کی طرف دیکھا۔ اس کے
 چہرے پر غصے کے آثار دیکھ کر انکھڑ سلام نے اصرار
 بھرے لہجے میں کہا۔ ”مجھے انا دوسرے بھڑھادی کرک سے
 دو۔“

”دو شہر کا سب سے بڑا لڑا تھا۔ اب شہر میں عجیبے
 بھڑھادی سب سے بڑا دھماکا ہے۔ آپ چنگ کر کے گئے

ہی پھول پڑا ہوا تھا۔ ای طرح بڑے پر ایک لڑکی لائی تھی،
 اس پر کسی چوہدری اور بڑے پر خون ایک تک جانیس تھا۔
 دو جوان لڑکی اس کے لیے کواں خون ہوا تھا بڑے کے
 خون کا تالاب ساین کیا تھا۔ جب وہ لاشوں کو دیکھ چکا تو
 اسسٹنٹ قاتل آگے بڑھا اور سب لہجے میں بولا۔
 ”مرو، دونوں ایک ہی پستل سے کیے گئے ہیں جس
 سے یہ اشارہ لگایا جاسکتا ہے کہ قاتل ایک تھا۔ ہمارے
 اندازے کے بقول قاتل چوہدری کرک رہا ہے۔ اس نے ایک ہی
 بندے کو دیکھا تھا جو بیڑیوں سے چھانک کر لگا کر گرا
 اور اسے ڈی کر کے بھاگ گیا۔“
 ”چوہدری کہاں ہے؟“ انکھڑ سلام نے سکون سے
 پوچھا۔

”دو دوسرے کمرے میں پڑا ہے، ابھی ملاتے ہیں۔“
 قاتل نے کہا اور ایک بائک کو اشارہ کیا۔ انکھڑ سلام
 کر کے گاڑا لہنے لگا۔ کہیں کسی اتفاقی کو دکھائی نہیں دی
 گئی۔ اس کے ذہن میں خیال پڑا ہوا کہ جو کوئی بھی
 قاتل تھا اس کا مقصد راکٹیں تھا، وہ آیا اس نے کسی کا
 اور انہیں جل دیا۔ جب تک چوہدری نہیں آتا، وہ یہ سب
 نکھار کر بیٹھے دو آیا تو انکھڑ سلام نے اس کا جائزہ لیا۔
 وہ اوپر گھبرا کر بندہ تھا۔ اس نے چوہدری کو کمر سے پاؤں تک
 دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”تم نے کیا دیکھا؟“
 ”تم سب سنا رہا ہو۔۔۔۔۔“

”تم سوسرے تھے، مضطرب ہو چکا اور پھر اوتا ہے؟“
 انکھڑ سلام نے اس کی بات کا کٹر پوچھا دو لیا۔
 ”وہ چوہدری صاحب نے یہ لگے ہو کر سوجا کر کے
 کیا تھا۔ اس نے تو وہ دیکھنے کے ٹھکانے کی طرف اس کے
 بچھو دوست آنے والے تھے۔ اس نے کہا تھا کہ میں کاس
 رہا ہوں اب سو جاؤ۔“ چوہدری نے کہا۔

”کب سے یہاں ملازم ہو؟“ انکھڑ سلام نے پوچھا۔
 ”پچھلے چار برس سے۔“ کہتے ہوئے اس نے
 وضاحت کر دی۔ ”میں سیدو دھاد کا ملازم ہوں جن کا یہ
 بگلا ہے، جب سے یہ بگلا نہ پا ہے۔ جس سے میں سبکی
 ہوں۔ یہ سامنا چوہدری تو تقریباً پانچ ماہ سے یہاں ہے۔
 میں اس کا ملازم تو نہیں ہوں۔“

”وہ ادھما تم نے کیا دیکھا، مطلب کیا تھا وہ بندہ؟
 دوبارہ دیکھنے پر بیان لو گے؟“ انکھڑ سلام نے پوچھا۔
 ”جینی راکٹ تو نہیں ہے۔۔۔“

دوسری جانب گویا۔ اس نے تیزی سے اپنی بائک سیدھی
 کر اور اسے اسٹارٹ کر کے نکلا چلا۔ اسے پائیس چلا
 کر وہ تنہا وقت میں گئی کر کے آیا ہے۔
 ☆☆☆

فون کی تہل مسلسل جیتی جلی جاری تھی۔ انتہائی غاصی
 میں سامنا بیکل پر پھرے بیٹھے ہوئے سنے فون نے بیڑم
 ہی لٹاں چار دی گئی۔ انکھڑ سلام دو دیکھنے پہلے ہی سو گیا
 اس کے پیر نیڑے میں ہونے کے باوجود اس کی آنکھوں
 گئی۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر فون اٹھاے ہوئے فون کی
 باہر دیکھا جہاں اس کی رات کا اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔ اس نے
 کال کپ کر کے سے پہلے اکرم پر دیکھا، وہ نہیں
 اسٹین کے اس سے اسسٹنٹ قاتل کی کال گئی۔ اس نے
 وقت دیکھتے ہوئے خفا اور کواڈ میں کہا۔
 ”ہیلو کوئی بھر جیسی ہے کیا؟“

”ایسا ہی کھنکھ، سامنا چوہدری کل ہو گیا ہے، کسی نے
 اسے فائر کر کے مارا ہے۔“ قاتل نے تیزی سے رپورٹ
 دیتے ہوئے کہا تو انکھڑ سلام.... چنگ اٹھا اور پورے
 حواس میں آئے ہوئے پوچھا۔

”کہاں مارا؟“
 ”اس کے گھر، مطلب جہاں وہ آج کل رہ رہا تھا
 کے ایک بیڑم میں۔ میں وہیں سے بات کر رہا ہوں۔
 یہاں سامنا میں ایک لڑکی کی لاش بھی ملی ہے۔“ اس نے بتایا۔
 ”اوہ۔“ اس کے منہ سے سر راتے ہوئے نکلا، بھڑھادی
 بھر بھڑھادی۔ ”مجھے تک کہ مجھے میں غمزدادت کا جانے گا،
 جب تک تم ضروری کارروائی کرو۔“ میں آ رہا ہوں۔“
 ”اس سے کہتے ہیں۔“ اس نے کہا اور کال ختم کر دی۔

جس وقت انکھڑ سلام جائے وہ واروٹ پر پہنچا جب
 تک کہ کسی ٹیکسٹر روڈ میں ہر طرف جھیل گئی۔ وہ اپنی ٹیک
 پورے میں روک کر اس کی طرف میں کیا تو وہاں کال کا ٹیپ
 آئے۔ ”اس سے کہتے ہیں۔“ اس نے کہا اور کال ختم کر دی۔
 ”سورہ میں چم سے یہ کوا دھماکا پھڑپھڑا چیتا۔“ یہ کہتے
 ہوئے اس نے فائر کر دیا۔ وہ بیٹے پر گزرتے ہوئے۔ ”ختم نے
 دوسرا فون کیا اور انتہائی صرعت کے ساتھ وہاں سے نکلا۔
 وہ میڑھیاں اور رتا تھا کہ باہر سو گیا ہوا چوہدری اندر
 داخل ہوا۔ اس نے وہیں سے اس پر چھانک لگا دی۔ وہ
 پتے چھانے۔ ختم نے اس کا سر پکڑ کر فٹ پر پٹا دیا۔ اس کے
 ساتھ ہی وہ اٹھا اور باہر کی جانب بھاگا۔ وہ ٹیک کی طرف
 جانے کے بجائے اس کی طرف گیا جہاں سے کوا دھما ختم نے
 ساتھ ختم سے درخت کی دہلی کی اور چار دی گئی پر چڑھ کر

کر کے دیکھے، اس میں کسی بھی اسے کوئی غصہ محسوس
 نہیں ہوا۔ ایک کمرے سے آواز نہ آئی۔ سب۔ چہرے
 بعد اسے جھین ہو گیا کہ وہ اس کمرے میں ہے۔ اس نے
 تاب بٹائی کر وہ اندر سے بڑھتا۔
 خرم نے ایک لمبے کو سوجا پھر دیکھ دے دی۔
 اندر ایک غاصی جھانکی۔ اس نے پھر زور اور دیکھ۔
 تو اندر سے انتہائی غصے میں کال سیٹ آواز آئی
 ”کوئی ہے نہیں؟“

”نہیں، دو دروازہ کھلو۔“ اس نے دھب دار انداز میں
 کہا اور ساتھ ہی دھب دے دی ایک اندر پٹا چلا گیا۔ وہ
 صرعت کر کے ہول کے دو دروازے کی بھڑکی مکمل اور سامنے
 چوہدری کے جھانکنا، خرم نے زور دار دھمکائی کر دو دروازہ
 مکمل کیا۔ اس وقت تک سامنے چوہدری نے خرم کو دیکھ کر
 بچکان کیا تھا۔ اس پر نگہ پڑنے ہی وہ کیاں بیٹھے۔
 سامنے بیٹے پر ایک نیم پر بند لڑکی جیت سے اکھن دیکھی
 تھی۔ خرم کھانک کر وہ لڑکی اندر ایک رنگ اپنی سارا ہوا تھا،
 بھی اس کے پاس کوئی دوسرا نہیں ہے۔

”اؤٹے تیری کیسے گتے بڑی یہاں تک آئی ہے؟“
 سامنے چوہدری نے دانت بیٹے ہوئے صرعت سے کہا تو
 خرم نے کوئی جواب نہیں دیا، بیکل سیدھا کر کے اس پر
 فائر کر دیا۔ کوئی اس کے سینے میں ہی اور وہاں سے خون
 اٹھنے لگا۔ سامنے چوہدری کی آنکھوں میں جھرت مچی گئی۔
 اس کے ساتھ ہی اس کے سنے لے سے پٹ پٹ ہوئی۔ جب تک
 خرم نے دوسرا فائر کر دیا۔ وہ فٹ پر گر گیا۔ تیسرا فائر اس
 نے اس کے سامنے پر پل ٹوک مارا۔ وہ تپا اور وہیں
 ساکت ہو گیا۔ لڑکی کھلی آنکھوں سے اسے دیکھ رہی
 تھی۔ اس سے کہتے ہوئے ایک خرم نے اس کی طرف
 کیا تو وہ نہ کہنے کے انداز میں لڑنے لگی۔ اس کے سنے لے
 سے آواز نکلی۔ ”نہیں، میں تم سے رو رہی ہے۔“
 ”سورہ میں چم سے یہ کوا دھماکا پھڑپھڑا چیتا۔“ یہ کہتے
 ہوئے اس نے فائر کر دیا۔ وہ بیٹے پر گزرتے ہوئے۔ ”ختم نے
 دوسرا فون کیا اور انتہائی صرعت کے ساتھ وہاں سے نکلا۔
 وہ میڑھیاں اور رتا تھا کہ باہر سو گیا ہوا چوہدری اندر
 داخل ہوا۔ اس نے وہیں سے اس پر چھانک لگا دی۔ وہ
 پتے چھانے۔ خرم نے اس کا سر پکڑ کر فٹ پر پٹا دیا۔ اس کے
 ساتھ ہی وہ اٹھا اور باہر کی جانب بھاگا۔ وہ ٹیک کی طرف
 جانے کے بجائے اس کی طرف گیا جہاں سے کوا دھما ختم نے
 ساتھ ختم سے درخت کی دہلی کی اور چار دی گئی پر چڑھ کر

”تم نے قتل کی ہے؟“ (انکسٹر صادم نے پوچھا۔
 ”جی، کرلی۔“ اس نے دے دے کچھ میں کہا تو انکسٹر
 صادم اسے لے کر باہر چلا گیا۔ مڈی رات پر بعد ان کے نام
 سے کمرہ انڈیکس کی جانے لگا۔
 پولیس انڈیکس سے نکلے وقت خیران تھا۔ وہ بے بات
 اچھی طرح جانتا تھا کہ اس کا آگنا سامنا کیسے کیا رہے ہو تھا،
 وہ اسے بچان سکا تھا لیکن اس نے اپنا کیا کیوں نہیں؟ کیا وہ
 بھول چکا ہے؟ کیا اس نے جان پر جو گرتیں کیا؟ اسے کوئی
 خوف تھا؟ وہ سوچتے ہوئے اس نے اپنا سر جھک دیا۔ جو
 کبھی تھا، اس کی وجہ سے وہ کوئی خطرہ پر تھا کیا تھا۔

☆ ☆ ☆

رات کے دو بجے انکسٹر صادم نے کون کی گھنٹی بجی۔ اس
 نے کسلداری سے انکسٹر صادم کو اس طرف اشارہ کیا۔ دوسری
 طرف تائب کا تھا۔
 ”میں نے اپنا سر تین افراد قتل ہو چکا ہے۔“
 بے بات ہی صادم کی تیار آڑ لگی۔ اس کے ہی سے اس کا
 نظری سوال تھا۔
 ”کیسے قتل ہوئے؟“
 ”فائرنگ سے، گلا بلی سے دو دلوں طرف سے
 فائرنگ ہوئی تھی۔“ تائب نے بتایا۔
 ”اگے میں آ رہا ہوں۔ تم فحری لے کر نورا وہاں
 پہنچتے۔“

(انکسٹر صادم سوچ دا دات پر پہنچا تو جگہ کے تین جگہ
 سے تھے۔ اسے ایریا کے ایک کورڈ میں دو افراد کی لاشیں
 پڑی تھیں جبکہ تیسری لاش باہر دیوار کے ساتھ پڑی تھی۔ اس
 کی پیشانی میں سوراخ تھا۔ اس لاش کے پیشانی پر تائب کا
 اندر کا لاش باغی دو دروازے سے باہر تھی۔ اس کا
 پیٹ کھینچ کر دیا گیا تھا۔ دور سے دیکھ کر ہی اعجاز وہ جاتا
 تھا کہ اس پر کلاشنکوف کا برست مارا گیا ہے۔ تیسری لاش
 کورے کے درمیان پڑی تھی۔ اس کے پیٹ میں تین چار
 گولے تھے۔ صادم نے اندازہ لگا دیا کہ اس کی پینٹ پر کالی بڑا
 کثاف ہوگا۔ اس کے آنے سے پہلے انکسٹر صادم نے
 اس سے بات کی تھی۔ اس نے کہا کہ اس کی گولہ باری کی
 کی۔ تین لاشوں کو پست مارنے کے لیے کچھ دیا۔ باہر کی
 لوگ تپ ہو گئے تھے۔ جن میں خیران کوڑوں کے درباری
 بھی تھے۔ (انکسٹر صادم نے دائیں دیکھ کر گولہ کے
 درباری سے پوچھا جو کل سے ہی اسے اس طرف اشارہ کیا تھا۔
 ”کیا تم نے ملہا اور نہ دیکھا ہے؟“

☆ ☆ ☆

دو صبح جگہ بیدار ہو گیا۔ غم کا گھر اس کے سپنوں کی
 طرح پران ہو چکا تھا۔ اس کا خواب کبھی نہیں تھا۔ اس نے
 بڑی ہمت سے ”سینڈلز پینٹ“ بنایا تھا۔ اب کچھ نہیں رہا

تھا۔ گھر میں سوچنے کے ٹوٹے ہوئے آلات پڑے تھے۔
 اس نے سوچا ہے کہ وہی چورن کے لیے گاؤں چلے جانا
 چاہیے۔ مگر جو کچھ اس نے اس ارادے کو روک دیا۔ وہ پچیس
 سے ایک سال تک سکا تھا۔ خیران ہوا جانے کی صورت میں اس پر
 شک پختہ ہو جاتا۔ شانت پر پڑے ہیں سے بچ کر کھلے آئے
 کے وہ بہت بڑا عہدہ ہو گیا تھا۔ اسے لیکن ہو گیا تھا کہ سامنے
 اس کے کر کے داسے بہت ہو سکتے تھے۔ وہ ابھی کسی سے
 نہیں ملتا جاتا تھا۔ سارا دھکا باریوں کا تھا لیکن اس نے
 ہر بار ہند کر کے مال دیا تھا۔ وہ کوئی فیصلہ کر کے ہی ساڑھ
 اور اسے دوسرے دوستوں سے مل گیا تھا جانتا تھا۔

اب جو ہوا تھا وہ ہو چکا ہے۔ اسے تیز زندگی کی بھرے
 شرمات کر رہی ہے۔ وہ گلک نامور ہو گیا تھا جانتا تھا۔
 ایک بچکان بنا جاتا تھا۔ اس نے سترے سے پلان
 کر کے دوبارہ ”سینڈلز پینٹ“ بنایا۔ اسے گلاؤں کرنے کا سوا
 لیکن اسے اپنی اپنی گھنٹی نہیں تھا۔ اس کے ماضی کے بہت
 نہیں، وہی کسی گروہ پر بھی امید رکھتا تھا۔ اس کے ماضی کے بہت
 راست تھا جس سے وہ اپنی مصروفیت بنا سکا تھا۔ جس سے
 شاید پولیس کی نگاہ اس پر نہ پڑی۔ اس کا مکان تھا۔

وہ ابھی سوچ میں گویا ہوا تھا۔ اسے ہو گیا کہ احساس
 ہوا تو یاد آیا، اس نے کل سے کچھ نہیں کھا یا۔ وہ لیکن کی
 طرف چلا گیا۔ فرخ میں کھانے کے لیے کالی کچھ رکھا ہوا
 تھا۔ اس نے وہ اپنے لیے ہاتھ پاؤں دلائو ج میں چلنے کرکے
 کھا۔ اسے دھت وہ جانے کی بڑا تھا جب اس کا پیٹ بھریا
 اٹھا۔ اس نے دیکھا ایک انجی تھا۔ اس نے کال پر رسید
 کرتے ہوئے بھاگ گیا۔

”فرخ سلطان ہی بول رہے ہو؟“ دوسری طرف سے
 نسواں نے اس میں تھوکی سے پوچھا تھا۔ اس نے کہا۔
 ”جی، میں خیران کی بول رہا ہوں۔ میں آپ کو بچکان نہیں
 سکا؟“

”میں چشم دیکھ گیا وہاں سامنے کے قتل کی۔“ اس
 نسواں نے آزاد نے اس کا تعارف کیا کہ اسے کچھ نہیں اس کے
 کان سے قریب، ہم جھٹ گیا۔ اس کی زبان یوں گلک
 ہوئی کہ باہر جو شخص کے وہ ایک لفظ بھی بول نہ سکا مگر خود پر
 قابو پا کر رہی ہے۔

☆ ☆ ☆

”میں جانتی ہوں کہ تم نے سامنا کو قتل کیا ہے۔“
 نسواں نے آزاد کی اس کا ساتھ میں دوبارہ انہی تو اس کے خون
 کی دھن بھائی۔

انسان کا کھیل
 ”گوتم“ ہو؟ میں کسی سامنے کچھ نہیں جانتا۔“ اس
 نے دہری سے کہا تو اسے اپنے لیے کچھ کو کھانا صاف محسوس
 ہوا۔

”میں میں ایک تک نہیں جانتی تھی جان میں۔“
 لورن انعام میں کہے کے جواب میں پھر بھی سرگرم شامل
 تھا۔

وہ خاموش رہا۔ جتنی مصیبت تھی۔ اس کے ہاتھ میں
 چاہے کا کپ تھا۔ اس نے اسے اپنے دیکھ کر دیکھا جیسے اپنے
 لے بنائے والے کسی منصوبوں کو دکھا ہو جو وہ ”سینڈلز پینٹ“
 بنانے کا کام کیا۔ بنانے کے بارے میں ابھی چلے چکے
 بتا رہا تھا۔

”میں نہیں جانتا تم کون ہو، شاید تم نے راکب خبر لیا یا
 ہے۔“

فرخ نے غمیری ہوئی آزاد میں جواب دیا۔ جسے خود کو قتل
 دے رہا ہو گیا یا بھی ہو سکتا ہے۔
 ”میں خود بخود کرنا۔“ سرے پاس اسے اس کے
 عمل جوت ہیں۔ اگر میں بے کون کر میں اس کی گھنٹی شاید
 ہوں تو خلو نہ ہوگا۔“ موت کا کچھ دیکھ کر وہ سے شیشہ پیدا
 کرنے کے لایا ہو گیا تھا۔ فرخ اسے خوف پر قابو پاتے ہوئے
 منہ پر دلا۔

”گوتم“ اسے خود اپنی آزاد ابھی سی محسوس
 ہوئی۔

”میں جو بھی ہوں، بتانا ضروری نہیں سمجھتی۔ سبھی کو نہیں
 تہا میری دوست ہوں، اگر میں ہوئی تو مرنا سے جوت نہیں
 انڈیکس پہنچاؤ گی۔“ نسواں نے آزاد میں رکھنا ان سے واضح
 محسوس کیا۔

”میرے پیچھے بڑی بڑی ہوئے کچھ کچھ میں نہیں
 آ رہا ہے کیا کہہ رہی ہو۔“ اس نے منہ پر انعام میں کہا۔
 ”تم نہیں سمجھیں انو گے۔ پہلے اپنی بات کی چال کی کے
 لیے کچھ جوت تمہارے خون پر بیچ رہی ہوں۔“ فرخ سلطان
 کا زبان ناف ہو رہا تھا۔ اسے کچھ نہیں آ رہی تھی، یہ جتنی
 مصیبت اس کے گلے پر لگی تھی۔ اس کی سونج بھر کر گئی۔
 ”گوتم سے جوت؟“

”نیت آن کر کے خود ہی دیکھ لیا اور ہاں زیادہ
 پریشان نہ ہو، یہ جوت کسی صرف میرے پاس ہیں۔
 اچھا لکھنا ہے۔“ یہ کہتے ہوئے اس نے کالی بند کر دی۔
 فرخ کا زبان غالی ہو چکا تھا۔ وہ اپنے صحن کی طرح تھا جو
 زوب رہا ہو۔ نہ جانے وہ کئی دیر یہی بیٹھا رہا۔ بے

میں، ہے حرکت، ہے مرد سامان وہ خود کو قید محسوس کرنے لگا۔ نہ جانے کتنی درپیک وہ ایسے ہی خاموش غالی غالی زندگی کے عالم میں بیٹھا رہا۔

وہ وقت نہیں گزرا تھا کہ اس کے فون پر فون بجی۔ اس نے سلی فون دیکھا۔ ایک چھوٹی سی ویڈیو تھی۔ اس نے دیکھا وہ کسی کی ہیرا ستم کی فوج تھی۔ اس میں وہ خود صاف دکھائی دے رہا تھا۔ اس میں وہ سب جگہ جگہ آواز دے رہے تھے۔ اس کے اندر ایک جگہ تک سانسے پھیر دیے۔ جس میں پھول چلتا ہوا دیکھا جا سکتا تھا۔ پھول سے نکلنے والی گولیاں کا ہدف، ساجھا کلاڈیت میں ڈال دیا چہرہ اولہ پھر گولیاں کا خون آلود جسم بڑھ رہا تھا۔ اس کی ذلت کی تصویر دیکھ کر اس میں احساسِ جرم ایک بار پھر تازہ ہو کر اپنا جبر بھلانا نہ چاہا۔ وہ سوت کے سست کا دام لے گئے کسی سار پر بندے کی طرح تک ہار کر چپ خاموش چھپ گیا۔ اور گرد کی فوج اس کے لیے پست گاہ بن گئی تھی۔ اس کی سانسوں پر خوف کی ہلک جھلک تھی۔ کمر سے بھی آنے سے لے کر دھبے پاؤں تک جانے تک سب صاف نظر آ رہا تھا۔ وہ پیچھے سے ہیرا کے۔ وہ شاید پولیس سے بچا جاتا لیکن یہ سب اسے چھائی کے پھندے تک پہنچا سکتا تھا۔

دوبارہ فون کی گھنٹی بجی تو وہ ایک بار مڑ گیا۔ اس نے سلی فون کو کھرت سے دیکھا۔ سارہ کا نام بنگ کر تھا۔ اس نے جلدی سے پڑھ لیا۔

”کہاں تم ہو؟ مجھے بتائیوں نہیں دیتے ہو؟“

”مممممم۔۔۔ میں نہیں کہیں ہوں۔“ اس نے بے سادہ لڑائی کی آواز میں کہا تو سارہ نے جرت سے پوچھا۔

”ختم ہو چکی ہو؟ کہاں ہو؟“

”میں گھر۔۔۔ گھر پر ہوں۔“ باوجود خوف پر قابو پانے کے ہر جہی اس کی آواز زور کی تھی۔ سارہ نے پوچھا۔

”کیا بات ہے آواز سے بڑے پریشان لگ رہے ہو؟“

”میں بڑی طرح پھنس گیا ہوں سارہ۔“ اس نے رو دیا ہوا ہے وہ بے کما خود ہیرا کے پر ہوں۔

”اگر تمہارا پاس دقت ہے تو آ جاتا ہوں یا تم آ جاؤ؟“ اس نے کہا۔

”اسی لیے میں نے فون کیا تھا کہ آج کوئی فوننگ نہیں تھی۔ میں تمہارے ساتھ خود گھر آتا تو زور دے جاتا تھی۔ میری

دھیر رہو میں آ رہی ہوں۔“ یہ کہتے ہی اس نے فون بند کر دیا۔

سارہ کی والدہ اس کو بے سے تعلق رکھتی تھی جسے اچھا نہیں سمجھا جاتا۔ اسے اپنے باپ کا علمی نہیں تھا۔ اس کی ماں اپنی بیٹی کی محبت بڑھانے کے لیے اسے پڑھ لکھا کر اشرافیہ میں موجود کرکوں کے سامنے لا جانتی تھی۔ سارہ پڑھ کر تو کچھ شہور نے اسے اپنی دنیا سے نکل کر بیڑا کر دی۔ وہ بچکی کے وہ بانوں میں پھٹی رہی۔ وہ اپنی دنیا کو پسند نہیں کرتی تھی لیکن باہر والی دنیا سے تو دل نہیں لگتی تھی۔ وہ صبرت کر رہی تھی اس کا شہر سے میں کوئی گھر بھی نہیں چھوٹا کھٹے پر نکال دی جاتی۔ وہ آئی کی غلاب جینے کے لیے اس کی کسری کا کھانا تھی۔ اس نے سب سے الگ الگ رشتے۔ دوسرے اس کے ساتھ بولنے سے عذر کی۔ تاہم یہی میں اکثر جاتا تھا ہوا۔ خاموشی میں تھی۔ سب سے الگ الگ رشتے۔ دوسرے اس کے ساتھ خاموش چھپ گیا۔ ایک الگ الگ میں اپنی تھی۔ وہ بچہ جس سے اس کی ملاقات ہوئے تھیں۔ اس کی کتابوں اور خیر دہی سے اس کی زندگی بدل دی۔ اس کے اندر خود اس کی آئی چلی گئی اور پھر یہ معمول بن گیا۔ شاہین اس کی کمر سے نہیں۔ پھر اس کی والدہ کی دھات ہوئی تو اس نے اپنا تا اس سٹل سے توڑ دیا۔ اس مشکل وقت میں خرم نے اس کی بدلی۔ سارہ کے نام اس کی والدہ گردوں، پھچڑ کئی تھی۔ اس نے ایک ایک شاعر پڑھا تو اس کی مدد سے لیا اور اپنی تعلیم مکمل کرنے لگی۔ پھر ایک سوخ اسے لگا گیا۔ اس کی والدہ کا پانے والا ایک پڑھ رہی تھی۔ اس نے آقاو اسے کہہ کر اپنی قلم نام لکھنے کا کہنے کی آفر کی جو اس نے خیر سے منظور سے بعد کو کر لی۔ قلم تو سارہ کی حرم بچ گئی۔

جس رات ساجھا گھر پر نے ”سینڈ ڈیزیز جین“ کے پہلے پر گرام کا سستیاس کی کتاب تھا سارہ وہاں نہیں تھی۔ اس نے پہلے ہی آخری قسطیں لکھی تھیں۔ اس بات کو دیکھ کر وہ گھبرائی۔ خرم پر ان میں دلوں میں کیا کیا قیامت گزر کر تھی۔ وہ کیا سے کیا ہو گیا تھا۔ اس بات کو سارہ کو نہیں تھا۔ وہ آئی تو خرم اسے اس لیے ملائے ہوئی امور لکھا گیا۔ وہ اس کے بے لگ کیا۔ مگر وہ بعد سارہ نے اسے خود سے الگ کر کے پوچھا۔

”ختم ہو کر ختم۔۔۔“

”آؤ، میںیں باتوں۔۔۔“ وہ اسے لے کر ایک صوفے پر بیٹھا۔ پھر پڑا۔ ”تم سب سے زبردستی دلی اپنی بچی نہیں

تھیں۔۔۔“

”ہاں، میں فریک میں پھنس گئی تھی۔ میں بچی تو سب کچھ ختم ہو چکا تھا۔“ اس نے بیڑی کے کہاں سے بعد کو سارہ کی تو وہ اس نے سارہ کو سارہ کی تو وہ اس رات کا لفظ کرنے آئی تھی۔ اب جو وہ بیٹے تو خرم نے دل کو کھول رکھا دیا۔ وہ یہی اور پریشان ہو رہی تھی۔

”لکھ کر کہ میں، بہت بچتا ہوں دوسرے دن پولیس پکڑ کر لے گئی۔ وہاں انہوں نے شانت سے پڑ کر لائی، وہی چھوڑ دیا وہاں موجود تھا جس رات میں سے ڈنگی کر دیا تھا لیکن وہ پکٹان نہ سکا۔ اسٹیکر سے چند سوال کیے اور چھوڑ دیا۔“

”اب اس میں پریشان ہونے کی ضرورت کیا ہے۔ تم آج ہی ملک سے نکل جاؤ، جتنا خرچ ہوگا میں دے دوں گی۔“

”ہاں اسے خرم کو حوصلہ دیتے ہوئے کہا تو وہ پریشانی سے بولا۔

”لیکن اب میں کسی دوسرے غلاب میں پھنس گیا ہوں۔“

”بھئی پریشانی؟“ سارہ نے تشویش سے پوچھا تو اس نے سلی فون اس کی طرف بڑھا دیا۔

”یہ ویڈیو دیکھو۔“

سارہ نے وہ ویڈیو دیکھی تو جرت سے اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ اس نے دیکھ کر خرم کو دیکھا اور آگے بڑھ کر اس کا سر اپنے سے لگا دیا۔

”پریشان نہیں ہونا، میں ہوں۔“ اس نے جھکے ہوئے کہا کہ اس کی ہمت نے اسے حواس قائم نہیں کئے تھے۔ یہ کہتے ہوئے اس نے اپنا چپ بڑھا دیا۔ یہ ویڈیو دیکھ کر اس نے بے ہوش ہو گیا۔

اس کے پوچھنے پر وہ اپنی اپنی عورت کی کال کے بارے میں بتانے لگا۔ انکی وہ تفصیل بتا رہا تھا کہ وہی رشتہ برسرِ کار ہے پر بچکانے لگا۔ کچھ سوچ کر اس نے کال رشتہ کر لی۔

”اسیڈ ہے اب میرے میں شانت ہونے پر کوئی شک نہیں رہا ہوگا۔“ اس باتوں میں نہ رہ کر وہ اپنی کال دی۔

”اب چاہتی ہو؟“ اس نے خود پر قابو پاتے ہوئے اجڑا کر کہا۔

”تم ایک اور کال کر کے۔۔۔ ابھی ہر قسم کی ملکک سے عاری اور سب کچھ ختم ہو چکا تھا تو وہ سانسے بولا۔

”سبک۔۔۔ کیا مطلب؟“ اس نے بچی کو پوچھا کہ اس کا

اجبانا کھیل

”ہاں جیسے ایک سر چل کر ہوا۔“ اس نے بچی کو سب خاموشی ہو کر ہر ایک کے خاموش رہنے کے بعد آواز دوبارہ سنائی دی۔ ”یا پھر وہی کرنے کے جرم میں چھائی چڑھ چکا ہوگا۔“

”مممم۔۔۔ جس کو کراؤ کیوں؟“ اس کی زبان سے یہ لفظ بے اختیار ادا ہونے لگا۔

”یہ دقت آنے پر تیار کیا جائے گا۔“ سکون بھری آواز ابھری۔

”مم کو تو۔۔۔ میرے پیچھے کیوں پر دیتی ہو۔“ اس نے پوچھا۔

”میں تمہاری دوست ہوں۔ میں اپنے دشمن کا قتل چاہتی ہوں اور یہ کام تم کر سکتے ہو۔“

”وہ سب دقت اشتعال تھا، اب میں یہ کیا نہیں کر سکتا۔ کیونکہ میں پیش رو نہیں ہوں۔“ اس نے سمجھانے والے انداز میں کہا۔

”جانتی ہو۔۔۔ سنو۔۔۔ ایش جیسے ہانگیا جانتی ہوں۔ جسے قتل کر دانا چاہتی ہو، جیسے ہی وہ جہنم داخل ہوا، میں سارے جوت نہیں دے دوں گی۔ یہ میرا وعدہ ہے۔“ اس نے مضبوطی سے کہا تو خرم نے ہتھیار ڈال دیے۔ سرے ہوئے لکھے میں بولا۔

”سب کچھ کرنا ہے؟“

”وقت آئے گا۔“ اس نے کہا کہ اب میری بات ماننے کے لیے تیار ہو۔“ یہ کہتے ہی اس نے فون بند کر دیا۔ اس نے فون ایک طرف رکھا اور صوفے پر ڈھکیا۔

”اب کیا ہوگا؟“

سارہ کی آواز اسے دور سے آتی سنائی دی۔ وہ اسے ایسے دیکھنے کا پیچھے سے سوال تو اسے کرنا چاہے تھا۔ یہ جواب تو اسے دیا۔ ہے۔ یہ سوال اس کے سامنے نہ چھڑے گا۔ خرم تھا۔ سارہ نے اسے ساکت دیکھا تو حوصلہ دیتے ہوئے بولی۔

”کچھ نہیں ہوگا۔ یہ جوت کی طرح بھی پولیس کو نہیں دے گی۔ اس دقت کا ہم چھپا لے وہ نہ کہوں؟ اس کے کہے کو سمجھ رہے ہو۔“

خرم نے دلوں میں سارہ کو کھنکھا دیا۔ وہ کالی دیر تک اس کے پاس بیٹھی اسے صرف حوصلہ دیتی رہی بلکہ ذہن اس کی دوسری جانب لگنے کی کوشش بھی کر رہی تھی۔ جس وقت سارہ اس کے کمر سے لگی اسے بھی ساتھ میں لگی تاکہ

ہے، ہم اسے نہیں جانتے۔" ان میں سے ایک تیزی سے

دلائل کو صارف نے پہلے ناقص اور

”جی کل میں افراؤ۔“
 ”اُن میں سے کتنے افراؤ کو چھوڑ دیا؟“
 ”جن پر کوئی شک نہیں تھا، گیارہ افراؤ کو چھوڑ دیا۔“
 ”جو مارے پاس ہیں اُن میں کس کا حلق کس کے“

”کہاں سے وہ بندہ؟“

”بظاہر تو زیادہ کا تعلق مجھے سے بھنڈو گردپ ہے۔
 ہے۔ کچھ اچھا گردپ کے ہیں۔“
 ”مجھے بتایا جائے، مزید کتنے افراد ہم ان دونوں
 گروہوں میں سے گمراہ کر سکتے ہیں؟“
 ”اسنے ہی اور نظروں میں ہیں۔“
 ”اسنے کچھ کچھ کہہ دیا۔“

اب بھلے ماں کے چاہیے۔
 "اے ماں!"
 "مجھے آکئی نے بتلوا ہے۔ میں وہاں جا رہی ہوں۔"
 اس پر اسٹنٹ نائب خاموش رہا تو تھوڑی دیر
 بعد انسپکٹر صادم نے آئی آفس جا پہنچا۔ آئی کی صاحب بیسے
 اس کا ہی انتظار کر رہے تھے۔

”ایک فتح میں سات افراد کا کل ہو چکا ہے۔ ہم سے بڑھا جا رہا ہے۔ یہ اند میر نگر بن گئی ہے۔ کیا کر رہے ہو

”میرے آپ درست فرما رہے ہیں۔ میں اور میرا اہل
 ہر ایک کو کوشش کر رہا ہے۔“
 ”کوشش جتنی بھڑاؤ میں دونوں طرف سے سب کو پکڑ
 ...“
 ”جی ہاں! ایک دن دوں کر دیں گا مکمل صفایا کر دیا جائے
 ...“
 ”ہرگز نہیں! پھر پوچھا ہے سا جھانکا قاتل اب تک گرفتار
 نہیں ہو سکا۔“

”اس کا نکل مجید ہے بھنڈر کے گروپ نے کیا ہے۔ کل تک اس گروپ کا ایک ایک فرد کارکنار کیا جائے گا۔“

”اپنے علاقے پر توجہ دو۔ دورہ مجبوراً مجھے تمہارا تالہ کرنا ہوگا۔“

دائیں پر انیسٹر کے چہرے پر زہریلی مسکراہٹ دیکھی
اسکی تھی۔ چہون میں انیسٹر نے اپنا کھانچ کر دکھایا۔ شہر

کے یہی عقائد وہ لوگوں کو پکڑ کر اس نے بیکل بھردی تھی۔ ان میں مجید ابراہیمزیدی شامل تھا۔ اس سے ایک دم جرائم میں کمی ہو جاتی تھی۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔ کھینے والا امن و سہنجی نہیں لکھ پا رہا تھا۔ اس کل وغارت گری پر اپنیسپر صادم بہت پریشان تھا۔

☆☆☆

سے ہے؟
 "ظاہر تو زیادہ کا تعلق مجھے ہے مجنوں گرد پ ہے۔
 ہے۔ کچھ سماج گارڈ ہے کہ میں۔
 مجھے بتایا جائے، مزید سے افراد ہم ان دونوں
 گرد میں سے کوئی کرنا کر سکتے ہیں؟
 "اسے ہی اور نظر دوں میں ہیں۔"
 "ان سب کو آج رات تک چھاپ لو۔ مجھے شہر میں
 اب باقی کچھ ہے۔
 "اد کے پاس۔"

”مجھے آئی جی نے بلوایا ہے۔ میں وہاں جا رہا ہوں۔“
اس پر اسٹیفن نے خاموشی سے جواب دیا۔ مگر وہ
بعد اس کے صدمہ آئی جی کی آغوش میں پہنچا۔ آئی جی صاحبہ جیسے
اس کا ایک دھڑکنے لگا۔

”ایک دفعہ میں سمات، افراد کا کل ہو چکا ہے۔ ہم سے
بڑھا جا رہا ہے۔ یہ اندازہ مگر کی بنی ہو گیا۔ کیا کر رہے ہو
ہاں۔“

”میرا آپ درست فرما رہے ہیں۔ میں اس پر ملاحظہ
رہتا ہوں۔“

"کوشش کرنی بھائی! دونوں طرف سے سب کو پکڑو۔"

"مئی تک کل دونوں کر دیس کا مکمل صفایا کر دیا جائے گا۔"

"ہوم نشنری نے پوچھا ہے، سا بھائی! قاتل اب تک گرفتار کیوں نہیں ہوئے؟"

”اس کا کل مجیدے بہنڈر کے کروپ نے کیا ہے۔ کل
 تک اس کروپ کا ایک ایک فرد گرفتار کر لیا جائے گا۔“
 ”اپنے علاقے پر توجہ دو۔ ورنہ مجبوراً مجھے تمہارا اتنا دلہ

”جی بہتر جناب۔“

اسکی سی۔ چند دن میں اسپتار نے اپنا کہا بج لرو لکھایا۔ شہر

”میرے جانے کے متنی دیر بعد یہ واقعہ پیش آیا۔“
”سر آپ کے جانے کے تقریباً آدھے گھنٹے بعد۔“ اس نے بتایا۔

☆☆☆

تالیوں کا شور مچا تو میرپ اور ارسلان نے رو ہاٹوی گیت
 میز دیا۔ سارو نے خرم کو لینا انہوں میں لے لیا اور اس کے
 ماتھے جوئے لگی۔ جی اس نے پوچھا۔
 ”کیسا رہا؟“

[illegible]

ایہ میرے لئے ہر شے کو احاطہ رکھتا ہے۔ بہتر دوست
 بڑھ چکی ہیں۔ اسان پر ہزاروں کے سوا ہمارے لئے ستاروں کو
 ڈوبنا یا ختم ہونا ایک ہنگامہ ہے۔ ہمارا حق یہ ہے کہ جانتے
 رہیں گے کہ جہنم کے سفر کی پر راہ پر اسے جابب معذور
 کے لئے کھنڈے کے پاس روک کر ان کو کھولے گا۔
 انھوں نے جسک سیاہ لباس پہنیں ہوں وہ تاریکی کا حصہ
 نگ رہا۔ وہ ایک طرف کھڑا ہوا۔ سامنے ریٹ اپ اس کی
 عمارت کی۔ خلاف قبول داخلے پر وہ سیکورٹی گارڈ
 کی کھڑکی پر تھے۔ وہ دیکھ رہے ہوں گے کہ ریٹ اپ اس کی
 حاضری ہے۔ اس کے لئے وہ حوالہ دے رہے ہوں گے کہ وہ ایک
 کھڑکی پر تھے۔ وہ دیکھ رہے ہوں گے کہ ریٹ اپ اس کی

انجانا کھیل

فلک نہیں تھا کہ میرا... کیسپس کی خوبصورت ترین لڑکیوں میں شمار ہوتا تھا۔ اس کا احساس مجھے میرے ارد گرد کے لوگوں اور دوستوں نے دلایا تھا۔ ایک سال سکون سے گزر گیا۔ نجانے عمار خان نے مجھے کب اور کہاں دیکھا تھا۔ ان دنوں میرا دوسرا سال شروع ہو چکا تھا، جب میرا دل اس کا سامنا ہوا۔

[illegible][illegible]

کیسے چھوڑنے کے ایک ماہ بعد میں امتحان دے دی تھی۔ اس دن میرا آخری پہرہ تھا۔ میں اپنے ڈرائیور کے ساتھ دواں گاؤں آ رہی تھی۔ شہر سے گاؤں جانے والی سڑک پر اس نے میرا راستہ روک لیا۔ اس نے اپنی کار سے روڈ بلاک کر رکھا تھا۔ مجھے تو اس وقت بتا چلا جب ڈرائیور نے کار

پر جہنہ لگی۔ خرم نے دیکھا وہ ایسے قد کاٹھ کی ایک بھرپور
جسامت کی عورت تھی۔ اس کی خوبصورتی کا اعجاز اس کے
ہاتھ اور آنکھوں کو دیکھ کر ہوا تھا۔ وہ کچھ دیر خاموش بیٹھی رہی
پھر سناڑہ سے پوچھا۔
"یہی خرم ہے نا؟"

”جی نہیں ہے۔“ سائرہ نے تصدیق کر دی تو اس صورت نے اپنا پرس کھول کر اس میں سے ایک خاکی لفافہ نکال کر سائرہ کو دکھاتے ہوئے کہا۔

”یہ فوجیت کو مار دینا کہ جس میں سے وہ خدا کو نہیں کہ“
اس نے کہا یہ تھا کہ خرم، پہلے ایک تپ تک ساتھ سے رو
لٹاؤ اسے دے دیا۔ جسے خرم نے لے کر کبے چالی سے کھولا تو
پہلے چھوٹے سے چائیک کے لٹائے میں
بیوی کا تاجہ جو کہیں نہ لائی، یہ بیوی کا خدا اس کا داغ
کھوکھور کیا۔ ان دونوں کی آخری کسب کسب ہے، دونوں کب
سے ایک دوسرے کو جانچ رہے ہیں، کبھی کبھی سے کراہنے میں
اس ساتھ کہ تو تھا کہ نہیں؟ وہ بھی سوچ رہا تھا کہ بولی۔
”خیر امت اور خرم جو کہ پہنچا جائے ہو کس دور بتا دی
ہوں۔“

”ساجھے کے کمرے میں اگر تم سی سی بی وی کیمرہ لگوا سکتی
تھیں تو اسے غلطی... مرد ابھی سکتی تھیں۔ یہ...“

”کیا یہ حقیقت نہیں ہے میں نے جو ریڈیو بھیجے وہ سی سی ٹی

وکی ای کے تھے؟" اس نے پوچھا
 "تم اسے تسلی سے دیکھ لیا۔ میں نے ایک کھراواں
 لگوا دیا تھا۔ ہم کافی دیر سے ساجھا رکی کر رہے تھے۔
 اس کے کمرے میں کھراواں کو مشکل کام نہیں تھا۔"
 "تمہاری آخری غریبان اور اس جاسے کیا دھنی تھی۔" فرم
 نے پوچھا تو وہ اپنے بارے میں بتانی چلی گئی۔

☆☆☆
”آج سے اگلے سال تک ہم کو کھانا کھانا کرنا ہے۔“

تھے۔ یہ شہزادے اس کے واسطے پر تھا۔ اس کی بیوی کے پاس گیا
کر بیٹا کی۔ یہ وہ آدمی تھا جس نے میرے والد اک چھوٹے سے
زمین دار سے یہ انہوں نے اپنے دوستوں کے ساتھ کر
شہر میں آکر کھڑی کائی کی مگر یہ شہر کے کافلانہ استانیہ
نہیں تھا۔ ہمارے والد ہمیں کو بھی تعلیم دلانے چاہتے
تھے۔ اس لیے ہم روزانہ گاؤں ہی سے شہر چلے جایا کرتی
تھیں۔ اس میں بیس سالہ جی جی کے بیٹے میری چھوٹی بہن صاحبہ
کا نام بھی چھپتی تھی۔ اس لیے وہی نام لیا۔ یہاں تک کہ اس کی
تعلیم حاصل کر گئی۔ یہ زیادہ دیر سہائی کر رہا تھا۔ اس میں

عصری عصری تھی۔ خرم بیدار ہوا تو اچھا خاصا دن چڑھ آیا تھا۔
آج کافی عرصے بعد وہ بیدار ہوا تو فریٹ تھا۔ یوں جیسے وہ دن
برکوں کی بوجھ نہ ہو۔ اس نے دیکھا سارہ اس کے ساتھ بیڈ پر
چٹائی ہوئی اخبار پڑھ رہی تھی۔

”اللہ کئے؟“ اس نے پوچھا۔
 ”ہاں لیکن دل کر رہا ہے، پھر سو جاؤں۔“ اس نے
 مسکراتے ہوئے کہا۔

”اچھا خبر سنو، مختار خان اور اکرم چوہدری کا قاتل گرفتار نہیں ہو سکا۔ کسی نے ذاتی، کسی نے سیاسی انتقام کھدایا۔ ایک نے تو دینی بات کہہ دی کہ یہ حالہ عورتوں والے اسکینڈل کا شاخسانہ ہے۔“

”اور کیا نکما ہے؟“ اسی نے پوچھا تو وہ طنزیہ لہجہ میں

”وہی حکمرانوں کے رونے و ہائے بیان کہ قاتل سے
آجہنی ہاتھوں کے ساتھ شجاعانے گا۔ قاتل جلد گرفتار کرنے کا
وعدہ کاٹوں کی حکمرانی کا اعزاز اور انجیل صادم کو معطل کر دیا
گیا۔ انجیل صادم کا کہنا تھا کہ قاتل میننگ میں شامل کوئی فرد
خاص نہ سائنس کے ہتھوں سے کو کیاں چلا میں۔“

"یہ انکسٹر صارف بھی نا، انتہائی فضول قسم کا ہے وقوف آدی ہے۔" خرم نے تبصرہ کیا۔

”نہیں نہیں مانجی، اس نے اگر وہ عورتیں بازیاں نہ کرائی ہوتیں تو میرا بھی اس کے بارے میں یہی خیال ہوتا۔“ سارہ نے کہا۔

”خیر، ہمیں کیا، وہیے تمہارا پلان بڑا شاندار تھا۔“ خرم نے کہا تو وہ حیرت سے بولی۔
”کون سا پلان، بروگرام تو سارا تم نے کیا ہے۔“

”چلیں میں بھول گیا۔ لیکن تب تک نہیں جب تک مجھے
.....“ وہ کہتے کہتے رک گیا۔

"وہ بھی ہو جائے گا۔ بس تم حوصلہ رکھنا۔ اب انھو میرے گھر چلو.... وہیں چل کے آرام کرتے ہیں، وہاں کم از کم کھانا نہ کوڑھ کر رہو۔" سائے نے کہا تو وہ ہنسنے لگا۔

سازد کے جتنے میں تافا کرنے کے بعد خرم ساز سازد
لاؤنجن بیٹے جائے پی رہے تھے۔ اسی دوران پرچی میں
کار کرنے کی آواز آئی۔ سازد جیزی سے اٹھ کر، خرم بھی جس
سے باہر کی جانب دیکھ رہا تھا کہ ایک نقاب پوش خاتون داخلی
دروازے سے اندر داخل ہوئی۔ اس نے عمایا پہنا ہوا تھا۔ وہ
سازد سے ملی اور خرم کو کھڑک انداز کرتے ہوئے ایک صوفے

”جو بیعت ہے اور اپنی امانت ہے۔“ اس نے بتایا۔
 ”تم لوگوں میں سے کسی نے مجھ کو دیکھا کہ قاضی علی لاہ
 کہاں سے اندر آیا؟“ اس نے حیرت سے پوچھا۔
 ”خان صاحب نے ہمیں خود رو دھا کا کوئی ان کے
 قریب نہ رہے، وہ کوئی امام یا شیخ کہے ہیں۔ آپ جب
 یہاں تھے تو اس وقت ہم جس سے کوئی قریب نہیں تھا۔“ بیٹا
 نے اپنی مجبوری بتائی۔

”آپ کو کچر بھی عطا ہونا چاہیے تھا۔“ اس نے کہا پھر چند لمحوں سوچنے کے بعد بولا۔ ”میرے کام کی پچاس لاکھ لیا گیا ہے؟“

”جب تک ہمیں پتا چاؤ اور کسی جھگڑا دے کے مانند غائب ہو گیا تھا۔“ اس نے کہا تو اس کے سامنے بٹری بولا۔

”تو پھر میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ تاحق تم میں سے کوئی

"سرا، ہمارے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں، پلیز ہم پر رحم کر۔"

فری۔ ان میں سے ایک جو ادا چکر صادم سے اسے ملو کر دیکھا۔ اتنے میں ڈی ایس پی وہاں آگیا۔ اس نے آتے ہی انسپکٹر صادم سے پوچھا۔
 ”قابل کا کوئی سراغ ملے؟“

”کوئی کہیں۔“ اس نے فلمی میں سر ہلاتے ہوئے بتایا۔
 ”میں کیا جواب دوں گا اوپر۔“ اس نے کہا تو اسپیکٹر صادم

نے ان سیکورٹی والوں کو جانے کا اشارہ کیا پھر بولا۔
 ”سر، ساجھے کے قتل سے لڑ جو کیسکے وار چلی، اس
 کے پیچھے یہ دونوں ہی تھے، لیکن آج جو انہوں نے مجھ سے

بات کی، اس سے میں پورے یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ انہی
مظلوم عورتوں کے بچے چھپے کسی بندے کا ہاتھ ممکن ہے۔
بلڈ شیبہ، گینگ وار نہیں تھی، اس کے بچے ضرور کوئی دوسرا بندہ

”وہ کون ہے؟“ ڈی ایس جی نے خستی سے پوچھا۔
 ”اب تو سننے سے بے سرحال بن گئے۔“ انجیلے صابر

نے کہا تو وہ چیخے ہوئے بولا۔
 ”اپنا یہ بے وقوفانہ جواب تم اوپر والوں کو دینا۔ میں تمہیں
 معطل کر دوں گا اگر مجھ پر سرور ہو، میں نے نہ ملتا تو۔“

ان کی باتوں کے دوران میں آپس کے مختلف شعبوں کے لوگ اپنے اپنے کام میں مصروف رہے۔ کچھ پروردگار کی تعظیم اٹھادی گئیں۔ اسلئے صدمہ کے لیے ایک نیا اجتماع شروع ہو گیا تھا۔

☆☆☆

رات پائش نے موسم کو خوبصورت بنا دیا تھا۔ ہر ایک چیز



چالاک مجبرم اور تے دار سراغ رساں کے
درمیان ہونے والی آنکھ پھولی کی ہنگامہ خمیزیاں.....

جاسوسی ڈائجسٹ ﴿257﴾ فروری 2018ء

جاسوسی ڈائجسٹ (256) فروری 2018ء

صورت میں بچایا جاتا تھا۔ اس کی گہری بھوری آنکھوں میں اس وقت تاسف کا شائبہ نہ تھا۔ اس کے ساتھ ایک قدورے لوجان آئینہ بھی موجود تھا۔ ان سے چند قدموں کے فاصلے پر سڑک کے قریب اس کی گاڑی کے ساتھ ساتھ پولیس کی موٹر بھی موجود تھی۔ وہ قدسے اپنے گنہگار بار بار پھر دیکھتے قدموں سے آگے بڑھا، سمندر کے سانے بنی

چوڑی حلقی دھار کے کونے پر دو لاش موجود تھی۔ اسے
حلقی دھار پر کسی کچلے گائے کے مانند بٹھا گیا تھا۔ وہ ایک
نوجوان لڑکے کی لاش تھی۔ اس کی دونوں ہاتھیں سامنے کی جانب
بکلی ہوئی تھیں جبکہ بائیں ہاتھ اٹھ رہا تھا۔ سر کے نیچے کے
بڑھ کر اس کے سیدھے بازو کو چھوا، وہ قدرے غیر قدرتی
اعزاز میں ہوا تھا۔ اس کے اعزاز کے لیے میں حاضرین
بازو بٹھائی گئی تھی۔ ہوشیار نے سترے ہال تک
کے لاش کے ہونٹوں پر تیز گائی، رنگ الپا، تنگ گائی
گئی تھی۔

آؤ لڑکی اب تک اس کی گردن میں موجود تھا۔ اسے گلابی رنگ کے ریشمی پردے پر غور سے قتل کیا گیا تھا جبکہ اس کے ایک ہتھ پر معنوی نیکن گلاب دکھا ہوا تھا۔
”اسے گزشتہ 24 گھنٹوں کے درمیان قتل کیا گیا ہے۔“ مگریم نے کہا۔

یہ ہے۔

”اوپر کی پہلوؤں کو پوری طرح ہل کر سیاہ دھاگے سے سیاہ دیا گیا ہے۔“ کریم نے سادگی سے کہا۔
 ”اوہ، کیا واقعی.....“
 ”تم خود دیکھ لو۔“

”اودھ خدا، کوئی ایسا بھی کر سکتا ہے۔“ شہباز لاش کو غور سے دیکھنے کے بعد تاسف سے بولا۔ کریم جواب میں خاموش رہا تھا۔ شہباز کے ساتھ ہی اس کی دوسری ملاقات تھی۔ وہ اس سے خاصا جونیئر تھا مگر فرالک کے شےبے میں خاصا اہر تھا۔

”ہا نہیں ابھی سنی ہو اور گے کی؟“ مقب سے
آنے والی سرگوشی کو آواز کو اس کی حساسیت نے ایک
لپٹا۔ دور پیچھے سڑک پر دو پولیس اہلکار کچھ پاہی موجود
تھے۔ یہ ان میں سے حق کی آواز تھی۔
”گد رہا ہے کلاش سے جان اگوانے کے چکر میں
ہمیں لوگ۔“ دوسری آواز میں مل رہا تھا۔
کریسمس کا رات، وہ خولی کچھ ہلکا تھا کہ ان کے ذہنوں

غراٹوں میں جلسے ہو رہی تھی۔ مسلسل حرکت سے پہلو کا دھم بھم دہاکیاں دے رہا تھا کہ یہاں معاملہ زندگی کا تھا سو وہ سب برداشت کر کے کوشش میں لگی رہی۔ بالآخر اس منٹ کی کاٹش کے بعد اس کا ایک ہاتھ آزاد ہو گیا۔ اس کے بعد دوسرے ہاتھ کی آزادی اور پھر پیر کوٹنے میں اسے چند لمبے لمبے تھکے تھے۔

[illegible]

لاؤ گے کا دواؤں دھو کھوئے ہی تازہ ہوا نے اس کا استقبال کیا۔۔۔ ہر چھوٹا سا بیج اور گہرے ابرو کا تھاجس کے بعد گیت نظر آ رہا تھا۔ آسمان پر چاند چمک رہا تھا، اور درو کوئی دوسرا امکان نظر نہیں آ رہا تھا۔ آزادی اور کھر جانے کے امکان نے اسے خوشی سے بھر دیا تھا کہ اس کے ساتھ ہی ساتھ خود بھی اس کے ہر کپڑا رہا تھا۔

اس نے پوریج کی جانب قدم بڑھایا تب ہی اچانک اسے اپنی کلائی پر کسی سخت اور مکرورے ہاتھ کی گرفت محسوس ہوئی پھر اس سرورمیشانی آواز میں ہلکا سا قہقہہ بلند ہوا۔
 راجہ کے سڑنے سے ٹکل ہو گئی ہماری آہنی چڑ اس کے سر پر گری اور وہ اندھیروں کی گہرائی میں ڈوب جاتی تھی۔

☆ ☆ ☆
آفیسر کریم خاموشی سے کھڑا سے دیکھ رہا تھا۔ وہ لمبی قد و قامت اور ستار شکن شخصیت کا مالک تھا۔ عمر کی چالیسویں دہائی میں قدم رکھ چکا تھا۔ انھوں اس کے ساتھی اور کوئٹہ کے اے بیرو دیکھ کر ہی ہکا بکا کرتے تھے۔ وہ انٹیکل برانچ کا خصوصی آفیسر تھا۔ اسے اور اس کے دیکھ کو جیدہ کیسوی

رہے تھے۔ اس نے مجھ پر بھیڑی سی۔
 وہ بہت خوف زدہ کی، اظہار میں شائع ہونے
 والی خبریں، ایک سنگین کیڑا دھماکا دار اور ایسی کہ تصویر
 کے اسکرین پر پتنگ کیڑے خوف زدہ ہو کر بھاگنے لگے۔ خدا
 جانے کیا بد بختی کیوں اس کے ساتھ ہونے والے اس
 کی خبر کی طرح کہ پہنچنے نہ جانے اس کو پتا چلے کہ وہ
 محض اس کا ایک کمال کرے۔ روزِ بد نہ چلے گا۔
 نہیں؟ اس کا دل خوف سے لرز رہا تھا۔ مجھ میں کا خیال
 اس کی آنکھوں میں پانی نہ آیا۔ اس کی خبر ہو ہی سکتی
 صرف وہی مادی تھی۔ وہ اسے بھی دیکھ جائے گی کہ
 نہیں۔ اس خواب اس کے جسے کو کبھی نہ پائے۔

”راہبہ، تاکہ وہ جانا یا کسی مشکل میں پھنس جاتا ہاں نہیں ہوتی، ہاں رات ہو جاتی ہے جب آپ اسے تسلیم کر لیتے ہیں۔“ اس نے گویا خود کو سمجھایا۔ ”مسئلے کے ارد گرد نہیں نہ کہیں اس کا حل موجود ہوتا ہے جس میں صحیح وقت پر صحیح جگہ اسے تلاش کرنا ہوتا ہے۔“

وہ کیا کرے؟ اس نے بے بسی سے ہاتھوں پر بندھی دسی کو چٹکا دے کر کھولنے کی کوشش شروع کی۔ کئی بار کی کا کام کو کشیں اس کے رد میں اضافہ آواز ہاتھوں پر خراشیں ڈالنے کے سوا کچھ اور نہیں کر پائی تھیں۔

’اسے اس کے دواہن آں، وہ پہلے کچھ نہ کہہ کر گا تھا۔‘ اس نے بے صبری سے سوچا۔ وہ ایک گلی میں گڑا گریٹ کی ہینڈل رکھ رہی تھی۔ آئین اس میں مختلف انداز میں گریں

[illegible]

پہلو میں گرمی کی چیز کے آگے اور پھر تکلیف کا احساس ہوا۔
اس نے اپنے اختیار پہلو پر ہاتھ رکھا اور جب ہاتھ اپنا کر اس پر
جو بخون گرا ہوا تھا۔ وہ دیر سیدھی ہو کر اسے سب کو بھیسنے کی
کوشش کر رہی رہی کہ وہ مٹھن اس کے سامنے آ گیا۔
"اے، شاید آپ کی طبیعت خراب ہو رہی ہے۔"
ایک منٹ اندر کمر خور کا دواڑ اس کی سماعت سے گھرنے لگا۔ وہ ایک
درمیانے حالت کا دلہا تھا جس کے خاص اس کے لیے پہلے میں
ساب بھی سرسبز تھی۔ اسے وہ آٹھ مہینے پہلے سے ہی
ایک بات بڑی کی گئی۔

اس سے مل کر دو کچھ کچھ ملتی، اسے قریب آنے سے روک لیتی، اس نے سہارا دینے والے انداز میں اسے پکڑا اس کا درد پھر راجہ کے چہرے کی طرف بڑھا جس میں کوئی رول لٹا چڑھی۔ اس کے چہرے پر لگتے ہی ہوش و حواس اس کا ساتھ چھوڑ گئے..... اس کی ساعت میں آنے والی آخری آنکھ اس کے ہاتھ میں سو جو دو ہاتھ کے زمین سے ٹکرانے لگی تھی جو تک ایک دو کے بعد اس کے جیک سے

”ادو“ ”سب یاد آتے ہی اس نے پھلکار کر تیزی سے اپنے کسی گوشے کی طرف زیادہ حرکت نہیں کر پائی۔ اس کے دلوں کو اس کے کسی جانب بندھ ہوئے تھے جبکہ ایک پیر کوہر کی کی دودھ سے دھوئیں اٹھنے لگنے سے ہاندا گیا تھا۔ حرکت کرنے سے پہلو میں مسجود درد سے اسے کراہنے پر مجبور کر دیا۔“

”آخر کیوں؟“ یہ سوال اس کے ذہن میں جھماکے مار رہا تھا، یہ سب کیوں اور کس لیے ہوا تھا۔ ان کی کسی سے کوئی دشمنی نہیں تھی۔ شاید تاوان کی خاطر..... دوسرے خیال نے فوراً پہلے خیال کو مسٹر دیکھا۔ ”خواب میں کیا کروں؟“

[illegible]

آمنہ گی اس کے ساتھ نہیں تھی۔
 ”کریم...“ پچیس چپٹ سے اس بار اسے براہ راست غائب کیا۔ اس کی آنکھیں کچھ سوچ رہی تھیں۔
 ”جس قسم کے ملاپ میں وہی آدمی ہیں انہیں معاملہ ہے جس قسم کے ملوث ہو رہی ہو؟ کوئی ایسا رڈ بیٹا ہوگا جو ہمیں قاتل تک لے جائے۔“ انہیں اپنی پوری کوشش کرنی ہوگی۔

”کی مر...“ کریم نے کچھ نہ بھنے والے اعزاز میں کہا۔

”آمنہ سے رابطہ رکھو۔“ انہوں نے کہا۔
 ”مرا میں سمجھا تو کہ اس وقت اس کے لیے کام کرنا اور خصوصاً اس کیس پر کام کرنا بہت مشکل ہوگا۔“
 ”تم فیک کمرہ پر ہو کر میں پر سمجھا ہوں اور تم بھی جانتے ہو کہ اس کے بغیر اس کیس میں ہم تیزی سے آگے نہیں بڑھ سکتے۔ وہ اس سارے معاملے سے کڑی جلی ہے اور اسے خفیہ سمجھتی ہے، آپ ڈیٹمنٹ کو اس کی ضرورت ہے۔“
 ”وہ فیکٹل نہیں لے سکتے۔“

”کریم نے اس سے یہ سب کہا مشکل ہے۔“
 ”کریم یہ میرا آرڈر ہے“ انہوں نے ایک ایک لٹہ پر زور دے رہے تھے۔

”اوکے... میں کوشش کرتا ہوں۔“ چند لمحوں کی آنکھوں میں دیکھتے رہنے کے بعد بالآخر کریم نے کہا اور پھر ایک جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

☆☆☆

ایک گھنٹے بعد وہ آمنہ کے گھر کے سامنے کار لا کر گرہا تھا۔ یہ گھر خوب صورت سا کچی خانہ پرنٹ مکان تھا۔ اس کا بیرونی حصہ مختلف درختوں، بیڑوں اور پودوں سے لگا ہوا تھا۔ اس نے گیٹ کے ساتھ کچھ شیشی کی جانب ہاتھ بڑھایا کہ قاتل ایک اور میرزا خان صاحب کا ایک بچہ ہے جس کے پاس راکٹ ہوا ہے۔

”کی صاحب...“

”جیسے آمنہ لی بی سے ملتا ہے۔“ کریم نے اے پیل کی اس میں دیکھا تھا۔ شاید یہ آمنہ کے ساتھ ہونے والے واقعے کا نتیجہ تھا۔
 ”لی بی صاحب سے؟“ اس نے گویا تھوہتی چلی۔
 ”میں پوچھتا ہوں۔“ کریم کے سر ہلنے پر وہ جیسے

کھل کے بارے میں سنا ہوگا؟
 ”ہاں، گھر اس کا قاتل تو جمل کر سکتا تھا۔“ انہں لی نے کہا۔

”ہاں، ہل تک میرا بھی کیا خیال تھا مگر آج اس لاش کو دیکھنے کے بعد میں اس بارے میں بدلے پر مجبور ہو گیا ہوں۔ سارا لاش بھی اسی طرح دیکھ کر ایک دم علانے میں مل گئی۔ وہ دیکھ کر کہہ دیتا تھا۔ اس کی گردن میں کئی گالی اس کا لٹ تھا اور اس سے اس کا کھونچا قاتل پر ہونے کی اسے کچھ نہیں کیا تھا۔ صرف اب پھر لے گئے تھے اس کی آنکھوں کے چہرے کی اسی طرح اریہ تھے جسے اور اس کی لاش کے اس کی بھی کتنی گلاب پایا تھا۔ اس کیس کے قریب بعد ایک اور خاتون آگیا اور اسے آتش بھرا کی آغیر پر ایک جان پر پھیل کر اسے بنایا تھا مگر وہ خود بھی کی کی۔ اس کے بعد وہ آگ لگی اور وہیں تھیں ہو گیا قاتل وہ میرا ہے۔“

”جس کی اس کے بارے میں کچھ زیادہ معلومات حاصل نہیں ہو سکتی۔“ چپٹ نے گھر اس میں لیا۔
 ”کچھ بھی معلوم نہیں ہو سکا تھا۔ ہمارے پاس تو کوہ قاتل سے کوئی دچر، کوئی ایک ایک دوسرا نہیں آگیا کی جس کی بنا پر اسے اس طرح لایا گیا تھا۔“ کریم دھکے اعزاز میں بولا۔

اسی سے پیر پر وہ فون کی کھنٹی پی۔ انہں پی نے فون اٹھایا۔
 ”فٹ...“ وہ دوسری جانب سے کہی گئی بات کے جواب میں بولا۔
 ”جیسے ہیں سے کہہ دو ہی ہے؟“ اس کے بعد وہ چپٹ سے اجازت لے کر گھر سے باہر نکل گیا کریم سے موجود بانی تمام اور بات سے بیٹھے رہ گئے۔
 ”چلوں بعد اس کی راہیں ہوئی۔“
 ”...“ وہ چپٹ کی طرف دیکھ کر بولا۔
 ”لاش کی شناخت ہو گئی ہے۔ اس کا نام راجہ مہیل ہے۔ وہ دیکھو۔“ سیات میں مکمل اجڑا ہوا کی بنی ہے۔
 ”اوہ...“ کریم کے ہونٹ میں ہانے والے انداز میں سگڑے۔

”اس کا ایک مطلب ہے کہ وہ ڈیٹمنٹ کو ختم دباؤ کے لیے تیار رہتا ہے۔“ کریم نے چپٹ سے پیر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔
 ”کریم کو اس طرح سے دباؤ کے تصور سے ہی ابھی ہوئی کی گزیرہ ہاتھ لگا تھا۔ اس نے دالے کو بدن یافتہ بہت سخت عایت ہونے والے ہی۔ خصوصاً اس وقت جبکہ

کے اور کردار کی گاڑی کے گار کے نشانات تھے اور دوسری ایسا کی گالی قاتل سے قاتل کے بارے میں کچھ بھی معلوم ہو سکے۔

اسے اس وقت آمنہ کی بہت شدت سے محسوس ہو رہی تھی۔ آمنہ آتش بھرا کی واحد خاتون آگیا کریم دہی کے ساتھ برسوں سے کام کر رہا تھا۔ ان کے آخری کیس کے بعد سے وہ چھٹیوں پر تھی۔ اس رازدات کو دیکھ کر کریم کا بدن بار بار اس کی جانب جا رہا تھا۔ وہ اسی قسم کا کیس تھا اور اس کی سخت ذاتی اور سرکاری اذیت سے گزرا ہوا تھا۔ قاتل کے بعد آرام اس کا حق تھا اور اس وقت وہ اسے یہ حد یاد آ رہی تھی۔ اس کی بار کی مٹی کا پورا ڈیٹمنٹ کھل گیا۔
 ”اوہ...“ وہ جانا ہوئی تو اس سارے سحر کو کیسے دیکھتا ہے؟ اس نے سوچا پھر چند لمحوں گویا بار بار کر بیچے مڑا۔

”کام ہو گیا ہے۔“ اس نے پریس کی فیری کی جانب دیکھ کر آواز دی۔
 ”آپ ہائی کو لے جاسکتے ہیں۔“ لاش کی شکل تک وہ اور شہزاد وہیں موجود تھے۔

”سر آپ کے خیال میں کیا وہ دوسرا قاتل کرے گا؟“ شہزاد نے پوچھا۔
 ”مجھے نہیں ہے۔“ کریم بولا۔

”آپ سے جیتنے سے کیسے کہہ سکتے ہیں؟“ شہزاد نے اس کی طرف دیکھا۔
 ”کیونکہ...“ کریم ایک لمحہ کے بعد بولا۔
 ”یہ اس کا پہلا آل کشا ہے۔“

☆☆☆

”کیا جیتیں اس بات کا جیتنے ہے؟“ پچیس چپٹ نے کریم کی جانب دیکھتے ہوئے پوچھا۔ وہ اس وقت پچیس بچہ کو مار رہی تھیں۔ کریم نے کریم کے علاوہ کچھ نہیں چپٹ، انہں کی طرف انکس بیل اور دوسری افسران موجود تھے۔
 ”سو لیں۔“ کریم نے بھاری آواز میں کہا۔
 ”انداز میں کچھ کار اور پریشانی بہت کچھ ہائل دیکھی ہے۔“
 ”فرق صرف یہ ہے کہ اس بار زیادہ ہمارے کام کا کیا ہے۔“
 ”تم خود اذیت میں جاسکتے ہو۔“ انہں نے پوچھا۔

”یہ چھ ماہ کی بات ہے۔ آپ نے سارا میرزا محمد

میں کی جان رہا تھا۔ یہ یاد ہے کہ خود کو گناہ چاہتے تھے اور انہں برائی کی مداخلت انہیں باگوار کر رہی تھی۔ پچیس کا ایسا وہ اس کے لیے کوئی بات نہیں تھی۔ وہ اگرچہ ایک دوسرے کی دکر ہے تھے اور ان کی منزل ایک ایک تھی مگر کرپٹ لینے کی خواہش اور پچیس کے لیے اور تعداد نہ کرنے کی کل میں سامنے آئی تھی۔

”سورج بھائی نہیں ہیں مگر ہر اور کار ہوتا ہوگا۔“ اس نے سوچا اور کندھے اچکاتے ہوئے دوبارہ لاش کی جانب نظر ہو گیا۔ شہزاد اب بھی لاش کے مناسک میں مصروف تھا۔

”انہں نے اور انہں کا خیال ہے کہ یہ کچھ نہیں ٹریٹمنٹ کا چکر ہے۔“ مگر جیسے ابھی لکھا۔ وہ اسے اپنی جانب سے دیکھ رہا تھا۔
 ”کیوں؟“ انہیں ایسا کیوں نہیں لگتا؟“ کریم نے

انہاں میں کرپٹ تھا۔
 ”اس کی عمر 30 سال کے لگ بھگ ہے۔ میرا اعزاز ہے کہ غالباً اس کے ایک دو بچے بھی ہیں اس کے علاوہ وہی اس قسم کی ٹریٹمنٹ کا حق نہیں آتی۔“

”دوست...“ کریم نے گہری سانس لی۔
 ”مگر مجھے اس سب سے کچھ نہیں پتا۔“
 ”دیکھنا پڑے گا۔“ کریم نے گردن ہٹائی۔
 ”جو کچھ بھی ہو کر اس کا سبب ہاں کی رکت مچھا نہیں ہو سکتا کیوں کہ اس کے تمام بانی شیور دیے گئے ہیں۔“

”اور یہ گلاب...“ شہزاد نے گلاب کو احتیاط سے پلاسٹک کے بیگ میں ڈالے ہوئے کہا۔
 ”یہ کوئی بیٹا م ہے۔“

”پڑے گا۔ سستا سا کا پ ہے۔“ کریم کی نظر پلاسٹک بیگ میں پڑے گلاب پر پڑی تھی جو ہر جگہ لٹکا رہے۔
 ”یہ اس پر کام کریں گے مگر کچھ نہیں لکھا کہ اس کے کچھ معلوم ہو سکے گا۔“
 ”کچھ تو کچھ تھا۔ مگر وہ چیزوں میں سے شاید ہی کچھ ان کی حقیت میں دکر رہے۔ اس نے ایک بار مگر اور سے لاش کا جائزہ لیا۔ اس کے سر کی پچھلی جانب، پچھلی اور دونوں کندھوں پر درختوں کے نشان موجود تھے۔
 ”یہ سب سے پہلے سے تھوڑا کٹا ہوا تھا۔ اور پھر کچھ کوٹ کر اس دیر نے سب جاوا گیا۔“

اس نے گہری سانس لی۔ لاش کو جھجھک کے لیے آنے والے ایک بڑے جڑے نے ریا پائت کا تھا۔ اس

میں رہا یا۔

”ہمما۔۔۔“ شیریں کی آواز نے اسے چٹکایا۔

”یہ عین اس کے خود پر تو ہوا ہے جو نے کہا۔“

”آپ دور ہی ہیں؟“ وہ اس کے قریب آ کر بولی۔

”مگر میں اہل کے تھوڑے ہی ہوں ہے؟“ وہ نہایت گرمندگی سے اس کا ہاتھ دے رہی تھی۔

”نہیں شیریں، انہوں نے کوئی بات کہا ہے۔“

”وہ آپ کو ابھی اس کو تو نہیں کہہ رہے تھے؟“

”وہ لیکن ابھی نہیں کہہ سکے گا تو کم از کم یہ ہے

تہا۔ اس بار اس نے بچی کو گھونڈ بکھا۔

”نہیں، اما، اب میں آپ کو یہ خطر کا کام نہیں

کرتے ہوں کی۔ دیکھیے ہمارے پاس مکان کا کرپہ تو آتا

ہی ہے یہاں ہی میں شوگر مار کر میں گئے۔“ وہ بولی۔

”شیریں ابھی نہیں یہ سب سوچنے کی ضرورت نہیں

ہے میری گڑبگڑ۔“ وہ اسے چارکے سے ہونے لگی۔ ”بھیرا

کا صرف اس لیے ضروری نہیں ہے جیٹا۔“

”کیا مطلب؟“

”جیٹا میری آنٹنہ والی ہے جس سے وہ اس کے لوگوں کے

لے کر نکلتی ہوں اور جیٹا آتا ہے وہ ملاجیت میرے

ساتھ رہے، میرے لوگوں کا کچھ پر فرض ہے اور اس سے

بچے بچے جیٹا ہے۔“ اس نے دوسرے سے شیریں کا بازو

بجڑ کر اسے قریب بٹھاتے ہوئے کہا۔ ”یہ میرا عشق

بھی میرا ہے۔ تمہارے ہاٹے شادی کے بعد جب تمہیں

اجا تھا تمہارا دانی اور دوسرے خاندان والی میری

انگل براج کی ملازمت پر خاصا اعتراض تھا۔ وہ چاہتی

تھی کہ میں خاوا کی اور کام کر دوں، وہ چاہتی تھی

اس بات کو کہ تیرور پر بہت داد دے۔“ بالآخر ایک دن

تمہارے ہاٹے سے اس معاملے میں بات کی۔

”بھرا آپ نے کیا کہا؟“ شیریں نے دیکھی سے

چھا۔

”یہی کہ میرا خیال ہے۔“ خوب قہار میرا کہ میں

اسے اپنی کی طرح ایک نوجوان براج میں اپنا، ان کا اور اسے ملک

کا کام روٹی کسوں مگر ان کے لینے سے میں بے چارہ

ہوں۔“ لہذا میں نے تیرور کے کہہ دو مگر تیرور میں

یہ تو کئی چیزیں ہیں۔“

”کیوں؟“ کریم نے بے اختیار پوچھا۔ ”مت

ڈرو دوسرے چکا ہے وہ اب تھارہ چکا کچا نہیں ملتا۔“

”میں نے نہیں سے کہہ سکے تھے وہاں غاس طور پر یہ سب

دیکھنے کے بعد۔“ اس نے ٹوٹے ہوئے لہجے میں سوال

کیا۔

”آمنہ ضروری نہیں ہے کہ یہ وہی ہوں اس کی لاش

شاید نہیں ہو سکی کی مگر سب ایسا کیے ہو گئے تھے کہ وہ

مرچا ہے اور ہم اسے کسی۔“ وہ فائل پر ہاتھ دھو کر بولا۔

”اسے بھی نہیں چھوڑیے گی یا تو یہ ہمارے باقوں مارا

جانے گا یا پھر اسے چاکلی کی سزا ہوگی۔“ اس نے مضبوط

لہجے میں کہا۔

آمنہ چند لمبے اسے دیکھی تھی پھر اس نے فائل بند

کر کے کریم کی طرف بڑھا دی۔ ”مجھے افسوس ہے

کریم۔“ وہ بالآخر بولی کہ اس بار اس کے لینے میں بہت

انتہیت تھی۔“ میرا خیال ہے کہ میں اب چلتا جاؤں۔“

کریم کھرت ہے اس کا چہرہ بھٹکا رہا تو کہا۔ اس کے

دوم مکان میں بھی نہیں تھا کہ اس سے اسے ایسا سلوک کر سکتی

ہے۔ اس نے آمنہ کے ہاتھ سے فائل لے۔ چند لمبے اسے

دیکھا دیکھا اس کا کندھا کھٹک کر باہر نکل گیا۔

☆☆☆

کریم کے جانے کے بعد وہ کافی دوپہر بیٹھی رہی

تھی۔ اس کا نام ساکت سا نہ تھا تھا۔ آمنہ نے کچھ کا تھا کہ

اسب ٹھیک ہو گیا ہے۔ وہ سب کچھ بھونٹی جاسی ہے مگر

انہوں نے اس کے لئے اسے دوبارہ اور اسے کہ اس کی ختم

میں بچا ہوا تھا۔

آفسروں کے گالوں پر پھل رہے تھے۔ اس کی

آنکھیں کھلی رہیں اور اس میں ہوا کے تیز جھکے آئے

پوسے کے مانند رزدار ہاتھ۔ یہ سب کچھ ہوا ہے۔ اس نے

اپنے کام کی جانب لوٹا تھا کہ اس کے ساتھ اس حالت

میں یہ کچھ ممکن تھا۔ اس نے سب سمجھا۔ گالوں پر بچنے والے

آفسروں کو کچھ سے پوچھا۔ اسے خود پر افسوس ہوا تھا۔

کریم اس کا چند روز میں سال پر اتار دیا تھا، ہر مشکل وقت

میں وہ آمنہ کے ساتھ کھڑا رہا تھا۔ تیرور کے جانے کے بعد

اس نے اس کی بہت دیکھی تھی پھر اس کیس میں جس حالت

پر تھوڑے سا ڈرو روٹی طور پر دیکھ جانے کے بعد اس کی

اگر وہ اپنے قدموں پر کھڑی تھی تو اس کا بہت دھک کر پڑت

کریم کو بھی آتا تھا۔ وہ اسے اس طرح کیے ایسے کر سکتی

تھی۔ اسے شرمندہ کیسے کر سکتی تھی؟ اس نے تانت سے عالم

کر لی ہے، خود ہی فیصلہ کر لیتی ہے کہ مجھے کیا کرنا ہے، کیا

کھانا ہے کہاں جانا ہے، وغیرہ وغیرہ اور کہاں سے کہ کچھ

سے اس پر عمل کی گواہی ہے۔ میں تو کمر چڑھ کر بھاگنے کے

بارے میں سوچ رہی ہوں۔“ وہ تانت سے بولی۔

”میں کہہ رہی ہوں۔“ آمنہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”میں تو مسئلہ ہے۔“ آمنہ نے مضبوطی سے بولی۔

”آمنہ، کچھ لوگوں کو بھاگنے کے لئے ڈروٹنے کی خدمت میں کہاں

ہے۔“ میرا خیال یہ کہانی چھوڑ دو تم بھتاؤ کیسے آنا ہوا؟“

”سوچا تھا میری غیرت معلوم کر لوں۔“ کریم نے

کہا۔ ”میں کی فائل وہ ساتھ لایا تھا مگر وہ اس سے منسوب

کے ساتھ آتا تھا کہ میں دیکھ رہی تھی۔ اس دورانی شیریں کا دوس

گئی تھی۔

”ہمارا وہ دیکھا ہے جو تم نے چھپا کر منسوب کے اس

طرف رکھا ہے۔“ آمنہ نے کہا کہ میں نے ایک ہی چھپا کر

”کچھ نہیں۔“ کریم گڑبگڑا کر اسے دیکھ کر کوئی

وہی کچھ کرنا تھا۔ اس کے اصرار سے باہر نکل کر

ہو رہی تھی۔

”تاؤ دو پار۔“ کیا دوسری شادی کر رہے ہو؟ گاڑ

دھیرہ لائے ہو جو اتنا ڈروٹ ہے؟“ اس نے گھر کا۔

”اسی ہماری قسمت کہاں۔“ وہ غناک لہجے میں

بولا۔

”تم مردوں کا یو تیرور مسئلہ ہے دوسری شادی کا

شوٹ۔“ شیریں کے پاس کچھ پانچ پانچ لپٹنے والے پک

تھا۔“ وہ پچھلے سے اسے اسے اس کی سزا تھی۔

”آمنہ نے ایک بار تو کہیں ہے۔“ سارو عبد اللہ کیس

سے ملتا تھا۔۔۔“ ڈروٹ رک کر بول رہا تھا۔

”آمنہ نے اس کی جانب دیکھا۔

اس کے چہرے سے سکرہاٹ غائب ہو گئی تھی۔ اسے ہر دو

تیرور میں میری آواز تھی۔“ مجھے دکھاؤ۔“ اس نے بیچری

سے کہا۔ اس کے جواب میں فائل اس کی جانب بڑھا دی۔

اس فائل میں اس کی تمام تفصیلات اور تصاویر موجود تھیں۔

آمنہ چھوٹوں کیس اس کا ہاتھ لپٹی رہی۔ تصاویر پر اس کی

تصویر بھی تھی۔ اس کے ساتھ تیرور سے تھے پھر اس

سے کریم کی جانب دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو تھک

رہے تھے۔ کریم تانت سے اسے دیکھ رہا تھا۔ آمنہ اس

کے متاثرے میں بہت مضبوط اعصاب کی مالک تھی۔ اسے

اس حال میں دیکھ کر اسے حقیقی افسوس ہوا تھا۔

”میں خوف نہ ہوں کریم۔“ وہ بالآخر بولی۔

اجا تک آپ کا تھا یہی غائب ہو گیا مگر اگر اسے لے

دوبارہ باہر نکلے یا۔“ صاحب، آپ کا کیا ہے؟“

”مگر اگر وہاں باہر نکلے اسے دو دست سے

زیادہ نہیں لگے تھے۔ اس سے آکر دروازہ کھولا۔ اندر بھی

ایک چھوٹا سا مکان تھا۔ اس کے ساتھ سے مختصر سے پورج

میں آمنہ کی گاڑی تھی۔ کریم کو لاؤ گچ میں بٹھا کر خان

صاحب باہر نکل گئے۔

”آپ۔“ ایک قہر سے ناراض لہجے سے کریم

کو چڑھایا۔ یہ آمنہ کی آواز نہیں تھی۔ اس سے سزا دیکھا۔

آمنہ کی چہرہ سالہ بچی شیریں اسے ناراضی سے دوسری

تھی۔

”دیکھی ہو شیریں۔“ وہ بالآخر بولا۔

”میں ٹھیک ہوں اہل۔“ کیا آپ ماما کو لینے آئے

تھا۔“

”نہیں شیریں۔“ میں ان سے ملنے آیا ہوں۔“ وہ

بولی سے بولا۔

”بھرا ہے۔“ اس بار اس کا لہجہ بدل گیا تھا۔

”کیا ٹھیک ہے۔“ آمنہ نے لاؤ گچ میں داخل

ہوئے ہوئے پوچھا۔

”سب ٹھیک۔“ کریم اسے دیکھ کر مسکرایا۔ وہ اب

بھی کافی کمزور لگ رہی تھی۔ اس نے لان کا عرصہ تک

رکھا تھا۔ اس سے اسے پھر سے کھانا لے کر آئے ہوئے

تھے۔ ہر دوں پر بیٹھ کر طرح ایک گرم پوٹی سکرما

موجود تھی کہ اس کی آنکھیں سب ٹھیک نہ تھیں۔

”میں آئی آل ڈیل۔“ وہ مسکرائی۔ ”یار شیریں

وہیل (ٹھیک) سے سب اکیلیٹ (بھتریں) ہو سکتا ہے۔

اگر تم ایک اچھی سی کافی بناؤ۔“ یو کریم۔“ شیریں ماسٹر

سے کافی بنائے گی۔“ شیریں کے جانے کے بعد وہ اس

کے ساتھ گھر سے پریٹھی۔

”ٹھیک۔“ وہ بولا۔ ”شیریں یا ماشاء اللہ بڑی ہوشی

ہے۔“

”ہاں۔“ بھلا بک دھک۔“ وہ ہنسنے لگی۔

”کیا مطلب؟“ کریم نے چپک کر اس کی طرف

دیکھا۔

”یاروہی سے زیادہ میری اماں بننے کی کوشش

خاتونِ حقؔ۔ آئے چند لمبے کا میں بھی ہست بھج کرتی رہی
 بھر کار سے باہر نکل کر اپنی درد رواں سے کی جانب بڑھی ۔ وہ
 اس کا انتظار ہی کر رہی تھی ۔ سہ سے اپنی عمر کی تیسری دہائی
 میں تھی ۔ وہ بہت زیادہ گوری رنگت اور کڑے نعش کی
 مالک تھی ۔ مردان اور سیاہ پرنٹ کے سادہ مگر نکس لباس میں
 وہ جی رہی تھی ۔

”آستانِ محمدی! آستانِ ہے بہت خوشی ہوئی۔“ وہ آنکھ
 باخوشا کر کے اندر لے جاتے ہوئے کہی۔
 فہستہ پر بیٹھے ہوئے آستانے اور گرد کار کا رملہ۔
 لاؤج میں صاف ستھرا اور خوب متحرک ہے فہرستہ پر جا ہوا
 تھا۔ ایک کامیاب خانقاہ کے مگر کے آستانوں کا یہ ہے
 ترتیبی خوشی مگر چند ہی لمحوں میں اسے انجامِ مستحکم سامنے
 اور آقا۔ وہ ہر طرف سے بندھ کر تھا۔ کمرے بندھا گیا
 سارے مگر کی کوئی امانت نہ تھی۔ اسے بندھیں۔ ان پر ہر
 پردے کا ہوتے آئے۔ آستانے کے اندر آئے ہی صوفیہ
 کے ہر طرف سے ہوتے ہوئے اور وہ مگر کے کسی سرخوش

[illegible]

”سعد نے آگے بڑھ کر کہا۔
”سعد یہ کہیں کو کھس کرنا ہو گی، اگر تم نے خود کو ای
طرح بند کر رکھا ہے تو یہ ای طرح ہوا۔ جیسے تم ایک نیک اس کی
قید میں رہو۔“ اس کے ان الفاظ پر سعد نے کے چہرے کی
رنگت بدلی کر دی تھی۔ ”سوری۔“ اس نے کہا۔
”نہیں! آمنت کھٹک کھٹک رہی ہو بالکل ٹھیک کھٹک کھٹک رہی
ہو۔“ ایک لمحے کے توقف کے بعد وہ بھڑکی۔ ”تم کھٹک رہا

صیدو صباد
مجھ سے مشورہ کرنا چاہتی ہو کہ تمہیں اس پر کام کرنا چاہیے کہ نہیں۔۔۔۔۔؟“

آنند جواب میں خاموشی سے اسے دیکھتی رہی۔
اسے سمجھ سے جواب کی توقع تھی مگر وہ بالکل ساکت بیٹھی تھی۔
کمرے میں چھانچھانے والے اس اماں کی سکوت نے

آئندہ کو بھانسا کر دو! یا قاتل! اس نے صوفے کی پشت سے ٹپک ٹپک کر کے یہ غفر دور ڈالی، یا میں سمجھتی تھی کہ راجہ اور جس کی دوسری جانب بیڑا دوڑے۔ ایک چوٹی کی میز پر ایک ہی فونی سیٹ دکھا تھا۔ جبریت کی بات اس کی دہاں موجود گی میں سمجھ ہی گئی کہ اس کا راجہ سمجھ میں آئے ہوئے کے، مہا نے اس کے قریب بڑھا تھا۔

”یہ اس فون کا سامنے سے کیوں نکال رکھا ہے؟“ اس نے پوچھا۔

کے چہرے کی حرکت چلی کر گئی تھی۔
 "وہ....." وہ سرگرمی سے انداز میں بولی۔ "وہ مجھے
 فون کرتا رہا ہے۔"
 "کون....."
 "اسلم..... اسلم شیر۔" اس کے جواب پر آنند کادل
 گویا اچھل کر اس کے قریب میں آ گیا۔
 "وہ سرچکا ہے۔" آنند نے لڑتے ہوئے لیے میں
 کہا۔ "میں نے خود اس جگہ کو گنگائی میں اور اس کی تلاش
 کی تھی۔"
 "جواب میں مسعدہ نے گردن ہلاتی۔ "وہ کسی اور
 آدمی....."

اس کا چہنچہ اُتر کر اڑا رہا تھا۔ اس کے بدترین اندیشے کو گواچ ثابت ہو رہے تھے۔ اس کی کچھ جسٹس نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کہے۔

"وہ زندہ ہے..... وہ مجھے فون کرتا رہتا ہے۔" سعد نے سرسائی ہوئی آواز میں کہا۔ "وہ فون کرتا ہے، مگر کبھی کبھی اس میں لپٹا ہے اور فون بند کر دیتا ہے۔ مجھے معلوم ہے۔"

”جیسی“..... ”سعدیہ نے حق اِجاز میں کہا۔
 ”کیوں؟“ ”آئندہ نے اسے حیرت سے دیکھا۔

جاسوسی ڈائجسٹ ﴿266﴾ فروری 2018ء

کریم اسے گھر چھوڑ کر آگے بڑھ گیا تھا۔ وہ دولہا اور ہاتھ جسے اندر لگائی۔
 "ہیرلینڈ ہو گئی؟" "شیریں لاؤ بیچ میں اس کی شہر
 جمی۔" اسے دیکھ کر اس نے کسی ہیٹل سٹریٹس کی طرح بچھا۔
 "سورس بیٹا، کام کا پہلا دن تھا۔" وہ اس کے کالی پر
 بیاد کرتے ہوئے بولی۔
 "سورس! کچھ نہیں ہوئی، آپ نے لفظ کی ہے اور
 آپ کو اس کے سزا لے گی۔" وہ سکر ہا ہاتھ رکھ کر بولی۔
 "کبھی سواری لاؤ؟"
 "میں میری کڑی کٹر کھڑا ہے۔ آج ویسے ہی ہوا
 اماں نے کوئی بتائی ہے۔" وہ ڈانڈ رہا کر بولی۔ "اور
 غضب خدا کا اس کی بخت آزمائی ہے۔ پیچھے کی دیا ہے۔ میری تو
 آج تک بھگت نہیں آ یا کیا اچھے پہلے ہے چارے پکڑوں
 کو اس طرح ڈوبے کی ضرورت کیا ہے، میرا حال میں پڑا
 بھی کھاؤں گی۔"
 "اگے۔۔۔ مگر میں بہت تھک چکی ہوں اور کام بھی
 ہے۔" وہ ہاتھ میں پکڑا ہوا دلہا لے کر ہوئے بولی۔
 "اس میں کیا بنا ہے؟" "شیریں نے منہ بتایا۔" مگر
 میرے پاس ہر سنے کا کل موجود ہے۔" اس نے اپنا ہاتھ
 اٹھا یا۔ "کبھی آؤ ڈرگرتی ہوں پڑا انا کمر میں اور برگر سب خود
 گھر آ جا سکیں گے۔"
 "یہ ہر گز کہاں سے آیا آپ۔۔۔؟" اس نے نئی کوئی
 گھورا۔
 "یہ باہر نہ جانے جانے کا جہان ہے اماں۔" وہ آواز
 بنا کر بولی۔ "آپ پیسے کمال کر مینیں با سب کام میں کر
 لوں گی کوئی ساری دے داری میرے سر پر ہے۔"
 وہ فون کو اس کے لگا کر اور چارے ہوتے ہوئے بولی۔ آند
 سکرے ہوتے اسے دیکھ کر دھکی رہی تھی۔

☆☆☆

اس کی آنکھوں کے الام سے کھلی تھی۔
 وہ کہاں تھا؟ خالی الفذ کی کیفیت میں اس نے
 چاروں جانب نظر دوڑائی۔ یہ ایک صاف ستھرا چھوٹا سا کرا
 تھا جس میں ایک جانب کمریزاں دی گئی تھیں۔ ایک چھوٹا سا
 کاؤچ تھا جس پر وہ اس وقت دراز تھا۔ کمرے کی ایک دیوار
 پر بالرائن سی پٹی ہوئی تھی اور ایک کونے میں فرش اور
 بائگر دیو دیوں نظر آ رہے تھے۔ اس کا ذہن اب بھی خود کی
 میں ڈوبا ہوا تھا۔ چندے سوچنے کے بعد وہ ایک جھٹکے سے
 کھڑا ہوا اور سامنے موجود دروازے کو کھولا۔ سامنے ایک

جاسوسی ڈائجسٹ 272 فروری 2018ء

پتلی اور چھوٹی سی راہداری کی جس کے دوسری جانب ایک
 گھر تھا جس کی دیوار کے ساتھ میں جھانے والا ویڈیو اسٹریچر
 رکھا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ ہی دو وینس جینز بند حالت میں
 موجود تھیں۔
 "او۔۔۔" اس کے دماغ میں ٹھٹھکی سی جگہ دو "فزی
 میڈ لائف ٹیک" میں تھا۔ وہ سکرایا۔ آج وہ اس کے لیے
 بہت اہم تھا۔ جس کی اس دن کے لیے اس نے مسلسل تین
 ہفتوں تک تھک کر لی۔ اسے یاد آ گیا تھا کہ یہاں اس کی
 طرح داخل ہوا تھا۔ تصوری تصور میں اس نے خود کو اپنی
 چالاک پر گواہ شاہین دی۔ وہ شام بچے سے سات بچے ٹیک
 میں داخل ہوا تھا۔ اس وقت یہاں کو ساریں موجود تھے۔
 اس کے بندے کو اس وقت کی تربیت تھا۔ انھوں نے اسٹاف تیزی
 سے کام گزارا تھا۔
 اس نے ہلکے پر شریک کرانے کا بہانہ بنایا تھا اور
 جس کی بات ہے کہ اس کا ہلکے پر شریک اس نے ٹیک کیا تھا۔
 کہاں کے وہ یہاں آیا تھا۔ وہ تین ہفتوں سے اس کا کیا
 کر رہا تھا۔ گھر پر کام پر جاتے ہوئے شاپنگ کرتے
 ہوئے اس کے تمام معاملات اسے اذیت دے رہے۔ وہ ایک بار
 پھر سکرایا۔
 ہلکے پر شریک کرانے کے بعد وہ موقع پا رہے ہی
 الماری کے نیچے بڑے خانے میں چھپ گیا تھا۔ اسٹاف
 الماری ٹیک کے بغیر کھینچ کر اندر گیا تھا۔ اس کے سب
 جانے کے بعد وہ اس کے کھل کر اسٹاف کے لیے کھینچ کر اس
 کے کھینچ کر اسٹاف کے سونے سے کھل کر اسٹاف کے کھینچ کر اسٹاف
 بھولا تھا کیونکہ اس کے لیے وقت کا حساب بہت اہم
 تھا۔ اس نے فون کی گھڑی کو دیکھا۔ آٹھ بجتے ہیں چند منٹ
 باقی تھے۔
 "وہ اب آئی ہی ہو گی۔" اس نے سوچا۔ اس کی
 گھمائی کی کچی کے دوران وہ جان چکا تھا کہ وہ ہر روز آٹھ
 بجے ٹیک پر پہنچتی ہے۔ ٹیک کھول کر اسے ڈاکٹر اور
 میرٹھن کے ساتھ ساتھ اس کا کام تھا۔ سناڑے آٹھ
 بجے مٹائی کا کام کرنے والا دروازے آ جاتے تھے۔
 آٹھ سے سناڑے آٹھ بجے ٹیک پہنچ جاتی تھی۔
 مگر آج اس کا مختلف تھا۔ آٹھ دو ایک ٹیکس اور ایک۔
 اس نے سوچا۔ آٹھ بجے ٹیک پر وہ اس کے قیام کی
 آواز سنانے سے دسے تھی۔ یہی وہ وقت ہے کہ وہ اس کی
 اطمینان سے اس کا انتظار کر رہا تھا۔ پہلے وہ سب کے بچوں
 میں وہ خود بھی خوف زدہ تھا مگر تیسرے تجربے نے اسے

بہت احماد دیا تھا۔ وہ اس بار کچھ نیکی کرنا چاہتا تھا۔ کیا کرنا
 چاہیے؟ اس نے سوچا پھر سکرایا۔ وہ اسے جبران کرنا چاہتا
 تھا۔ "اس کا استقبال میرا ذاتی نشان کرے گا۔ یہ سارا ذاتی
 نشان۔۔۔" وہ سکرایا۔
 ☆☆☆
 شریٹن کے قدم تیزی سے ٹیک کی جانب بڑھ رہے
 تھے۔ اس کا ذہن ان ہر کے کاموں کی تفصیل تکرار رہا
 تھا۔ اسے اس کی ٹیک میں کام کرنے ہوتے دو سال ہو
 گئے۔ ایک بڑی اور ٹیک میں اس کی جانب سے پہلے دانی
 اس کی ٹیک سے روزانہ دو لوگوں کی ایک بڑی تعداد اختیار
 ہو گئی۔ اسے اپنا کام بہت پسند تھا۔ روزگار کے ساتھ
 ساتھ لوگوں کے کام آنا ایک بہت اچھا احساس تھا۔ اسے
 کے اوقات میں ڈاکٹر کی کرشہ روز میرا کی لے لست کے
 مطابق دواؤں کو تحریک دینا ہوا تھا۔ ساتھ ہی سب کے
 شریٹن کی تیزی کرانے تھی۔ وہ ہیٹھ سے وقت کی پابندی
 اور اس کی اس فونی کو اس کے دفتر میں سربراہا جاتا تھا۔
 اسے اس فون کی شام کو قدر سے پہلے اٹھنا تھا۔ اسے
 اپنے تمام کام میں جلد از جلد کرنا تھے۔ اس کی بھائی کی دو
 دن بعد سناڑے کی اور آج انہوں نے اس کے لیے شاپنگ کا
 پروگرام بنایا تھا۔
 ٹیک کا دروازہ کھل کر اندر داخل ہوئی اور مٹوں
 کے مطابق اندر کا دروازے کو دوبارہ لاک کر دیا۔ مٹائی
 کے کام کے لیے آئے والے اسٹاف کی آنکھ وہ دروازے
 کو کھینچ کر دیکھ کر تھی۔
 وہ ڈھک کر کھ گئی۔ اس سے قدرے آگے صاف ستھری
 زمین پر کچھ بڑا ہوا تھا۔ کمرے میں ٹیبل اور صوفے کی بنا پر
 وہ ٹھٹھکی پائی کدو تھا۔ اس نے کمرے کی لائٹس روشن
 کیں۔ سناڑے کمرے کے مین دروازے۔ ایک کھلی رکھت
 کا ٹیک کھینچ کر وہ دروازے کے والے اچھل پڑا ہوا تھا۔
 "یہاں کیجیے آیا؟" اس نے حیرت سے سوچا اور
 آگے بڑھ کر اسے اٹھا لیا۔ عام سی رہن جیٹریٹل سے تیار
 کردہ وہ اچھل پڑا کھل ناؤر ٹیک دروازہ کھل کر اٹھا۔
 ٹیک بند ہونے سے کھل مٹائی ان کا دروازہ کھول
 تھا پھر یہ اسٹاف کی نظر سے کیسے ٹیک سکرے۔ اس نے اسے
 غور سے دیکھا۔ اسے ایک سکرے کی آواز سنانی
 دی اور خوف کی لہر نے اسے سر سے جیٹیک بھگوا ہوا۔
 پھول اور یہ آواز۔ اس کا مطلب یہی تھا کہ وہ اس وقت

صدی صیاد
 ٹیک میں اس کی نہیں تھی۔ ذہن میں بیٹھے والا غور سے
 سناڑن اس قدر تھکا ہوا تھا کہ وہ ایک صاف ستھری کے بغیر ابھی
 کے لیے کڑی۔
 وہ کڑی ہی تھی کہ ایک مینڈو ہاتھ نے اس کے بازو کو
 جکڑ لیا۔ شریٹن نے مزے بغیر اپنی کٹی کو کم کی تمام تر
 حالات کے ساتھ مل کر اس کی ہلکی سی سے اہاد کیا دروازہ
 کرا کے ساتھ وہ دہرا ہوا تھا اسے شریٹن تیزی سے
 دروازے کی جانب لگیا۔ وہ اس کی قیمت پر ہوا یہاں سے
 ہلکنا چارہ دہری گئی۔ دروازے کے پاس کچھ کمرے نے
 پہنچ لیا۔ دہریا کے پھر اسے یاد آ گیا کہ دروازہ خود اسے لاک
 کیا ہوا ہے۔ دہریا کے عالم میں اس نے جگ سے
 چاہیں گا کھانا کھانا دروازے کی پکڑ کو ہر لاک میں
 لگا دیا۔ دروازے کے ساتھ ہی کھول کر پڑے پائینڈز کی
 مٹائی کے دروازے سے اسے اس کے کھینچ کر ہاتھ لگا کر
 کھینچ کر کھینچ کر شریٹن کے ہاتھوں سے اس کے پیچ
 پر آدھ ہوئی گئی۔ وہ کچھ آواز دے گا کمرے میں۔ یہاں اسے
 کسی نے اس کے چہرے پر بار کچھ پکڑا ہوا تھا۔ اس
 کچھ کے اس قدر تھکا ہوا تھا کہ اس کے منہ پر جھانپ گیا تھا کہ
 اسے اپنا دم کھینچ کر ہو رہا تھا۔ اس کا دماغ سناڑے اور
 تیار ہی نہیں ڈوبا ہوا تھا پھر پہلے اس کے ہاتھ میں موجود
 چاہیں گا کھانا کھانا پھر کر اور اس کے بعد اس کے ہاتھ
 اس کے آواز اور دروازے کو کھینچ کر رہے ہے، اسے
 جاننا تھا اس میں بچے کرے۔
 ☆☆☆
 آند اور کریم اس وقت شریٹن کے ایک ٹیک کے
 ایک ہال میں موجود تھے۔ ان کے اور کرائی کے اسٹانڈ کے
 تھے جن طرح طرح کی گڑیاں موجود تھیں۔
 "کبھی شریٹن کیا کیا ہوتا ہے۔" ٹیک کمرے کے اچھل کر
 بولا۔ "تم ازم میرے میں ہیں جس تھا کہ اس قدر لوگ
 گڑیاں بیچ کر اس کے لیے ایما بیٹیار دے گئے۔"
 "کبھی شریٹن کیا کیا ہے۔"
 "فون ڈاکوٹی میں نہیں ہے کرم میاں۔" آند
 سناڑے ہوئی۔ "ان سب کے پاس خوب دیا ہے کہ اس
 اسے خرچ کرنے کے خرچے ڈھونڈتے ہیں، دوسری سب
 شریٹن لاکھوں کے خرچوں پر سوتے ہیں۔"
 "ٹیک کمرے میں۔۔۔ آؤ شریٹن یہاں سے کیا لے گا
 آند۔۔۔؟" "کرم کرم پور ہوا ہوا۔"
 "شاید ہو سکتا ہے کہ وہ قاتل یہاں آیا ہو۔ اسے
 جاسوسی ڈائجسٹ 273 فروری 2018ء

نسریں اور اس کا شوہر مقصود بھی موجود تھے۔ وہ سب ہی بہت گھبرائے ہوئے تھے۔ ساجد کی حالت سب سے خراب تھی۔ وہ ایک دہلا چلا طویل القامت شخص تھا۔ اس کے بال کھنجروں تک تھے جو اس وقت گھس گھس ہوئے تھے۔ انھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ اس کے ہاتھ میں سسٹن ہوا مگر نہ تھا۔

”میں یہ کہہ رہا ہوں کہ آپ لوگ اس وقت کسواں دل جواب میں کیوں ضائع کر رہے ہیں۔ جلیز میری بیوی کو ڈھونڈیے، اگر وہ اسے ہی کیوں انوکھ کر کے لے گیا ہے؟“ جھلے کے غرض میں اس کی آواز بھڑکی۔

”یہ سوال وہ جواب کر شین کی دواہی کے لیے ہی ضروری ہیں۔ جب تک جوارے پاس مکمل معلومات نہیں ہوں گی ہم آگے بڑھ سکیں گے۔“ آندے نے نرمی سے کہا۔

”آپ جو کرنا چاہیں کریں۔ بس کسی طرح کر شین کو دھونڈنا تلاش۔“ وہ چیخا تھا انداز میں بولا۔

”ہمارا یہی نقش ہے۔“ کریم نے کہا۔ ”ساجد صاحب کی حامل ہی میں آپ کی دواہی کے کسی قسم کے خوف کی شکایت کی کہ کوئی آپس تک کر رہا ہو؟“

”نہیں، بالکل نہیں۔“ وہ بولا۔ ”اس نے ایسی کوئی بات نہیں کی۔“

”آپ؟“ آندے نے اس کی بہن نسریں کی طرف دیکھا۔

”نہیں، مجھ سے بھی نہیں۔“ وہ آنسو پرچھتے ہوئے بولی۔

”ساجد صاحب نے خود مشکل سوال ہے، یہ بتائیے کہ آپ یا کر شین صاحبہ کی سے کوئی دہی ہو، کوئی ایسا شخص جو آپ کو نقصان پہنچانا چاہتا ہو۔“

”نہیں۔“ وہ دھکم دھکھے سے انداز میں چند لمبے آندے کو پھینکے کہ بھر بولا۔ ”ہم سارے لوگ ہیں سیدم، میں لنگار ہوں، ایک گھری میں کام کرتا ہوں۔“ ہمارا کوئی دشمن نہیں ہے اور کر شین کو سبھی پر ہند کر رہے ہیں، وہ ہے

اسی اٹنی انکس، ہر ایک کا خیال رکھنے والی۔“

”نہیں، ہے، ایک خیر بات، کیا آپ اپنی کوئی تازہ تصویر فراہم کر سکتے ہیں؟“

”ہاں، ہاں، کیوں نہیں۔“ وہ بولا۔ ”مجھ کو دینے پہلے کی تصویر ہے۔“ اس نے میز پر رکھے موبائل کو آن کر کے اس کی جانب بڑھانے سے پہلے تصویر پر نظر پڑنے

آندے اور چونکا کر رہ گئی۔ یہ حال کریم کا بھی ہوا تھا۔ اس تصویر میں کر شین اور گمن سال کی ایک بچی موجود تھی۔ وہ انہیں اس رہتے اور ان کے درمیان۔۔۔ ایک گویا رگڑی تھی جس کی آنکھیں ان پر تھیں اور اس کے ہاتھ میں تھیں ریک کا کاغذ کا پھول تھا۔ وہ دونوں چندھوں کی تصویر کو گھورتے رہے۔

”یہ۔۔۔ یہ کوئی بات ہے ساجد صاحب؟“ آندے نے پوچھا۔

”میری بیٹی ہے۔“ ساجد کے ہاتھ نسریں نے

جواب دیا۔

”یہ تصویر سستی پرانی ہے؟“

”میں نے کہا کہ وہ سستی ہے زیادہ پرانی نہیں ہے۔ وہ موسمیاتی اپنی بھائی کو لڑا دلائے کے لے گی۔ اسے لڑا بہت بھڑکی۔

”او۔۔۔ کیا آپ ان کے ساتھ تھے؟ کیا آپ کو معلوم ہے کہ انہوں نے یہ لڑائی کہاں سے کی تھی؟“ کریم

نے سوال کیا۔

”نہیں، میں اس وقت گھر پر تھا اور اس نے مجھے دکان نام نہیں بتایا۔ یہ کوئی اہم بات ہے؟“

”شاید۔۔۔ کسی کی طرح سے یہ معلوم کیا جا سکتا ہے؟“

”میں بالکل نہیں سمجھ رہا کہ اس بات سے میری کر شین کے ادھر کیا تعلق ہے؟“ کریم نے زور دیکر پوچھا

رکھے ہیں۔ میں دیکھتا ہوں شاید اس لڑکی کی رید موجود ہو۔“ وہ فرخے ہوئے ہوئے بولا۔ اس نے آگے بڑھ کر

شلف سے ایک ڈال اٹھا۔ اسے نکلنے کے بعد بولا۔

”میں یہاں رید نہیں ہے مگر جلیز کے تاجے کر اس کا اس بات کے تعلق ہے۔“

”میں۔۔۔ میں لگتا ہے کہ کر شین کو ادھر کرنے والے اور ان لڑکیوں میں کوئی تعلق موجود ہے۔“ آندے

بھل بولی۔

”مگر آپ کو یہ کیوں لگ رہا ہے؟“ اس نے لڑتی ہوئی آواز میں پوچھا۔

”آپ اس کے بارے میں کیا جانتے ہیں؟“ ساجد نے پوچھا۔

”آندے اور کریم خاموشی سے اسے دیکھ رہے تھے۔ ایک حیرت کے والے شوہر کی حقیقت بتانا کہاں کی بیوی کو اپنے جوتی نے اٹھا کر ہے اور وہ اس سے ملنے کے خون کر پڑنے کی شکل۔“

”کیوں ایسا تو نہیں کر دیا اور یہی سچ کر چکا ہے۔“ ساجد نے پوچھا۔

”آف میرے گھر۔“ لکھتے ہیں۔“

”یہ لے اخبار میں پڑا تھا۔ وہ دونوں کو لڑ کر دیتا ہے اور ان کی لاشوں کو دیران بھیج کر چھوڑ دیتا ہے۔“

”آف۔۔۔ یہ کہا ہو گیا ہے۔“ وہ سر پر کھڑے نہ دیکھے۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے۔ نسریں

بھی باپ کا سر درد کر رہی تھی۔

”تو آپ کو کتنے ہے کر شین اس کا تازہ شمار ہے، کیا وہ زندہ ہو گیا یا اس نے میری کمان کو ڈالا ہو گا۔“

نسریں نے پوچھا۔

”نہیں، میں یہ نہیں کہہ رہی۔“ آندے بولی۔

”تو قبر۔۔۔؟“ وہ دونوں امیر احمدی گھروں سے

اسے کہنے لگے۔

آندے کے دماغ میں جوار جوار میں چل رہا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ کر شین ابھی زندہ ہو کر وہ ایک ایسے عذاب میں مبتلا ہو چکی تھی جس سے اس کی آرزوی اسی موت کی شکل

میں ہو چکی تھی اور یا پھر مردوت کے پاس لے کر چل رہی تھی۔

”وہل جاسے کی ہر پوری کشتی کر رہے ہیں۔ آپ خود مضامین۔“ کریم نے کہتے ہوئے کھڑا ہو گیا۔

کڑی میں بیٹھنے تک وہ دونوں بالکل خاموش رہے تھے۔ آندے اور آج تک سب پر چڑھ کر اس کی گھر اس نے گاڑی

بستار پر تھیں۔“

”کیا سوچ رہی ہو؟“ کریم نے بالآخر پوچھا۔

”کریم، یہ سارا پکار کر لڑا ہے خور و ہوتا ہے۔ وہ بڑبڑانے والے انداز میں بولی۔

”اس نے جتنی گھوڑوں کو ایک نظر دیا ہے اسے انہوں نے لڑا خیر دیتے ہوئے ہی دیکھا ہے۔ یہاں کوئی لڑکی ایسی دکان ہے جہاں سے ان تینوں گھروں نے لڑا خیر دیتی ہے اور کریم کو اندر کو

ڈھونڈتے ہیں تو شاید ہمارے لیے اس تک پہنچنا آسان ہو جائے۔“

اس سے پہلے کہ کریم کچھ کہتا اس کا فون بج اٹھا۔

”ہیلو۔۔۔ کی انہی کی صاحب۔“ وہ بولا۔ ”کیا؟“

”وہاں؟ او کہ تم کو کچھ کر رہے ہیں۔“ اس نے فون بند کر دیا۔ آندے سوالیہ نعرے سے بھر پھر رہی تھی۔

”فرار دین، وہ کہہ رہا ہے کہ انہوں نے قاتل کو پکڑ لیا ہے۔“

”اس نے فر سے بتایا۔“

”کیسے؟“

”مڈیکل ٹیکنیک کی ایک نرس نے اس کے ہارے میں بتایا۔ اس کے ہارے میں مختار میں ریش اور خورزوس کوئی شکایت نہ ہو سکی ہے۔ وہ بھول سا آدمی ہے اور بار بار

ٹالے لگاتے ہیں۔ وہ جیک میں ہاتھ لگاتے ہیں سے گھٹا آیا تھا۔ اس کاظم ہوتے ہی ہم نے اس کے قلیہ پر چھاپا

مارا اور اسے میاں لے آئے۔“

”مگر یہ صرف جک کا معاملہ ہے، ہم یہیے جان سکتے ہیں کہ یہ کی ہے۔“ آندے بولی۔

”اس نے مختار ہی کر لیا ہے۔“ فرار الدین بولا۔

”کیا۔۔۔؟“ آندے نے امینان کا ساس کیا۔

”اور کر شین کو وہ کہاں ہے؟ کیا وہ گئی؟“

”ہم اس پر کام کر رہے ہیں؟“ فرار الدین نے کہا۔

”کیا مطلب؟“ آندہ کا چہرے پہلے دلا امینان ہوا ہو گیا۔

”اس کے ارد گرد کے قلیس کی حلائی جاری ہے، ہمارے لوگ علاقے میں پھیلے ہوئے ہیں، وہ اسے اتنی جلد

دور نہیں لے جا سکا ہو گا۔ ہم اس سے انوکھوں کے دہیے کے وہ بہت زیادہ کر رہا ہے۔ تم لوگوں کو اس کا قلیہ دیکھنا

چاہیے۔“ فرار الدین نے اس قلیہ کو اس نے نکل، سیریلر غرزی انہی غرزیوں کے تراشوں سے بھرا ہوا تھا۔“

”وہ اس وقت کہاں ہے؟“ کریم نے پوچھا۔

”وہ کمرائے میں ہے اور ہم وہاں چلے ہیں۔“

”وہ گھر کے اوپر سے اس کے ترک کیا چھاپا ہے؟“ کریم نے اسے دیکھا۔

”میں اس کے کانوں میں بیٹھتی۔“

”کیوں موت؟“ آندے میرے پاس کی نوک نہیں

چہ، ہر ایک کا شکایت بھی نہیں ہے۔“ وہ بولا۔ ”میرے پاس لاشیں ہیں جن سے اور مجھے کچھ چاہنا آتا ہے نہیں ہے۔“

آندے اور کریم انہی بیٹھے تھے۔ وہ ان کے سامنے رگڑ کر رہی تھی۔

”سائے رگڑ کر رہی تھی۔“ آندے نے پوچھا۔ اس کے چہرے پر ترقیق

تازہ آنکارا موجود تھے۔ وہ ایک درمیانی قامت کا موٹا سا

فرض تھا۔

”میں اس سے کچھ سوال کر چاقی ہوں۔“ آندے

بولی۔

”آندے سے کس بات پر چل رہا ہے؟“ آندے کا

کرنا۔۔۔“ فرار الدین انہی گھر آندے سے نظر انداز کر کے

جاسوسی ڈائجسٹ 277 فروری 2018ء

اسٹارٹ کی اور تیزی سے آگے کی جانب بڑھی۔ کار کا رخ بیرونی طرف نہیں تھا۔

☆☆☆☆

”تو اب تم مجھ سے کیا چاہتی ہو؟“ مہبل شائے آنسو نکھرتے ہوئے کہا۔ ”میں جانتا ہوں کہ خیر الدین نے قاتل کو گرفتار کر لیا ہے اور میرا دل سنا میں اسے استمال کرنا چاہتا ہوں۔“ معلوم ہوا ہے گا۔

”مہبل! تو مجھ سے کہہ دو اصل قاتل کون ہے۔ شاید آپ کے بھانجے سے کوئی خفیہ رابطہ ہو۔ آپ کو یہ بھی نہیں بتایا ہے کہ ایک اور صورت اسے انکار ہو سکتی ہے اور اس کا اب تک کوئی نہیں ہو سکتا ہے۔“ وہ سخت سے پیش ہوئی۔

”کیا... تم خیر الدین کو بھانجے کے کانٹو کھری ہو؟ میرے خیال میں وہ تمہارا پاس ہے اور اگر کوئی اور صورت انکار ہوئی ہے تو وہ قوم کو لوگوں کی ناپالی ہے، میرا اس سے کیا تعلق ہو سکتا ہے۔“

”میں نہیں کہہ رہی ہوں کہ اس شخص سے آپ کا کوئی تعلق ہو یا نہیں نہیں چاہئے۔“ آمنت نے کہا۔ ”خدا آپ کے گردنیں کوئی سر اور مجھے آپ سے ایک ضروری سوال بھی کرنا ہے۔“

”جی جی میں تمہارے سوالات کے جواب دے چکا ہوں۔“ وہ عورت سے بولا۔

”مجھے یہ پتہ چلتا ہے کہ رابہ کو گولی یا بیخ کرنے کا شوق قیادہ کو کیا ہے یا نہیں اگر کوئی سمجھ؟“

”میں اسے اذیت دے رہا ہوں اور مجھ سے اس کا جواب کیسے معلوم ہو سکتا ہے۔“ وہ مکندہ اچکا کر بولا۔

”شاید آپ کی سزا جاتی ہوں کہ میں اس سے بات کر سکتی ہوں۔“

”نہیں، گردنیں، اور میں بھی اب تم سے بات نہیں کرنا چاہتا۔“ اس کی اسے جواب کے ساتھ ہی آمنت مسوئے سے مڑی ہوئی تھی۔

”ایک بات اور... شاید تم نے اس بارے میں سوچا نہ ہو مگر میں نہیں اس کا نتیجہ دلا تا ہوں کہ تمہارا بیڑم بڑھ رہا ہے۔“

”میں یہاں ہوں۔“ وہ خود کو مکمل سنبھال کر باری۔ چند لمحوں میں جیٹ پلس آئیر کرے میں داخل ہو گئے تھے۔

انہیں حالات سمجھانے میں اسے چند لمحوں لگے تھے۔ اس کے بعد انہیں سولہ کی کار دہلی میں صرف چھوڑ کر وہ اس سے گھر سے باہر آگئی۔ اس کے اعصاب تلخ سے تھے۔ اس کی آکسیجن تنگ کی گھر وہ قائم آنسو، مدد سے لے لی، اس کی آواز کی تکلیف اس کے دل پر غرا شیا ڈال رہی تھی۔

وہ گاڑی کی طرف بڑھی جیٹ پلس پر فرخ الدین کا نام چلنے لگا۔ اس وقت وہ کسی سے اور ضرور مقرر فرخ الدین سے بات کر رہا تھا جیٹ پلس کی گھر کی مکندہ فر سے خیال سے اس نے فون پر میسج کر لیا۔

”آمنت مجھے اس خاتون کی خوشگئی کا علم ہوا ہے، تم اب کہاں ہو؟“ وہ بولا۔

”میں وہیں ہوں، یہاں تکس رسی ہوں اور نیچے میں اپنی چوڑی شکر دے رہی تھی ہو سکتا ہے۔“ وہ بولی۔

”پتھر بھال کو وہاں سے خوشگئی کا فون بھی ملا ہے۔“ وہ بولا۔ ”اس پر صرف ایک ہی جملہ لکھا تھا اور اس سے یہ چینی ہوتا ہے یہ خوشگئی کی ہے۔“

”یہ کیا لکھا تھا؟“ آمنت نے بتائی سے پوچھا۔

”یہ کیا کہتا ہے۔“ وہ بولا۔

”یہ کیا تھا؟“ آمنت کا دل کو یاد پڑا۔

”ہاں، ترجمہ اب میرا ہوا، میں کوئی نوکر یا خدمت ہو چکا ہے۔“

”میں یہاں ہوں۔“ وہ خود کو مکمل سنبھال کر باری۔ چند لمحوں میں جیٹ پلس آئیر کرے میں داخل ہو گئے تھے۔

انہیں حالات سمجھانے میں اسے چند لمحوں لگے تھے۔ اس کے بعد انہیں سولہ کی کار دہلی میں صرف چھوڑ کر وہ اس سے گھر سے باہر آگئی۔ اس کے اعصاب تلخ سے تھے۔ اس کی آکسیجن تنگ کی گھر وہ قائم آنسو، مدد سے لے لی، اس کی آواز کی تکلیف اس کے دل پر غرا شیا ڈال رہی تھی۔

وہ گاڑی کی طرف بڑھی جیٹ پلس پر فرخ الدین کا نام چلنے لگا۔ اس وقت وہ کسی سے اور ضرور مقرر فرخ الدین سے بات کر رہا تھا جیٹ پلس کی گھر کی مکندہ فر سے خیال سے اس نے فون پر میسج کر لیا۔

”آمنت مجھے اس خاتون کی خوشگئی کا علم ہوا ہے، تم اب کہاں ہو؟“ وہ بولا۔

”میں وہیں ہوں، یہاں تکس رسی ہوں اور نیچے میں اپنی چوڑی شکر دے رہی تھی ہو سکتا ہے۔“ وہ بولی۔

”پتھر بھال کو وہاں سے خوشگئی کا فون بھی ملا ہے۔“ وہ بولا۔ ”اس پر صرف ایک ہی جملہ لکھا تھا اور اس سے یہ چینی ہوتا ہے یہ خوشگئی کی ہے۔“

”یہ کیا لکھا تھا؟“ آمنت نے بتائی سے پوچھا۔

”یہ کیا کہتا ہے۔“ وہ بولا۔

”یہ کیا تھا؟“ آمنت کا دل کو یاد پڑا۔

”ہاں، ترجمہ اب میرا ہوا، میں کوئی نوکر یا خدمت ہو چکا ہے۔“

”میں یہاں ہوں۔“ وہ خود کو مکمل سنبھال کر باری۔ چند لمحوں میں جیٹ پلس آئیر کرے میں داخل ہو گئے تھے۔

انہیں حالات سمجھانے میں اسے چند لمحوں لگے تھے۔ اس کے بعد انہیں سولہ کی کار دہلی میں صرف چھوڑ کر وہ اس سے گھر سے باہر آگئی۔ اس کے اعصاب تلخ سے تھے۔ اس کی آکسیجن تنگ کی گھر وہ قائم آنسو، مدد سے لے لی، اس کی آواز کی تکلیف اس کے دل پر غرا شیا ڈال رہی تھی۔

وہ گاڑی کی طرف بڑھی جیٹ پلس پر فرخ الدین کا نام چلنے لگا۔ اس وقت وہ کسی سے اور ضرور مقرر فرخ الدین سے بات کر رہا تھا جیٹ پلس کی گھر کی مکندہ فر سے خیال سے اس نے فون پر میسج کر لیا۔

”آمنت مجھے اس خاتون کی خوشگئی کا علم ہوا ہے، تم اب کہاں ہو؟“ وہ بولا۔

”میں وہیں ہوں، یہاں تکس رسی ہوں اور نیچے میں اپنی چوڑی شکر دے رہی تھی ہو سکتا ہے۔“ وہ بولی۔

”پتھر بھال کو وہاں سے خوشگئی کا فون بھی ملا ہے۔“ وہ بولا۔ ”اس پر صرف ایک ہی جملہ لکھا تھا اور اس سے یہ چینی ہوتا ہے یہ خوشگئی کی ہے۔“

”یہ کیا لکھا تھا؟“ آمنت نے بتائی سے پوچھا۔

”یہ کیا کہتا ہے۔“ وہ بولا۔

”یہ کیا تھا؟“ آمنت کا دل کو یاد پڑا۔

”ہاں، ترجمہ اب میرا ہوا، میں کوئی نوکر یا خدمت ہو چکا ہے۔“

”میں یہاں ہوں۔“ وہ خود کو مکمل سنبھال کر باری۔ چند لمحوں میں جیٹ پلس آئیر کرے میں داخل ہو گئے تھے۔

انہیں حالات سمجھانے میں اسے چند لمحوں لگے تھے۔ اس کے بعد انہیں سولہ کی کار دہلی میں صرف چھوڑ کر وہ اس سے گھر سے باہر آگئی۔ اس کے اعصاب تلخ سے تھے۔ اس کی آکسیجن تنگ کی گھر وہ قائم آنسو، مدد سے لے لی، اس کی آواز کی تکلیف اس کے دل پر غرا شیا ڈال رہی تھی۔

وہ گاڑی کی طرف بڑھی جیٹ پلس پر فرخ الدین کا نام چلنے لگا۔ اس وقت وہ کسی سے اور ضرور مقرر فرخ الدین سے بات کر رہا تھا جیٹ پلس کی گھر کی مکندہ فر سے خیال سے اس نے فون پر میسج کر لیا۔

”آمنت مجھے اس خاتون کی خوشگئی کا علم ہوا ہے، تم اب کہاں ہو؟“ وہ بولا۔

”میں وہیں ہوں، یہاں تکس رسی ہوں اور نیچے میں اپنی چوڑی شکر دے رہی تھی ہو سکتا ہے۔“ وہ بولی۔

”پتھر بھال کو وہاں سے خوشگئی کا فون بھی ملا ہے۔“ وہ بولا۔ ”اس پر صرف ایک ہی جملہ لکھا تھا اور اس سے یہ چینی ہوتا ہے یہ خوشگئی کی ہے۔“

”یہ کیا لکھا تھا؟“ آمنت نے بتائی سے پوچھا۔

”یہ کیا کہتا ہے۔“ وہ بولا۔

”یہ کیا تھا؟“ آمنت کا دل کو یاد پڑا۔

”ہاں، ترجمہ اب میرا ہوا، میں کوئی نوکر یا خدمت ہو چکا ہے۔“

”کیا حال ہے کریم۔ کوئی خبر؟“۔ حال احوال کے بعد اس نے پوچھا۔

”فرشتہ کی گھڑی بولی ہو؟“۔ ”کریم نے پوچھا۔ آؤں گا! میں اس سوال کی کرڈ پر سا کیا تھا۔ وہ ستر پر ہی بیٹھی تھی۔ اسے یقین نہیں ہو گیا تھا کہ کریم کے پاس کوئی بڑی خبر تھی۔

”فرشتہ کی ماہد کی لاش مل گئی ہے۔“ ایک لمبے کے صوٹ کے بعد وہ بولا۔ ”اس بار اس نے بہت تیزی و دھماکی سے۔“

”فرخ الدین کا کیا کہنا ہے اب؟“ آؤں نے سچی سے پوچھا۔

”میر درست تھیں صرف نے ہی کیا تھا کہ اصل قاتل گرفتار نہیں ہوا ہے۔ اب وہ اپنی فطرت کو پکڑے گئے افسس پر رجوت بولے اور پھینک کر گرا کر مارنے کے عقد سے بنا رہا ہے۔“

”کریم تم کبھی اس کا ہوا؟“

”میں یہاں سوچ رہا ہوں۔“

”تمہارے پاس لاش اور درود کی تصاویر ہوں گی تم مجھے انہیں بیٹھ کر دکھاؤ۔“

”کیوں نہیں، مگر تم جانتی ہو کہ کیا غلطی تمہیں سے باہر ہو۔“

”میں جانتی ہوں اور مجھے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔“ وہ بولی۔ ”وہ قاتل ابھی آزاد ہے اور ہرگز نہ ان کے ساتھ اس کے جوئے سے بڑھ رہے ہیں۔“

”میں تصاویر پر بیٹھ رہا ہوں مگر تم مجھے بتائے بغیر کوئی آدم نہیں اٹھاؤ گی آؤں۔“

”ہلک ہے کریم۔ تم حرکت کرو۔“

”چند لمحوں بعد وہ زمین کی لاش کی تصاویر دیکھ رہی تھی۔ سب بکھرادیے گئے تھے، مانند نظر آ رہا تھا۔ سہری و تیز گاہی آپ بک، سب کے سب بکھل گئے، اسراف، اس گھوٹوں کے بٹلے ہوئے بنے اور وہ بیکانی ٹینک کا پھول جو اس کا قاتلی نشان بن چکا تھا۔

”چند لمحوں بعد وہ دیکھنے کے بعد اس نے آگھیں بند کر لیں۔ اس کے چہرے سے تاسف، خوف اور غم بھرا ہوا تھا۔ اس نے دوبارہ دیکھ کر کھڑکھڑایا۔

”مجھے بہت افسوس ہے۔“ وہ دہریہ سے بولی۔

”مجھے بھی۔“ شاید یہ سہم سے پکڑے گئے اس کی جگہ میں

آؤں وہ سوچے تھے مگر وہ خود ہی محسوس کر کے جرت زدہ تھی کہ یہ دکھ کے نہیں اٹھتا تھا۔ اس نے سوچا۔ اس نے چندوں میں بکلی ہار لی تھی خود کو آؤں محسوس کیا تھا۔

اسے معلوم تھا کہ فرخ الدین نے کبھی نہیں کرے گا۔ اس کے پاس ایک ہجم رکھانے کے لیے موجود تھا مگر وہ خاموش تھیں بیٹھی تھیں۔ اب اسے یہ پتہ تھا کہ فرخ الدین وہی شخص تھا کہ

اب اسے کوئی اس کا کام کھانے کی کوشش نہیں کرے گا۔ وہ اس کو آؤں سے کی اور شرم سے کہنے کی پوری کوشش کرے گی۔ پوری کوشش۔

رات دیکھ رہا تھا۔ وہ جانتی تھی ہی۔ اس کا لاش بکھل گیا ہوا تھا۔ اسے مسلسل سوچے جا رہی تھی۔ اسے اب اس کا بھیجیں تھا کہ ان تمام چیزوں سے کسی ایک ہی جگہ سے مختلف

اوقات میں گزرا خیر کی اور اس کا قاتل نہ وہی اٹھتا، اپنا نام نہ بتائے گا کیونکہ قاتل کا مطلب ہے قاتل، وہ ان کا دستور چاہتا تھا کہ ضروری تھا۔ وہ جو کئی قاتل تھا وہ اس جگہ سے وابستہ تھا۔ اس کا مطلب ہے کہ قاتل قاتل تھا۔ اگر

ایک بار وہ اس جگہ کو دھونڈنے میں کامیاب ہو گئی تو پھر شاید اس شخص کو دھونڈنا کھانا مشاغل نہیں تھا۔ اس نے

کچھ دیکھا اور دھونڈنے کے مختلف خانوں میں موجود گزرا خیر وقت کرنے والے خاص اسطورہ بلکہ تمام میں اسطورہ جہاں

کھلاؤں کا کشیش موجود تھا اس کی اسٹ میں شامل ہوتے جا رہے تھے۔ اسے یہ اندازہ تھا کہ کون اور اسطورہ

کی ایک ہی وقت تھا کہ ڈانٹا شاید یہ پتہ نہ ہو کہ اس کا پتہ ہے۔ اس کا مطلب ہے قاتل اسے ہر گز نہ چھوڑے گا۔ اس نے جا کر اور تھک کر گئے ہر گز نہ جانے شرمین

ساجد کے لیے یہ رات اپنے دامن میں کیا لائی ہو۔ خدا جانے وہ کون سی کئی کئی تھیں، اس نے دیکھ سے سوچا ہے

سوچنے نہ جانے کس وقت تینہ کے زمر و کرم بازو نے اسے اپنی انگوٹھی میں لے لیا۔ اس کی کھوپڑی کی بٹلے سے کسی

کئی۔ اس کے اٹھنے کے بعد وہ بیک تھا۔ اس نے ہر گز نہ جانے گی گھڑی کو دیکھا وہ سارے سارے کھانا کھانے کی

”اور۔۔۔ اس قدر بڑھ گئی۔“ وہ گھڑی دیکھ کر ہلک کر پھٹکی۔

”مجھے کھانے بکنا گیا نہیں، دفتر کو بروہا جانے کی۔“

”اسے بھرے ہوئے کھانے سے باہر کیا جائے گا۔“

آؤں دفتر میں جانا تھا۔ فرخ الدین اسے منتقل کر کے جری رخصت ہو گئے تھا۔ اس نے گھڑی سانس لی اور فرخ الدین

جانب ہاتھ بڑھایا تاکہ کال بک کی جاسکے۔ ٹون اٹھا۔ وہ دوبارہ بجنے لگا تھا۔ مگر یہ کریم کا چمک ہا

فرخ الدین چند نے اس کی طرف دیکھا۔ وہ بکھرا ہوا تھا۔ ”ہیں اس کو دیکھنا ہوگا۔“ اس کے جواب پر آؤں نے اطمینان کی سانس لی۔

”کرلی ہے کیا ہوا تھا؟“

”وہ اپنی بوجھ نہیں پائی۔“ آؤں کی آنکھوں میں

سید یہ کچھ دیکھ گیا۔

”کیا آؤں بوجھ میں نے بھی سارے کریم کی سب سے بہترین ہو کر شاید ابھر زلزلہ ہے، نہیں، کچھ کچھ کی ضرورت نہیں۔“

”آؤں کو دیکھنے دیکھ کر بولا۔“ میں تمہاری کیفیت کو دیکھتا ہوں مگر تم حقیقت نہیں ہے، یہ تمہیں بھی ہو۔۔۔

پوچھنا میں یہ چاہتا ہوں کہ تم نے سید سے اپنے اس دھم کو کئی کیا تھا؟“

اس کی کئی کھیں آؤں پر ہی ہوئی تھیں، اب آؤں کو کئی کی کہہ کر دیکھا جا رہا تھا۔

”میں۔۔۔ اس موضوع پر اس وقت بحث کا فائدہ کیا ہے؟“ کریم بولا۔

”وہ یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ آؤں کو کچھ یہ خوف تم نے اس تک پہنچایا؟“ اس بار وہ براہ راست اثر ام کا

کرتے ہوئے بولا۔ ”اور اس کی وجہ یہ ہے کہ تم خود ہی خود

پہاں وقت درست طریقے سے سوچنے کے قابل نہیں ہو۔“

آؤں کی آگھیں آؤں سے ہر گز نہ جانے۔ اس نے سید سے شک کو کئی یقین نہیں دیا تھا کہ ہر گز یہی یہ الفاظ

اسے گزرتے تھے۔

”مگر اب یہ سب ضرورت سے زیادہ ہو گیا ہے۔“

کریم کھڑے ہوئے۔

”مجھے جاؤ کریم۔“ فرخ الدین نے سر دھلے میں کہا۔

”اور تم آؤں، مجھے تمہارا راج اور پوچھ رہا ہے۔“

”میں نہیں اس وقت آرام کی ضرورت ہے۔“

”فرخ الدین۔۔۔“ کریم نے کچھ کچھ کی کوشش کی مگر

اس نے اسے ہاتھ کے اشارے سے روک دیا۔ وہ اپنی آنکھ سے آنکھوں کی دلی، اس نے اپنا سر دھلے دیا اور

کارڈ کال کی سیر پر کھڑکھڑا۔ کریم دوبارہ کھڑا ہو گیا تھا کہ آؤں نے اس کے اشارے سے دیکھنے کا اشارہ

سوچتے پر آمادہ نہیں تھے۔ شرمین کو بچانے کے لیے کیا کرنا چاہیے۔ سب سے بات کرنی چاہیے لیکن اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ اسے ذرا بڑھ کر بولنے میں مدد

ہوئے تھے کہ اس کے کون کون تھیں۔

”فرخ الدین کا بیٹام اس کے سامنے تھا۔

میں یقیناً شہانہ، ہاگل وقت شائع نہیں کیا۔ اس نے سچی سے پوچھا۔

”وہ فرخ الدین کے کریم کے بیٹے ہیں پچھلی تو کریم پہلے وہاں موجود تھا اس کے چہرے سے پتہ چلتا تھا کہ

تھے۔

”بھائو سے کون۔“ فرخ الدین اسے دیکھتے

بولا۔ اس کا چہرہ شہانہ لال ہو رہا تھا۔ آؤں کو اپنے الفاظ کی کوشش کا احساس ہو رہا تھا۔ اس نے لیے بڑے بچے

کریم کو پھر پوچھا۔ اس نے دل میں سوچا۔ مگر اب کیا ہو سکتا تھا۔

”آؤں! ام میری، میں شہانہ میں تھی۔“ اس وقت وہ

بک کر کئی تھی۔

”میری سے کیا یہ سارا مسئلہ فتح ہو جائے گا۔ تم کیا سوچ کر شہانہ صاحب کے گھر گئی تھیں۔“

”میں اندازہ نہیں کر سکتی تھی۔“ وہ فرمایا۔

”ان کا تباہی کی پور کا سڑک نہیں ہوا چاہیے۔۔۔“

”آؤں نے کئی سے لگے تھے کہ وہ کچھ چھپا رہے ہیں۔“

”میں اپنے آپ بہت زیادہ یقین ہے آؤں۔“

”میں بدلتے کر فرما کر گیا ہے جس نے اس پر جرم بھی کر لیا ہے۔ وہ قاتل نہیں ہے، شہانہ صاحب کچھ چھپا رہے ہیں۔“

”تم شاید خود کو سب سے زیادہ عقل مند سمجھتی ہو مگر سہری رائے میں تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔“ فرخ الدین سچی

سے بولا۔

”میں بھری ہوں کہ اگر گہرا دماغ خراب بھی ہے سب بھی یہ بدو کا اس وقت کا مسئلہ نہیں ہوا چاہیے۔ ہم

ایک ٹک شرمین کو کھینچ دھونڈنا ہے، وہ گھر اس وقت نہ جانے کس مذہب میں ہو گی صرف ایک کے لیے

سوچنے کے گہرا کریم اندازہ درست تھا۔ اس کوئی اور بات ہو دو گئی تو سراسر کا سامنا ہوگا؟“

”آؤں درست کہہ رہی ہے۔“ کریم نے اس کی تائید کی۔

خج پائی تھی۔ اس کی لاش کی تصویر اس کی آنکھوں میں گھوم رہی تھی۔

شہر کے سارے گڑیا بیچنے والے اسٹورز اور سپر اسٹورز کی چینگ ایک بہت طویل کام تھا اور اسے ڈر تھا کہ قافل کے منہ پر خون لگ گیا تھا، وہ اس کے کسی اور کوٹھانہ جانے سے پہلے کچھ کرنا چاہتی تھی۔

اس نے ٹوکس میپ پر اس جگہ کو بین کیا جہاں سے شرمین کی لاش تھی۔ اسے اس جگہ سے دو ٹوکس کے فاصلے پر کہیں موجود ہونا چاہیے۔ وہ بڑبڑائی۔ اس لوکیشن کے اطراف میں کافی بڑا علاقہ اس کے سامنے تھا۔ اسے یقین تھا کہ قاتل نے اس کام کے لیے اپنے گھر کا انتخاب کیا ہوگا، اس جگہ کا جہاں یقیناً اس نے کچھ بہت براقت گزارا تھا جس نے اس کے دماغ کو اس خطرناک فیصلے تک پہنچا دیا تھا۔ آمنے سے میپ پر نظر آنے والے پارکس اور دیگر پبلک مقامات کو غائب کر دیا۔

وہ اسی سوچ میں تھی کہ اس کی فون کی کھنٹی بج اٹھی۔
 ”مس آمنہ، میں جلیل احمد شاہ پول رہا ہوں۔“ وہ اس
 کی آواز سن کر حیران رہ گئی تھی۔ ”میں تم سے ملنا چاہتا ہوں،
 فوراً۔۔۔۔۔“

آنتے گز بڑا سی گئی تھی۔ اس جیسا سنگبر آدی خود اسے فون کر کے ملنے کو کہہ رہا تھا، ایسا کیا ہو سکا ہے۔ اس نے سوچا۔
 ”میرا خیال ہے کہ ہم فون پر بات کر سکتے ہیں۔“ وہ بولی۔

”فنون پر اس حوالے سے بات نہیں ہو سکتی۔“ وہ بولا۔ ”کیا ملاقات آج ہی ہو سکتی ہے؟ میں تمہارے دفتر آسکتا ہوں اگر تم چاہو۔۔۔“

”میں فی الحال معطل ہوں۔ میرا خیال ہے کہ آپ اس بارے میں بہتر جانتے ہوں گے۔“

”اُد کے..... ہجر پلینز تم میرے گھر پر آ جاؤ۔“ آئنا کا دل چاہا کہ وہ انکار کر دے مگر اس کا اعزاز بتا رہا تھا کہ اس کے پاس آئنا کو بتانے کے لیے کچھ تھا اور اسے امید تھی کہ شاید اس سے اسے قاتل کا کچھ پتہ مل سکے۔

”اُد کے، میں دیکھنے میں آپ کے گھر پر ہوں گی۔“ وہ بولی اور فون پر ہنسنے لگی۔

☆☆☆
 "میں جہاں امکھور ہوں۔" جلیل احمد شاہ نے اس کے سامنے چمکے ہوئے کہا۔ "مجھے جہیں کہہ دینا ہے۔"
 آئندہ تھکوک سی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ اول

کہا ہے؟“ کہم نے پوچھا۔

”پہلے اٹھنا دے۔“

”کیا تم کو دوبارہ اس کے گھر تو نہیں گئیں؟ تم کیا گزرو گری ہو؟“ کہم پریشان ہو گیا تھا۔

”اس نے مجھے بلایا تھا، اسی نے مجھے راجدگی ڈاڑھی دی تھی جس سے اس اسٹور کا کم ہوا۔ میں وہاں جا رہا ہوں تمہا کو بتا دیا جاؤ۔“

”میری بات سنو، تم وہاں اکیس گھنٹے جاؤ گی۔

تمہارے پاس تمہارا کارڈ کب نہیں ہے۔ اگر وہاں کوئی مشکل صورت حال کا سامنا کرنا پڑا تو تمہارا اصل بھی موجود نہیں ہے، پتہ بچھتے دو۔“

”کہم میرے پاس میرا ذاتی پہل موجود ہے۔ اور

تمہا رازمت، مٹھکی سے میرے اندر کی آنکھ پرانچ درج تو نہیں لگی ہے تم ضرور آؤ کہ میں پہلے کل رہی ہوں۔ میں

وہاں کوئی شہر خراب نہیں جانتی، نہ ہی یہ کہ وہاں کوئی شہر ہو

جائے۔ تم بھی اسٹور میں مجھ سے رابطے کے بعد داخل ہونا۔“ کہم نے پوچھا۔

”مجھ وہاں کر رہے ہیں وہ گرام زیادہ بند نہیں آیا ہے۔“

”کہم نے پتہ سنا ہے کہ وہاں گزروں کو بند کر دیا۔

آؤ کہم نے سن کر گھبرا کر پھر پھر کی سب پر اس نے میں وہاں، آؤ کہم نے اسے اسٹور کا پتہ بتا دیا۔ کہم

نے پتہ پتہ کر کے اسٹور کی ساسلیں اور کڑا ہو گیا۔ اسٹور اس

کے دفتر سے خاص سیانے پر تھا۔ اسے اپنے کمرے وہاں

تھیکے سے لٹکا دیا تھا۔ اس نے اپنے گھر آ کر ہی کر کے

بیوی سے حرکت کر رکھی تھی تاکہ وہاں لی شراک ہو جو حرکت

کے بندش کو کرنے سے روک سکے۔

☆☆☆

آؤ کہم نے پتہ سنا تھا کہ وہاں گزروں کو بند کر دیا۔

وقت کا سامنا نہیں کر پڑا تھا۔ شہر کے پش علاقے میں

موجود ہے وہاں ایک اسٹور ایک قدرے پرانی عمارت

کے گراؤ کا شکار ہے۔ اسٹور کی عمارت کو جدید انداز میں سجا

گیا تھا۔ شیشے کا گڑا سادہ اور ڈھانچہ تھا کہ اس پر ”لوہن کا“

کمرہ دو پھر ایک بند کھجی میں آؤ کہم نے پوچھا۔

”اس نے ماچی سے ڈاڑھی کو کتر پھر اٹھا لیا۔

میں اس وقت اس ڈاڑھی سے کاٹ کر ایک ٹکڑا نکال کر اس

کے قدموں میں آ کر اس نے مجھ کو اسے اٹھا لیا تھا کہ یہ

کھولا۔ ایک کے لیے اس کا دل کو اچھل کر مٹ گیا۔

”وہ ایک دیرپھی۔ ایک ہاؤس کے خریدنے سے خریدی گئی

گڑا کی خرید۔“

☆☆☆

رہی کے اوپر اسٹور کا لینڈ پرش میں انہوں نے ہر دور بہ

سائنس کی تفصیل موجود تھی۔ کلیئیر ٹیڈ ڈاڈل۔ آؤ کہم نے

خود سے نام کو دوبارہ دیکھا۔ رہیہ پر لہاں میں خصوصاً گڑا

ڈاڑھی میں خیر تھا جس میں بے غایت کے لیے اپنا کینٹ

لاؤں سے بھی اسے اطلاع ملی تھی۔ اس نے ڈاڑھی کو

دوبارہ کھولا۔ رہیہ پر بھی کسی تاریخ کے مطابق صفحہ نکالا۔

راجدگی خیر اس کے سامنے بک رہی تھی۔ ”راج میں نے

سارے کے لیے ایک خاص فنڈ خریدے۔ ابھی تو وہ اس سے

جنس میں اس کے گھر کو بڑا ہونے کے بعد وہ اسے

خود پر بند کر کے۔“

”ہوں۔“ آؤ کہم نے گہری سانس لی تو راجدگی نے

گڑا اس جگہ سے خریدی تھی۔ چیتا پانی عورتوں نے بھی

گڑا لیں وہیں سے خریدی ہوئی اور وہیں اس کا قاتل نے

انہیں ایک بار دیکھا ہوگا۔

اس نے گولک سب کے ذریعے علی غایت میں انڈیا ڈاک

پتہ تلاش کیا۔ وہ نووا وہاں پہنچتا تھا جس کی سب سے پہلے

کہم نے پوچھا۔

”اس نے ماچی سے ڈاڑھی کو کتر پھر اٹھا لیا۔

میں اس وقت اس ڈاڑھی سے کاٹ کر ایک ٹکڑا نکال کر اس

کے قدموں میں آ کر اس نے مجھ کو اسے اٹھا لیا تھا کہ یہ

کھولا۔ ایک کے لیے اس کا دل کو اچھل کر مٹ گیا۔

”وہ ایک دیرپھی۔ ایک ہاؤس کے خریدنے سے خریدی گئی

گڑا کی خرید۔“

☆☆☆

رہی کے اوپر اسٹور کا لینڈ پرش میں انہوں نے ہر دور بہ

سائنس کی تفصیل موجود تھی۔ کلیئیر ٹیڈ ڈاڈل۔ آؤ کہم نے

خود سے نام کو دوبارہ دیکھا۔ رہیہ پر لہاں میں خصوصاً گڑا

ڈاڑھی میں خیر تھا جس میں بے غایت کے لیے اپنا کینٹ

لاؤں سے بھی اسے اطلاع ملی تھی۔ اس نے ڈاڑھی کو

دوبارہ کھولا۔ رہیہ پر بھی کسی تاریخ کے مطابق صفحہ نکالا۔

راجدگی خیر اس کے سامنے بک رہی تھی۔ ”راج میں نے

سارے کے لیے ایک خاص فنڈ خریدے۔ ابھی تو وہ اس سے

جنس میں اس کے گھر کو بڑا ہونے کے بعد وہ اسے

خود پر بند کر کے۔“

”ہوں۔“ آؤ کہم نے گہری سانس لی تو راجدگی نے

گڑا اس جگہ سے خریدی تھی۔ چیتا پانی عورتوں نے بھی

گڑا لیں وہیں سے خریدی ہوئی اور وہیں اس کا قاتل نے

انہیں ایک بار دیکھا ہوگا۔

اس نے گولک سب کے ذریعے علی غایت میں انڈیا ڈاک

پتہ تلاش کیا۔ وہ نووا وہاں پہنچتا تھا جس کی سب سے پہلے

کہم نے پوچھا۔

”اس نے ماچی سے ڈاڑھی کو کتر پھر اٹھا لیا۔

میں اس وقت اس ڈاڑھی سے کاٹ کر ایک ٹکڑا نکال کر اس

کے قدموں میں آ کر اس نے مجھ کو اسے اٹھا لیا تھا کہ یہ

کھولا۔ ایک کے لیے اس کا دل کو اچھل کر مٹ گیا۔

”وہ ایک دیرپھی۔ ایک ہاؤس کے خریدنے سے خریدی گئی

گڑا کی خرید۔“

☆☆☆

رہی کے اوپر اسٹور کا لینڈ پرش میں انہوں نے ہر دور بہ

سائنس کی تفصیل موجود تھی۔ کلیئیر ٹیڈ ڈاڈل۔ آؤ کہم نے

خود سے نام کو دوبارہ دیکھا۔ رہیہ پر لہاں میں خصوصاً گڑا

ڈاڑھی میں خیر تھا جس میں بے غایت کے لیے اپنا کینٹ

لاؤں سے بھی اسے اطلاع ملی تھی۔ اس نے ڈاڑھی کو

دوبارہ کھولا۔ رہیہ پر بھی کسی تاریخ کے مطابق صفحہ نکالا۔

راجدگی خیر اس کے سامنے بک رہی تھی۔ ”راج میں نے

سارے کے لیے ایک خاص فنڈ خریدے۔ ابھی تو وہ اس سے

جنس میں اس کے گھر کو بڑا ہونے کے بعد وہ اسے

خود پر بند کر کے۔“

”ہوں۔“ آؤ کہم نے گہری سانس لی تو راجدگی نے

گڑا اس جگہ سے خریدی تھی۔ چیتا پانی عورتوں نے بھی

گڑا لیں وہیں سے خریدی ہوئی اور وہیں اس کا قاتل نے

انہیں ایک بار دیکھا ہوگا۔

اس نے گولک سب کے ذریعے علی غایت میں انڈیا ڈاک

پتہ تلاش کیا۔ وہ نووا وہاں پہنچتا تھا جس کی سب سے پہلے

کہم نے پوچھا۔

”اس نے ماچی سے ڈاڑھی کو کتر پھر اٹھا لیا۔

میں اس وقت اس ڈاڑھی سے کاٹ کر ایک ٹکڑا نکال کر اس

کے قدموں میں آ کر اس نے مجھ کو اسے اٹھا لیا تھا کہ یہ

کھولا۔ ایک کے لیے اس کا دل کو اچھل کر مٹ گیا۔

”وہ ایک دیرپھی۔ ایک ہاؤس کے خریدنے سے خریدی گئی

گڑا کی خرید۔“

☆☆☆

رہی کے اوپر اسٹور کا لینڈ پرش میں انہوں نے ہر دور بہ

سائنس کی تفصیل موجود تھی۔ کلیئیر ٹیڈ ڈاڈل۔ آؤ کہم نے

خود سے نام کو دوبارہ دیکھا۔ رہیہ پر لہاں میں خصوصاً گڑا

ڈاڑھی میں خیر تھا جس میں بے غایت کے لیے اپنا کینٹ

لاؤں سے بھی اسے اطلاع ملی تھی۔ اس نے ڈاڑھی کو

دوبارہ کھولا۔ رہیہ پر بھی کسی تاریخ کے مطابق صفحہ نکالا۔

راجدگی خیر اس کے سامنے بک رہی تھی۔ ”راج میں نے

سارے کے لیے ایک خاص فنڈ خریدے۔ ابھی تو وہ اس سے

جنس میں اس کے گھر کو بڑا ہونے کے بعد وہ اسے

خود پر بند کر کے۔“

”ہوں۔“ آؤ کہم نے گہری سانس لی تو راجدگی نے

گڑا اس جگہ سے خریدی تھی۔ چیتا پانی عورتوں نے بھی

گڑا لیں وہیں سے خریدی ہوئی اور وہیں اس کا قاتل نے

انہیں ایک بار دیکھا ہوگا۔

اس نے گولک سب کے ذریعے علی غایت میں انڈیا ڈاک

پتہ تلاش کیا۔ وہ نووا وہاں پہنچتا تھا جس کی سب سے پہلے

آمنہ نے ٹھہر جھری سی لی۔ اسی وقت اس کے سر پر کسی نے حملہ کیا۔ چوتھی شدید تکی کردہ لٹھ بھر کے لیے چکرا کر رہ گئی۔ ہٹل اس کے ہاتھ سے چوٹ کر زمین پر کہیں جا کر اس نے مڑ کر دیکھا چاہا مگر ٹیکٹ لائٹ غائب ہو گئی تھی۔ اس نے بروقت اپنی جگہ سے حرکت کی کیونکہ اسی لمحے اسے ایک فیس بھری فراہٹ کے ساتھ کسی کا ہاتھ حرکت کرتا ہوا نظر آیا تھا۔ وہ ابھی کھڑی ہوئی ہی تھی کہ ایک اور وار نے اس کے کندھے میں آگ بھری۔ سر کی چوٹ اور کندھے کی تکلیف نے اسے زمین پر گرا دیا۔

”مجھے ہوش میں رہنا ہے۔“ وہ خود کو تلقین کر رہی تھی مگر محسوس یہ ہو رہا تھا جیسے زندگی کی ریت کے مانند ہوش و حواس اس کی برداشت کی بندھنوں سے ٹپکتے جا رہے تھے۔ دروازہ ہٹکا سا کھٹکا، اس میں اسے وہ نفس حرکت کرتا نظر آ رہا تھا۔ یقیناً وہیں مریخوڑا تھا اور صحیح لمحے کا انتظار کر رہا تھا۔ آمنہ زمین پر پڑی تھی۔ وہ خود اپنے سر سے بہتے خون کی چھپا ہٹ محسوس کر رہی تھی۔ اس نے زمین پر سرک کر اپنے ہٹل کو ڈھونڈنا چاہا اور دیکھا اس نے اس کی کوشش کی۔ وہ سایہ اسے اٹھا کر لے کر اس کی طرف لگا۔ اس کے ہاتھ میں لوسے کی راڈ تھی۔ اس بار اس نے ہٹلے سے قہقہے کے ساتھ آمنہ کو زور سے دھکا دیا تھا۔ مگر اسے وہ زمین پر دوبارہ گر پڑی تھی۔ لوسے کی راڈ کا اٹکا دار اس کے جسم پر کسکتا تھا۔ وہ دل ہی دل میں لڑ گئی مگر اگلے لمحے راڈ کے زمین پر گرنے کی آواز آئی اور پھر اسے اپنا بایاں پاؤں کی رسی کے پھندے میں پھنسا ہوا محسوس ہوا۔ وہ اسے قید کرنے لگا تھا۔ کریم اور ڈیپارمنٹ کے لوگوں کی آمد کے بعد اس کی موت تو جتنی بھی ممکن تھی۔ اسے چھوڑ دیتا۔۔۔ آمنہ کا ذہن تیزی سے کام کر رہا تھا۔ اس کے تصور میں شرمین کی تصویر اس کی ہٹ بڑھادی تھی۔ اسے اپنی بیٹی کے لیے جینا تھا اور یوں بھی اسے ایک ریکارڈ اور بڑا دل قاتل کی مرضی سے ہٹنے والی موت کیسے قبول ہو سکتی تھی۔ اس نے سوچا اور پھر بے آواز انداز میں زمین پر ہٹل کی تلاش میں ہاتھ پھیرا۔ ہٹل تو اس کے ہاتھ میں نہیں آسکا مگر اس بار اس کے ہاتھ میں کوئی تیز اور نوکدار چیز آگئی تھی۔ اس نے اسے اٹھا کر اس پر ہاتھ پھیرا۔ یہ وہی چاقو تھا جو اس نے زمین پر پڑا دیکھا تھا۔ اس نے اندھیرے میں دیکھنے کی کوشش کی۔ شہباز اب ری کولوہے کے پائپ سے باندرہا تھا۔ وہ اس کی

جانب سے مطمئن نظر آ رہا تھا۔ آمنہ نے اپنی تمام طاقت بچنے کی اور پھر اٹھ کر بیٹھ گئی۔ شہباز نے اسے اٹھنے دیکھ لیا تھا۔ وہ تیر کے مانند اس کی جانب لپکا۔ آمنہ اپنے آزاد پیر کی مدد سے اٹھی اور اس نے پوری طاقت سے ہاتھ میں پکڑا چاقو شہباز کے پیٹ میں گھونب دیا۔ پھر اس نے چاقو دوبارہ کھینچ لیا تھا اور پوچھی کے عالم میں اسے بار بار اس کے پیٹ میں مار رہی تھی۔ اس کے کانوں میں اس کی ہلکی اور پھر تیز چیخ کی آوازیں گونج رہی تھیں اور پھر پورا منظر اس کی نظروں کے سامنے سے غائب ہو گیا۔

☆☆☆

اس کی آنکھ کھلی تو اس کا پورا جسم بری طرح دکھ رہا تھا خصوصاً سر اور کندھا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے کریم کا چہرہ تھا۔ کیا خواب ہے؟ اس نے خود سے پوچھا۔ ”کریم۔۔۔ اس کی آواز پردہ مسکرایا۔ ”مبارک ہو تم جیت گئیں۔ تم نے یہ کیس بھی مل کر لیا اور اپنے خوف کو بھی شکست دے دی آمنہ۔“

آمنہ کو اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ ابھی تک اسی فارم ہاؤس میں تھی۔ اس کے ارد گرد ڈیپارمنٹ کے لوگ گھوم رہے تھے۔ وہ کہاں ہے؟ اس نے پوچھا۔ ”مرچکا ہے۔۔۔ تم نے اسے جہنم داخل کر دیا۔“ ”اوہ۔۔۔“ آمنہ نے گہری سانس لی جو تکلیف کی شدت کی وجہ سے گراہیوں میں ڈھل چکی تھی۔

”لپٹنے کی کوشش مت کرو۔ تم زخمی ہو کر جلد ٹھیک ہو جاؤ گی۔“ کریم بولا۔ ”ایبویٹس کھینچنے والی ہے، تم ذرا ٹھیک ہو جاؤ، پھر میں تمہارے کان کھینچوں گا۔ تمہیں منع کیا تھا، اب رو بننے سے۔۔۔ ذرا سوچو کہ اگر وہ کامیاب ہو جاتا تو۔۔۔؟“ کریم کی آواز بھاری ہو گئی تھی۔

”مجھے معلوم تھا کہ تم لوگ آرہے ہو، بچا لو گے مجھے۔۔۔“ وہ ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

”تمہیں یہ خطرہ نہیں مول لینا چاہیے تھا۔ بہر حال اب سب ٹھیک ہو جائے گا۔“ وہ مسکرایا۔ ”یہاں بھی اور ڈیپارمنٹ میں بھی۔“

وہ بھی جواباً مسکرائی اور آنکھیں بند کر لیں۔ اس کی سماعت میں ایبویٹس کے سازن کی آواز گونج رہی تھی۔ اس کا دل مطمئن تھا۔ ایک بھیا تک خواب ہلاؤ غرضم ہو گیا تھا۔